

کتاب المصنف فی تاریخ خاندان منجیان و میر  
 قلی اما یحییٰ بنی الله من عباده العلماء

کتاب موسومہ

۲۲۲۹۱  
 ۱۰۲

# معيار المسلمان

مُصَنَّف

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

۲۲۲۹۱	۱۰۲	۱۳
دعوت	فہرست	تاریخ

مدینہ پریس بخپور میں بابہام محمد مجید حسن (پرنٹر) چھپا

قیمت فی جلد علاوہ محصول ڈاک ایک روپیہ، محصول ڈاک  
 کتاب ملے کا پتہ: منیجر مکتبہ عبرت نجیب آباد (یو۔ پی)،

# فہرست مضامین معیار العلماء

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	دیباچہ	۱
۲	مقدمہ	۲
۳	ہدایت الہی اور گمراہ کن طاقتیں	۳
۴	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ضرورت	۸
۵	عظمت و تذکر قرآن مجید کے بغیر ممکن نہیں	۱۰
۶	سنت نبوی اور قرآن مجید	۱۵
۷	دین کا یکسانیت آسان ہے	۱۹
۸	معیار العلماء	۲۵
۹	علم اور علماء	۲۵
۱۰	قرآن مجید اور علماء	۳۶
۱۱	نفوذ و خشیت الہی اور علماء	۳۱
۱۲	عظمت و نصیحت کا معاوضہ اور علماء	۴۷
۱۳	کبر و غرور اور علماء	۵۴
۱۴	ریاکاری اور علماء	۶۱
۱۵	شعر خوانی، بخت و مباحثہ تمسخر اور علماء	۶۶
۱۶	اتحاد بین المسلمین اور علماء	۷۵
۱۷	صبر و استقامت اور علماء	۸۴
۱۸	علماء اسلام اور علماء بنی اسرائیل	۸۹
۱۹	مسلمانوں کو جاہل رکھنے کی کوشش اور علماء	۱۰۳
۲۰	موجودہ زمانہ کے علماء اور وعظمتیں	۱۰۵
۲۱	بعض خدشات اور ان کا جواب	۱۲۴
۲۲	خاتمہ	۱۳۷
۲۳	نئی روشنی کے یورپ زدہ مجتہدین	۱۳۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# دِیباچہ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی رسولہ والہ وازواجہ وصحابہ اجمعین

## امابعد

میں نے غالباً ۱۹۱۸ء یا ۱۹۱۹ء میں جبکہ میرا قیام گاہ لاہور تھا مسلمانوں کے پیشرو افراد کی  
مستودہ حالت کے معائنہ سے متاثر ہو کر ایک چھوٹا سا رسالہ اکابر قوم کے نام سے لکھ کر شائع کیا تھا،  
جو میری توقع سے بہت بڑھ کر مقبول اور اثر انداز ہوا جس کے کئی ایڈیشن اشک شائع ہو چکے ہیں۔  
۱۹۲۳ء میں شادی اور سنگٹھن کا منگامہ ہندوؤں نے برپا کیا اور مارچ ۱۹۲۳ء میں مجھ کو  
نجیب آباد سے معذور فقار اگرہ اور لواح اگرہ میں جانا اور ایک مہینہ وہاں قیام کرنا پڑا۔ اس جگہ تبلیغی انجمنوں  
کے ارکان اور مختلف اضلاع سے آئے ہوئے مولویوں کے عام اخلاق و جذبات کا حسرت انگیز  
و عبرت آموز تجربہ اور مدعیان تبلیغ اسلام کی ناقابلیتوں کا صحیح اندازہ ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں  
سے آتے ہی میں نے ایک کتاب موسومہ حجۃ الاسلام لکھی حجۃ الاسلام نے شائع ہو کر خوب کام  
کیا اور تبلیغ اسلام کے لئے بہترین جہز ثابت ہوئی جس کے کئی ایڈیشن شائع ہو کر ہاتھوں ہاتھ  
ملک کے گوشہ گوشہ میں تقسیم ہو گئے اور آج تک اسکی طلب میں مسلسل خطوط آرہے ہیں لیکن میں  
اس کا نیا ایڈیشن نہیں چھپوا سکا اور وہ اب نایاب ہے۔

۱۹۲۵ء میں میں نے ایک کتاب موسومہ قول حق لکھی جس کا ایک ہزار کا ایڈیشن صرف چند مہینہ میں  
ختم ہو گیا اور اس کو دوبارہ چھپوانے کے لئے آج تک متواتر تعلقہ ہورہی ہیں، قول حق کا موضوع بھی اکابر قوم کے طرح

اصلاح قوم ہی تھا۔ اسکے نفع رساں اور مفید ہونیکا ہر ایک اُس شخص نے اقرار کیا جسے اسکو بلا مشغلا مطالعہ کیا  
چنانچہ میری پاس اسکی تائیس میں ملک کے ہر حصہ سے ایک ہزار روٹیاں کچھ ہی کم خطوط آچکے ہیں۔ فالحمد للہ رب العالمین۔  
آج میں اس نئی کتاب کو معیار العلماء کے نام سے اسی مذکور غرض یعنی اصلاح و صلاح  
قوم کے لئے شائع کر رہا ہوں۔ مسلمانوں کے عالم و واعظ و دسروں کو ہدایت و نصیحت کرتے اور  
دوسروں کی کمزوریاں اور غلطیاں خوب بیان کر سکتے ہیں لیکن وہ خود بھی ہدایت و نصیحت کے  
بیمحتاج اور اپنی کمزوریوں اور غلطیوں سے عموماً بے خبر ہیں اور ان کو ان کی کمزوریوں اور غلطیوں  
سے آگاہ کرنے کی کسیکو حرج و محنت نہیں۔ ظاہر ہے کہ طلبیوں کی غلط کاری ہماروں کی ہلاکت پر  
ہی منج ہو سکتی اور عطائیوں کی چارہ گری عموماً علالت کو مستقل اور ہلاکت کو متصل کر دیتی ہے۔  
اس کتاب کے شائع کرنے کی اصل غرض یہ ہے کہ علماء اسکو ملاحظہ فرما کر اپنی حالت پر غور  
کریں کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور کیا ہونا چاہئے۔ عامی لوگ اسکو بڑھکے سوچیں کہ ہمکو کس قسم کے علماء  
کی پیروی و اطاعت کرنی چاہئے اور کس قسم کے علماء کی پیروی سے انکار کرنا ضروری و لازمی  
ہے۔ عام پیشہ ورو واعظ تو اس کتاب کو بڑھکر گوشش کرتے ہیں کہ عام مسلمان اس کتاب کو نہ پھریں  
لیکن مولویوں اور واعظوں سے بڑھکر عام مسلمانوں تک اس کتاب کا پہنچنا سید ضروری ہو  
اور اسی طرح مسلمانوں کی قوم کے درد کا علاج ممکن ہے۔

اکابر قوم حجۃ الاسلام۔ قول حق تینوں کتابوں میں میں نے مسلمانوں کی مصیبت کا ایک  
ہی علاج یعنی قرآن مجید کی طرف متوجہ ہو جانا بتایا ہے اور قرآن مجید ہی کی روشنی میں میں نے  
وہ تینوں کتابیں لکھی تھیں۔ اس کتاب میں بھی قرآن مجید ہی سے استدلال کیا گیا ہے اور اسی  
لئے مجھکو اطمینان ہے کہ میں نے مسلمانوں کو کوئی غلط اور غیر مفید مشورہ نہیں دیا۔ حضرت  
علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ ”قرآن مجید تمہارے درمیان حکم ہے جو شخص قرآن مجید کو چھوٹکر  
دوسری چیزوں میں ہدایت کا استدلال ہوگا وہ گمراہ ہو جائیگا۔ قرآن مجید پر عمل کرنا اے کبھی گمراہ  
نہ ہونگے جو شخص قرآن مجید کے موافق کہیگا سچا ہوگا جو اسپر عمل کریگا اجر پائیگا۔ جو قرآن مجید کے  
موافق فیصلہ کریگا عادل ہوگا جو قرآن مجید کی طرف بلائیگا راہ راست پر ہوگا۔“

اگر اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد پیشہ ورو واعظوں۔ آرام طلب اور نفس پرست



مولویوں اور اپنی خواہشات کے غلام عوام کا لانعام اور اپنی نمود و نمائش کے شوقین  
ریکارڈوں اور عمال حکومت کے آگے سجداتِ عبودیت بجا لایو والوں کے حلقوں میں کھلبلی  
مچ جائے اور شور و غوغا بلند ہو جائے تو کوئی حیرت اور تعجب کی بات نہ ہوگی۔ یہ شور و غوغا  
انشاء اللہ تعالیٰ چند روزہ ہوگا اور حق پسند فطرتیں ضرور اس طرف متوجہ ہو کر اس کتاب  
کو اپنے در و در کا در مان تسلیم کریں گی۔ مَا جَادِلْ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ تَفْتَنُ فَلَا يَغْنَزِلُ  
تَقْلِبُهُمْ فِي الْبِلَادِ

چونکہ میرا قلب آستانہ الہی پر جھکا ہوا ہے اور میں نے اُسکے گوشہ گوشہ کا جائزہ لیکر  
حتی الامکان اس کو نفسانی خیالات، دنیوی خواہشات اور بُرے جذبات سے پاک و صاف  
کرنے کے بعد اس کتاب کا مسودہ لکھنا شروع کیا اور دورانِ کتابت میں خدا تعالیٰ  
سے امداد طلب کرتا رہا اور خوفِ خدا سے جدا نہیں ہوا لہذا محکوم یقین ہے کہ میری یہ  
کوشش رائگاں نہیں جائیگی اور اُسکے نیک نتائج ضرور مرتب ہوں گے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ  
مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ وَ مِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ وَ مِنْ دَعْوَةٍ لَا یَسْتَجَابُ لَهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ  
اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ لِعِمَّتِكَ وَ تَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَ فِجَاءَةِ نَفْسَتِكَ وَ جَمِيعِ سَخَطِكَ  
اٰمِنْ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اکبر شاہ خان  
نجیب آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# مقدمہ

ہدایت الہی اور گمراہ کن طاقتیں

انسان اپنی حقیقی مقصدوری اور سعادت و کمال تک پہنچ ہی نہیں سکتا جب تک

کہ ہدایت الہی کے ماتحت گامزن نہ ہو۔

پس جب ہماری طرف سے تمہارے پاس ہدایت پہنچے تو اسکی پیروی کرنا کیونکہ جو ہماری ہدایت پر چلینگے انہیں نہ خوف طاری ہوگا نہ وہ غمگین ہونگے۔

فَاَمَّا يَا تَبِيعُكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرہ-۴)

اور فرمایا۔

اولاد آدم میں سے جو کوئی ہماری ہدایت پر چلے گا وہ نہ راہ راست سے ہٹے گا اور نہ ہلاکت و نصیبی میں مبتلا ہوگا

فَمَنْ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْغَىٰ (طہ - رکوع ۷)

اور فرمایا۔

ان سے کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت ہی تو اصل ہدایت ہے اور ہم سب کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم رب العالمین کے فرمانبردار رہیں۔

قُلْ اِنَّ هُدٰى اللّٰهُ هُوَ الْهُدٰى وَ اٰمِنًا نَّالِ الْنَّسْلِ لِبَرَاتِ الْعَالَمِيْنَ ه (الانعام - رکوع ۹۴)

جب سے نسل انسانی اس دنیا میں موجود ہوئی اس وقت سے خدا تعالیٰ نے بذریعہ انبیاء اسکے لئے ہدایت بھیجی شروع کی چنانچہ آدم اول نبی اول بھی تھے۔ نبیوں اور رسولوں کی پیروی کے بغیر انسان اپنے شرف و مجد تک پہنچنے کے لئے دو قدم بھی نہیں چل سکتا تھا۔ اس اجمال کی سرکن تفصیل کتاب نظام سلطنت میں درج ہو چکی ہے اسلئے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

دنیا میں کوئی بھی نبی ایسا بعوث نہیں ہوا جسکی مخالفت سختی و شدت کے ساتھ نہ کی گئی ہو اور لوگوں نے اس کا تسخر نہ اڑیا ہو۔

يَا حَسَنَةُ عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ | بندوں کے حال پر بڑا ہی افسوس بھیجی انکو پاس  
إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَخَفُّونَ ۝ | کوئی رسول ایسا نہیں آیا جسکی انہوں نے سہنی نہ اڑائی ہو

قرآن مجید میں جن جن انبیاء کے حالات موجود ہیں ان سب کے حالات میں یہ چیز مشترک نظر آتی ہے کہ ہر ایک نبی ایسوقت بعوث ہوا جبکہ عام طور پر لوگ گمراہی و ضلالت میں مبتلا ہوئے انبیاء کی مخالفت کر نیوالوں میں سے عموماً ہر ایک کی مخالفت کا ایک ہی رنگ رہا ہے شیطان نے نسل انسانی کو گمراہ کرنے راہ ہدایت اور تعلیم انبیاء سے جدا رکھنے کے لئے منجملہ اپنے ہزار آلات کے بعض ہتیاروں سے بہت زیادہ کام لیا ہے اور ان کو قریباً ہر زمانہ میں استعمال کیا ہے جنہیں سے ایک اتباع ہوا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور ہدایت نامجات الہیہ نے ہمیشہ انسان کو انجام میں اور فکر آخرت کو فکر دنیا پر مقدم رکھنے والا بنانے کی کوشش کی لیکن شیطان نے انسان کو کوتاہ اندیش اور خواہشات نفسانی کا بندہ بنا کر آخرت کی فکر اور قیامت کے خوف سے غافل رکھنے میں اپنی پوری کوشش صرف کی۔ ہر ایک نبی کو دنیا پرست۔ جاہ طلب۔ تن پرور اور بندہ دنیا و دہم یک جہانیوں سے واسطہ پڑا ہے اور انسانوں کی ایک بڑی تعداد اپنی خواہشات کے پیچھے چلکر دوزخ میں پہنچ چکی ہے اور پہنچ رہی ہے۔ ان لوگوں نے خدائے تعالیٰ کے ہر ایک نبی اور رسول کو اپنی خواہشات کا پورا کر نیوالا بنائی جسکی ناکام کوشش کی ہے اور جبکہ خدائے تعالیٰ کے رسولوں نے انکی خواہشات کے پورا کرنے سے انکار کیا ہے تو یہ ان کے دشمن بن گئے ہیں۔ ان لوگوں پر نہ کسی دلیل و برہان کا کوئی اثر ہوتا ہے نہ یہ کسی دلیل و برہان اور مقبولیت کی طرف متوجہ ہونا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی خواہشوں اور دنیوی سامانوں ہی کو اپنا خدا اور اپنا مقصود اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ ان کی رذلت اور پسندیدہ ہستی کا ہمیشہ ہر زمانے میں یکساں اظہار ہوتا رہا ہے اور ان کے وجود سے کوئی زمانہ بھی خالی نہیں رہا ہے۔

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا | یہ لوگ تو بس دنیا کی زندگی کے ظاہر حال کو سمجھتے

وَهُمْ عَنِ الْآخِزِ لَهُمْ غَافِلُونَ ۝ ا اور آخرت سے تو یہ بالکل بے خبر ہی ہیں۔

ان دنیا پرست خواہشات کے بندوں کا ذکر اور ان کی رذالت اور کمینہ نخصلتی کا حال قرآن مجید میں بار بار اور بڑی کثرت سے آیا ہے۔ اس جگہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خدائے تعالیٰ کے کسی نبی نے بھی انسان کی خواہشات کو بالکل فنا کر دینے اور دنیوی مال و متاع سے قطعاً بے تعلق ہو جانے کی ہرگز ہرگز تعلیم نہیں دی بلکہ تمام ہادیانِ برحق کی تعلیم کا خلاصہ یہی تھا کہ اپنی خواہشات کے محکوم نہ بنو بلکہ ان کو اپنا محکوم بنا کر کھونیر انھوں نے بتایا کہ دنیوی ساز و سامان اور مال و متاع خدائے تعالیٰ نے سب تمہارے ہی لئے بنایا ہے اس سے ضرور فائدہ اٹھاؤ لیکن دنیا اور دنیوی ساز و سامان کو مقصود حقیقی نہ سمجھو بلکہ دین کو دنیا پر مقدم رکھو۔ اس حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سے لوگ شیطان کے جال میں پھنسکر رہبانیت اختیار کر لیتے اور خدق سے پچکر کنویں میں گر پڑتے ہیں یہاں رہبانیت فی الاسلام۔

شیطان کا دوسرا کثیر الاستعمال حربہ کبر و نخوت اور ضدی بن ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے ہمیشہ انسان کو اسکی سعادت اور حقیقی کامرانی کے رستے دکھائے اور اسکو دین و دنیا میں کامیاب و بامراد بنانے کے گر سکھائے لیکن شیطان نے انسان کے ضدی بن کو بیدار اور اسکو نخوت و بندار میں گرفتار کرینکی کوشش کر کے عقل و عدل و دلیل و برہان اور مقبولیت و سنجیدگی سے جدا رکھنا چاہا۔ چنانچہ ہر ایک نبی کو ان ضدی مزاج اور مغرور و متکبر لوگوں سے واسطہ پڑا اور انھوں نے حق و صداقت کے دبانے، مٹانے اور ہادیانِ برحق اور انکی جماعت یعنی حق پسند لوگوں کو نقصان پہنچانے میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا اور اپنے آپ کو خسر الدنیا والاخرہ بنایا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ ۝ اور جب اس سے کہا جائے کہ خدا سے ڈر تو شیخی و سنگری ہو کر اسکو گناہ پر آمادہ کرے پس ایسوا بکار کو جہنم کافی ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ (البقرہ - رکوع ۲۵۶)

اور خسر مایا۔

اور باوجودیکہ مکے دل ان نشانیوں کا یقین کر چکا  
تھے مگر انھوں نے ہیکڑی اور شیخی کے مارے انکو  
نہ مانا پس اے رسول دیکھ مفسدوں کا کیا برا انجام ہوا

وَجَدُوا بِهَا وَاسِيَتَهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلُمًا  
وَعُلُوًّا ط فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ  
الْمُفْسِدِينَ ه (القل - ۱)

اور فرمایا

اور جب انیس سے کیسکو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی  
ہیں تو اکر تا ہوا منہ پھیر کر چلتا ہے جیسے اسنے انکو  
سنای نہیں گویا وہ کانوں سے بہرا ہے۔

وَإِذْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهَا آيَاتُنَا وَنُحْيِي الْمُسْتَكْبِرِينَ  
لَمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا ه (لقمان - ۱۷)

قرآن مجید میں سیکڑوں مقامات پر ان متکبر اور ضدی مزاج لوگوں کا ذکر آیا ہے۔ یہ  
لوگ بھی خواہشات کے بندوں اور دنیا پرستوں کی طرح کسی منطق اور کسی دلیل کو قبول  
کرنے سے قطعاً محروم اور تہذیب و انسانیت سے علانیہ انکار کر نیوالے ہوتے ہیں۔

شیطان لعین جن ذرایع سے لوگوں کو گمراہ کرنے اور گمراہ رکھنے کا کام لیتا ہے انیس  
ایک سبب سے زیادہ اس کا بکثرت اور ہمیشہ استعمال ہونیوالا ہتھیار تقلیدِ جامدہ و اکابریت  
و اتباعِ آبا ہے۔ ہر ایک نبی کو ان باپ دادوں کے نقش قدم پر چلنے والوں کا مقابلہ کرنا  
پڑا ہے اور آج بھی ہر داعی الی الحق کے مقابلہ میں یہی طاغوتی لشکر عقل و شعور اور تہذیب  
و انسانیت سے کوسوں دور ہو کر صرف نسبت نظر آ رہا ہے۔ قرآن مجید نے بار بار ان لوگوں کو  
افعال و اقوال نا بااستہ کا حوالہ دیا ہے اور ہر نبی کی دعوت کے جواب میں انھوں نے یہی  
نامستقل جواب دیا ہے کہ مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آيَاتِنَا الْأُولَى ه (اپنے پہلے باپ دادوں  
اور بزرگوں میں سمنے اس قسم کی باتیں نہیں سنیں)

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ خدایعالی  
کی نازل کردہ کتاب اور اسکو رسول کی طرف آؤ یعنی  
خدا و رسول کو احکام کو مانو تو جواب دیتے ہیں جس سلک  
پر ہم نے اپنی باپ دادا کو پایا ہو وہی سلک ہے اسکو کافی ہے  
چاہو انکو باپ دادا کو کچھ بھی نہ جانتی ہو اور نہ ہدایت فاسدوں

وَإِذْ أَقِيلَ لَهُمُ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنزَلَ اللَّهُ  
وَإِلَى الرَّسُولِ قُلْ أَلَوْحَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا  
عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوْ لَوْ كُنَّا آبَاءًا وَهُمْ لَا  
يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ه (المائدہ - ۱۳)

اس قسم کی آیات قرآن مجید سے بکثرت نقل کی جا سکتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان ائمہ پرستوں اور اسلاف و اکابر پرستوں نے ہمیشہ ہی داعیان حق کو پریشان کیا ہے۔ جس طرح اول الذکر ہر دو شیطانی گروہ عقل و فہم کو کام میں لانے اور دلیل و برہان کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں اسی طرح یہ تمسیر اگر وہ بھی عقل و فہم رکھتے ہوئے اس سے کام لینا نہیں چاہتا اور اپنی حماقت بانی کو لینے لئے موجب فخر سمجھ کر مرنے کی ایک ہی ٹانگ تیار کرتا ہے۔

### اہل بالمعروف و نہی عن المنکر کی ضرورت

تمام نبیوں اور رسولوں کو جن جن شیطانی لشکروں سے مقابلہ کرنا پڑا ان سب شیطانی جماعتوں اور شیطانی طاقتوں سے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مقابلہ کرنا پڑا اور آپ کی امت کے علمائے ربانی کو آج تک مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے جب تک شیطان اور شیطانی لشکر دنیا میں موجود ہے حق کا بول بالا کر نیوالے بھی دنیا میں ضرور موجود رہینگے۔ اوم علیہ السلام کے زمانے سے حق و باطل کی یہ معرکہ آرائی جاری ہے اور قیامت تک باقی رہیگی۔ آنحضرت صلعم سے پہلے خدا نے تعالے اپنے انبیاء و رسل مبعوث فرماتا اور ان کو ہدایت نامے دیتا رہا۔ اب آج تک ہدایت کامل ہو گئی اور کامل ہدایت نامے یعنی قرآن مجید کی حفاظت کا خود خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تو خاتم النبیین کے بعد اب کسی نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت نہ رہی اور قرآن مجید کی تبلیغ اور قرآن مجید کی طرف لوگوں کو متوجہ رکھنے کا کام قیامت تک علمائے ربانی کے سپرد ہوا۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل“ جس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اسرائیل کی ہدایت کے لئے بار بار نبی مبعوث ہوتے اور ہدایت لاتے رہے لیکن امت محمدیہ کے لئے کامل ہدایت نامہ قرآن مجید چونکہ محفوظ و موجود رہے گا لہذا نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت نہیں رہی۔ علماء یعنی قرآن مجید اور سنت نبوی کو جاننے والے کتاب و سنت کی تعلیم و تبلیغ کا کام انجام دیکر مسلمانوں کو گمراہ ہونے سے بچانے کی کوشش کرتے رہینگے چنانچہ خدا نے تعالے نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ | لوگوں کی رہنمائی کے لئے جتنے راسخین پیدا ہوئے ان میں تم مسلمان  
تَامُّونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ | سب سے بہتر قوم اچھے کام کرنے کو کہتے اور بُرے کاموں سے

منع کرتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (ال عمران - ۱۲)

اس آیت سے ہر مسلمان کا آمر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہونا ثابت ہو لیکن اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا اس لئے کہ ہر شخص اپنا تمام و کمال وقت اور تمام و کمال توجہ اسی ایک کام میں مصروف نہیں رکھ سکتا تھا بلکہ دوسرے جائز اور ضروری مشاغل کو جاری رکھتے ہوئے موقع پا کر آمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام بھی کر سکتا ہے چنانچہ فرمایا کہ

اور یہ مناسب نہیں تھا کہ مسلمان سب سب پتھر گھولیں  
نکل کھڑے ہوں ایسا کیوں نہ کیا کہ انکی ہر ایک جماعت  
میں سے کچھ لوگ اپنے گھروں سے نکلے ہوتے کہ مدینہ میں  
اگر دین کی سمجھ بیدار کرتے اور جب کبھی کھجکراپی قوم میں پسر  
جالو تو انکو فانی الہی سو ڈالتے تاکہ وہ لوگ بھی سڑ کاٹیں،

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً  
فَلَوْلَا نَفَسٌ مِنْ كُلِّ صِفَاةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ  
لَيَنفَقَهُوَ فِي الدِّينِ وَلِيُنَظِرُوا قَوْمَهُمْ  
إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ  
(التوبة - رُوح ۱۵)

اسی لئے حکم ہوا کہ

وَلَكِنَّ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَ  
يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ  
وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْمَغْلَبُونَ ۝ (ال عمران - ۱۱۰)

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو لوگوں کو خیر کی طرف  
بلائے اور اچھو کاموں کا حکم دے اور برے کاموں کو روکے اور  
یہی لوگ دین و دنیا میں کامیاب و بامراد ہوں گے،

اس آیت سے آمر بالمعروف و نہی عن المنکر کی فرضیت ثابت ہے لیکن لفظ مسکم نے اسکو فرض کفایہ  
بنا دیا ہے یعنی مسلمانوں کے ایک گروہ کو اس کام میں ہمہ تن مصروف رہنا چاہئے لیکن اگر کوئی  
بھی اس کام کو نہ کرے تو سب کے سب گنہگار ہونگے ایک جگہ فرمایا

الَّذِينَ إِنْ مَلَكْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا  
الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ  
وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط (الحج - رُوح ۶)

اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جمادیں تو یہ لوگ اچھے ہی اچھے  
کام کرنے یعنی نماز پڑھینگے اور زکوٰۃ دیں گے اور لوگوں کو  
اچھے کاموں کیلئے کہیں گے اور برے کاموں سے منع کریں گے۔

یہاں آمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ ذکر فرما کر اسکی ضرورت و اہمیت  
کو نماز و زکوٰۃ کے سمبستھرایا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

جس قوم میں گناہ سرزد ہوتا ہے اور لوگ انکار و مانعت نہیں کرتے تو حق تعالیٰ جلد ایسا عذاب بھیجتا ہے جس میں سب مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور فرمایا کہ جہاد کے مقابلے میں تمہارے سب نیک کام ایسے ہیں جیسے سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ اور امر بالمعروف و نہی عن منکر کے مقابلے میں جہاد ایسا ہے جیسے سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ۔

حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرمایا کہ تم میں جو شخص کسی منکر یعنی خلاف شرع بات کو دیکھے تو چاہے کہ اسکو اپنے ہاتھ سے روکے اگر یہ نہ ہو سکے تو زبان سے روکے اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے اسکو بُرا جانے اور یہ ضعیف تر ایمان ہے۔ رواہ سلم حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعہ نے فرمایا ہے کہ قسم ہے اسکی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر اپنی جناب سے عذاب جلد بھیجے گا پھر تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔ (رواہ الترمذی)

پس ثابت ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی وعظ و تذکرہ و تبلیغ و نصیحت و اصلاح کا سلسلہ مسلمانوں کو برابر جاری رکھنا چاہیے اور اسی میں نفع انسان کی صلاح و کامرانی مضمر ہے یہ نہ ہو تو ہلاکت و بربادی و تباہی کو ہرگز روکا نہیں جاسکتا اور اسلام اپنی اصلی حالت میں قائم نہیں رہ سکتا۔

**وعظ و تذکرہ قرآن مجید کے بغیر ممکن نہیں۔**

اصطلاح شرع میں معروف سے مراد ہے اچھے کام اور اختیار کرینکی قابل باتیں اور منکر سے مراد ہے بُرے کام اور ترک کر دینے کی قابل باتیں۔ انسان اگر تمام بھلائیوں اور برائیوں کا خود ہی تعین کر سکتا تو پھر انبیاء علیہم السلام کے مبعوث ہونے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ لیکن چونکہ اس کو قدم قدم پر تھوکر لگ سکتی ہے اور یہ کسی طرح بھی خدا سے تعالیٰ کی دستگیری کو بغیر اپنی سعادت کو حاصل نہیں کر سکتا تھا لہذا خدا تعالیٰ نے ہادیانِ برحق کو اپنی طرف سے ہدایت دیکر اسکی رہبری کے لئے مبعوث کیا۔ یہ مضمون بالتفصیل و بادلائل میری



کتاب نظام سلطنت کی ابتدائی فصول میں موجود اور قابل مطالعہ ہے۔ برائی اور بھلائی کی تمیز انسان کو ہدایت الہی کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ تمام انبیاء نے نسل انسانی کو الہی ہدایت کی طرف متوجہ رکھنا چاہا اور انسان شیطان کا معمول بنکر ہدایت الہیہ کی طرف سے متہ موڑنا رہا۔ علمائے ربانی یعنی ورثہ انبیاء کے راستے میں بھی یہی چیز ہمیشہ سنگ راہ رہی ہے کہ انھوں نے لوگوں کو ہدایت الہیہ یعنی قرآن مجید کی طرف متوجہ کیا اور علمائے سو یعنی شیطان کے ایجنٹوں یا شیطانی لشکر کے سپاہیوں نے بھلی اور بری باتوں کا تعین اپنی تجویز سے کیا اور ہدایت نامہ الہیہ یعنی قرآن مجید کی طرف سے لوگوں کو غافل و ذاہل رکھنا چاہا اور اس طرح اسلام کا نام لے لے کر لوگوں کو گمراہ بنایا اور شیطان کے مقصد کو پورا کیا۔

اس میں شک نہیں کہ بہت سے دنیوی علوم اور بہت سے دنیوی مقاصد کو پورا کر لیا ذرائع ہموار یا وہ جاننے والے انسانوں اور اپنے پیش روؤں کے ذریعہ حاصل اور معلوم ہوئے ہیں لیکن اخروی مقاصد اور رضائے الہی کے وسائل اور حقیقی انسانی سعادت حاصل کرنے کے طریقے قرآن مجید اور اسوۂ حسنہ نبوی صلیم کے سوا اور کسی طرح بھی معلوم نہیں ہو سکتے۔ آنحضرت صلیم نے قرآن مجید ہی کی تبلیغ فرمائی اور قرآن مجید ہی کے ذریعہ صحابہ کرام کی وہ پاک جماعت تیار ہوئی جس کو رضی اللہ عنہم ورضوعنہ کی سند حاصل ہوئی۔ خدا لے تعالیٰ نے ایک کے بعد دوسرے نبی کو مبعوث کیا اور ایک کے بعد دوسرا ہدایت نامہ بھیجا اور یہ سلسلہ آنحضرت تک جاری رہا آنحضرت صلیم کو کامل ہدایت نامہ (قرآن مجید) دیا گیا۔ چونکہ اب قرآن مجید کے سوا کسی اور ہدایت نامے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی اور قیامت تک اسی کی ضرورت تھی لہذا خدا لے تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خود سامان کیا۔ قرآن مجید کی یہ حفاظت خود اسباب کی سب سے زبردست دلیل ہے کہ نوع انسان کو قرآن مجید کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

اور جو چیز لوگوں کے لئے نفع رساں ہوتی ہے وہ زمین میں باقی رہتی ہے۔

وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَمَا كُنْتُ فِي الْأَرْضِ ط  
(العدہ - رکوع ۶)

قرآن مجید کی طرف سے غفلت و بے پروائی اختیار کرنا خسران و زیان اور ہلاکت و نقصان کا موجب ہے اسی لئے مسلمانوں کو وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَالْإِحْسَانِ کا حکم دیا ہے یہی داعی الی الخیر و لوگ علمائے ربانی اور قرآن مجید کی تبلیغ کرنیوالے ہیں جو لوگوں کو وحی الہی کی طرف متوجہ رکھنے کا کام اپنے اوپر لازم کر لیں اور رات دن اسی طرف اپنی توجہ منقطع رکھیں۔ آیت مذکورہ میں خیر کے معنی وحی الہی یا قرآن مجید ہی ہیں۔ لغت میں اور خود قرآن مجید میں بھی خیر متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔ خیر شرکی ضد ہے یعنی بھلائی نیکی خوبی خیر کے معنی مال و دولت بھی آئے ہیں خیر کے معنی نفع بھی ہیں خیر اس چیز کو کہتے ہیں جس میں سب رغبت کریں۔ خیر کے معنی وحی الہی بھی ہیں خیر کے جس قدر معانی ہیں اگرچہ ان سب کے اعتبار سے بھی وحی الہی کو خیر کہا جاسکتا ہے اس لئے کہ ساری بھلائی اور خوبی اور کامیابی کے طریقے قرآن مجید ہی سکھاتا ہے لیکن ایک دوسری جگہ خود خدا تعالیٰ نے خیر کا لفظ خاص طور پر وحی الہی کے معنی میں استعمال فرما کر مذکورہ بالا آیت میں متعال ہونیوالے لفظ خیر کی تعیین فرمادی کہ یہاں خیر سے مراد قرآن مجید ہی ہے جیسا کہ فرمایا

اہل کتاب اور شرک لوگ جو منکر اسلام ہیں اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم تمہارے رب کی طرف سے خیر یعنی وحی الہی نازل کیجائے اور اللہ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مَا يُؤَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

(البقرہ۔ رکوع ۱۳)

مذکورہ آیت وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ الخ میں لفظ خیر اپنے اندر ایک وجد اور بلاغت اور خوبی رکھتا ہے کہ اس لفظ نے وحی خفی اور وحی جلی دونوں کے مفہوم کو مجتمع کر کے قرآن مجید کے ساتھ اسوۂ حسنہ نبوی کو بھی لازم قرار دیا اور فرمایا کہ

اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک اعلیٰ درجہ کی اور نبوت کی جماعت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے پیشوا اور مری بنو اور رسول تمہارا پیشوا اور مری بنو۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الذِّكْرُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ط (البقرہ۔ رکوع ۱۴)

اس آیت کے الفاظ بھی اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی اور تعلیم کی ہوتی ہدایت کے سوا کوئی ہدایت نہیں ہے۔

پس خدائے تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر نیوالی واعظین و مصلحین کی جس جماعت کے وجود کو لازمی قرار دیا ہے اسکا ہرگز ہرگز یہ منصب نہیں ہے کہ وہ قرآن مجید کو پس پشت ڈالکر اپنی تجاویز یا زید و بکر وغیرہ دوسرے انسانوں کی مجوزہ باتوں کی تلقین و تعلیم و تبلیغ کرنے لگیں بلکہ اُن کے لئے لازمی قرار دیدیا گیا ہے کہ وہ کتاب الہی اور سنت ثابتہ ہی کی طرف لوگوں کو متوجہ کریں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو متضاد یا متعارض چیزیں سمجھنا بھی سخت غلطی ہے بلکہ سنت رسول اللہ کتاب اللہ کی تفسیر اور صحیح تعبیر ہے اصل ہدایت تو کتاب اللہ یعنی قرآن مجید ہی ہے۔

قُلْ اِنَّ هُدٰى اللّٰهُ هُوَ الْهُدٰى | لوگوں سے کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت تو اصل ہدایت ہے۔

(الانعام - رکوع ۹۶)

جو شخص قرآن مجید کو ضروری نہ سمجھے اور دوسروں کے اقوال و افعال کو سامان ہدایت سمجھکر ان کی تبلیغ و تلقین کو کافی قرار دے وہ ہرگز ہرگز دعوت الی الخیر والی جماعت اور علمائے تباری میں شمار نہیں ہو سکتا۔ داعیان الی الخیر اور علمائے ربانی جو امت مسلمہ میں انبیاء کے منیل اور لوگوں کے لئے رہبر و ہادی ہیں ان کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمِنْ يُطِيعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ  
الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّیْنَ وَ  
الصِّدِّیْقِیْنَ وَالشَّهَدَآءِ وَالصَّالِحِیْنَ  
وَحَسَنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا (النساء - رکوع ۹۶)

معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول کی اطاعت ہی اصل چیز ہے یعنی کتاب و سنت ہی کے ذریعہ انسان مراتب علیا کو پہنچ سکتا ہے اور فرمایا

اَتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا  
تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اُولٰٓئِكَ قَلِيْلًا مَّا

لوگو یہ قرآن جو تمہارے رب کی طرف سے تمہارا نازل ہوا ہے ایسی پیروی کرو اور خدا کے سوا اپنے بنائے

تذکرہ ۵ (الاعراف - رکوع ۱) | ہوئے کار سازوں کی پیری نکر و مکر تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو۔  
اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں بڑی کثرت سے جا بجا موجود ہیں بخوف طوالت اس جگہ  
نقل نہیں کی گئیں۔

کیمیائے سعادت میں امام غزالیؒ نے بعض حدیثیں قرآن مجید کے متعلق نقل کی ہیں مجاہد  
ان کے ایک حدیث ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کوئی  
فرشتہ اور پیغمبر وغیرہ قرآن مجید سے بڑھ کر خدائے تعالیٰ کی جناب میں شفیع نہیں ہے“ دو دوسری  
حدیث میں ہے کہ دو دلوں میں لوہے کی طرح رنگ لگتا ہے اور وہ قرآن مجید سے دور  
ہوتا ہے۔ پھر آگے چل کر امام مدوح نے حضرت حسن بصریؒ کا قول نقل کیا ہے کہ ”اگلے  
لوگ رات کو قرآن مجید میں غور و تامل کرتے اور دن کو اس پر عمل کرتے تھے لیکن تم لوگ  
اسکے حروف اور زیر و زبر کو درست کرتے ہو اور اس پر عمل کر نہیں سکتے ہو“ پھر امام  
مدوح فرماتے ہیں کہ ”قرآن مجید سے مقصود اصلی فقط پڑھنا نہیں ہے بلکہ اس پر عمل کرنا ہے  
پڑھنا یاد رکھنے کے لئے ہے اور یاد رکھنا عمل کرنے کے لئے جو لوگ پڑھتے ہیں اور عمل نہیں  
کرتے ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی غلام کے پاس اس کے مالک کا خط آئے جس میں اس  
غلام کے لئے کچھ احکام و ہدایات ہوں وہ غلام اپنے مالک و آقا کے اس خط کو خوش آوازی  
سے پڑھے اس کے حروف کو خوب صحیح فحاج اور صحیح آوازوں سے ادا کرے اور ان احکام  
کی جو اس میں لکھے ہیں کچھ تعمیل نہ کرے تو وہ غلام یقیناً عقوبت و سزا اور سزائش و عذاب  
کے قابل سمجھا جائیگا“ پھر کیمیائے سعادت کے تیسرے باب میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ”بعض  
لوگ ہر روز ایک قرآن بہت جلد جلد پڑھ کر ختم کرتے اور زبان کے بل دوڑتے ہیں لیکن  
ان کا دل غافل رہتا ہے ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ قرآن کا ایک ختم ان کے لئے نفع  
میں آجائے تاکہ وہ کہتے پھرں کہ ہم نے اتنے قرآن ختم کئے اور سات منزلوں میں سے آج  
اتنی منزلیں ہم نے پڑھیں۔ یہ اتنا نہیں جانتے کہ قرآن مجید کی ہر ہر آیت ایک ایک  
خط یا پروانہ ہے جو احکم الحاکمین نے اپنے بندوں کو لکھا ہے اس میں امر نہی۔ وعد و وعید  
مثال نصیحت خوف و لانا۔ ڈرانا سبھی کچھ ہے۔ قرآن پڑھنے والے کو چاہئے کہ وعید کے

محل پر ہمہ تن خوف ہو جائے اور وعدہ کے مقام پر سراپا خوشی بن جائے۔ مثال کے محل پر بالکل اعتبار ہو جائے۔ وعظ کے مقام پر ہمہ تن گوش بن جائے۔ ڈرانے کی وقت ہر اس میں ڈوب جائے۔ یہ سب کیفیتیں دل کی حالتیں ہیں۔ پھر فرمایا زبان کی نوک بلانے سے کیا فائدہ ایسے شخص کی مثال اس آدمی کی سی ہے جسے پادشاہ حکمنامہ لکھے جس میں احکام ہوں اور وہ مکتوب الیہ بھیجے اس حکمنامہ کو زیر کر لے اور پڑھا کرے اور اسکو معافی سے غافل ہو، سنت نبوی اور قرآن مجید۔

سنت نبوی یا اسوہ حسنہ نبوت کی اہمیت و ضرورت سے ہرگز ہرگز انکار نہیں کیا جاسکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے بہتر قرآن مجید کے سمجھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے تھے۔ آپ ہی قرآن مجید کے بہترین مفسر اور شارح تھے قرآن مجید کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے سنت نبوی سے کسی طرح بھی بے نیازی نہیں برتی جاسکتی۔

لَوْ كُنَّا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَأَوَدُّرُكِي رَسُولِي نَبِيِّيَ إِيْمَانِ  
لَا وَكُودُهُ خَوْصِي الشَّادِرُ لِكِي كِتَابِي نَبِيَّ إِيْمَانِ رَكْبَتِي  
رَسُولِي كِي يَرِدِي كِرْوَاكِي تَمَّ بِدَايَتِيَابِ هُوَ۔

فَاْمُنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ الْنَّبِيِّ الْاَمِّي الَّذِي  
يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ  
تَهْتَدُوْنَ ۝ (الاعراف - رکوہ ۲۰)

اور فرمایا۔

اور رسول جو تمہیں دے اُسے لو اور جس سے منع کرے  
اس سے رک جاؤ۔

وَمَا اَتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ  
عَنْهُ فَاَنْهَوْا ۚ ج (الحشر - ۱)

اور فرمایا

جن لوگوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی قیامت  
کے دن آرزو کرینگے کہ کاش زمین میں سما جائیں۔

يَوْمَئِذٍ يُؤْدِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْعَصُوْا الرَّسُوْلَ  
لَوْ سَوَّيْنِيْ لَهُمُ الْاَرْضَ ط (النار - ۶)

اور فرمایا۔

مسلمانو! رسول کے بلانے کو ایسا نہ سمجھو جیسا کہ آپس میں  
ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ  
بَعْضِكُمْ لِبَعْضًا ط (النور - ۶)

اور فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تمہارے لئے اچھا  
نمونہ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ  
حَسَنَةٌ ه (الاحزاب - ۳)

اور فرمایا

ہم نے ہی اسے رسول حق و حکمت کیساتھ تجھ پر کتاب یعنی قرآن مجید  
کو نازل کیا ہے تاکہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی بصیرت کے  
موافق تو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ  
بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ه  
(النساء - رکوع ۱۶)

اب اس جگہ شیطان کے ایک ہمہ گیر فریب کا ذکر نہایت ضروری ہے وہ یہ کہ عام طور  
پر مسلمانوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے علاوہ اسلام  
کو بطور خود الگ مدون فرما کر لوگوں کو اس کی تعلیم دی ہے اور احادیث نبوی میں جس قدر  
اوامر و نواہی مذکور ہیں وہی اسلام کو مکمل کر دیتے ہیں قرآن مجید اور اس کے اوامر و  
نواہی کی طرف متوجہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں یعنی قرآن مجید کے بغیر بھی دین پورا اور  
کامل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں مسلمانوں کے بہت سے دینی مدارس ایسے موجود  
ہیں جنہیں حدیث و فقہ کی تعلیم پر تہمتا متر بہت صرف کجیاتی ہے اور قرآن مجید کو نصاب تعلیم  
سے باہر رکھا گیا ہے۔ اس طرح عملاً قرآن مجید کو غیر ضروری چیز یا زیادہ سے زیادہ برکت  
کے لئے فہم و تدبر کے بغیر تلاوت کر لینے اور رمضان کی تراویح میں سننے سننے کی چیز قرار  
دیدیا گیا ہے۔ تعلیم و تربیت اور علم و عمل کے دائرے سے قرآن مجید کو خارج کر کے صرف حدیث  
و فقہ کی کتابوں کو کافی و وافی سمجھ لیا گیا ہے۔ اس شیطانی فریب نے یہاں تک ترقی کی ہے،  
کہ بعض لوگوں نے اپنے علماء اور ائمہ فقہ کے اجتہاد و فتاویٰ ہی کو کافی سمجھ کر قرآن مجید کے  
ساتھ سنت ثابتہ اور حدیث نبوی کو بھی غیر ضروری اور ناقابل التفات ٹھہرا کر اپنی ساری  
ہمتیں صرف قیاس و اجتہاد کی کتابوں اور فتاویٰ کے ذخیروں تک محدود کر دیں اور ایسکو  
اسلام اور علم دین قرار دیے لیا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو قرآن مجید  
ہی کی تبلیغ کی اور قرآن مجید ہی کی طرف لوگوں کو بلایا اور قرآن مجید ہی کو دستور العمل  
زندگی بنایا۔

وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتَنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۚ (المائدہ - رکوع ۷)

اے رسول خدا نے تمہارے لئے جو کتاب تمہیں نازل کی ہو اسی کے مطابق لوگوں میں حکم دے اور انکی خواہشوں کی پیروی نہ کرو اور ان کے دافن گمات سے بچو کس رہ کہ خدا کی نازل فرمودہ کتاب کے کسی حکم سے یہ لوگ تمہیں گھٹکانہ دیں۔

اور فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا بَلِّغُوا مَا أَنزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُم ۖ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا بَلَّغْتُمْ رَسُولَاتِي ۖ (المائدہ - رکوع ۱۰)

اے رسول تمہیں جو احکام میرے رب کی طرف سے نازل ہوئے ہیں لوگوں کو پہنچا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو سمجھا جائیگا کہ تو نے کوئی پیغام بھی لوگوں کو نہیں پہنچایا۔

اور فرمایا

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۚ (المائدہ - رکوع ۷)

اور جو کوئی خدا تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب (قرآن مجید) کے مطابق حکم نہ دے تو یہی لوگ ظالم یعنی گنہگار و نافرمان ہیں،

اور فرمایا

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا ۚ (بنی اسرائیل - ۵)

اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے سمجھایا تاکہ یہ لوگ کیسے طرح سمجھیں مگر اس سے ان کی نفرت ہی بڑھتی گئی۔

اور فرمایا

قُلْ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِلَىٰ مَنْ رَّبِّي بِهِ هَٰذَا بَصَائِرُ مِمَّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِينَ ۚ (الاعراف - رکوع ۲۴)

اے رسول کہہ دے کہ میں تو صرف ایسی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے مجھ کو دی گئی ہے اور ہدایت رحمت ایمان لانے والوں کو ملے گی تمہارے رب کی طرف سے اور اس سے زیادہ بلند آہنگی کے ساتھ اس مضمون کو بیان کرنے والی آیتیں سیکھو

اسی قسم کی اور اس سے زیادہ بلند آہنگی کے ساتھ اس مضمون کو بیان کرنے والی آیتیں سیکھو کی تعداد میں قرآن مجید سے نقل کی جاسکتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کو جو خدا نے تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو پہنچانے کے لئے نازل ہوا تھا لوگوں تک پہنچایا سمجھایا اور اس پر خود عمل کر کے دکھایا۔ اور لوگوں سے اس پر عمل کرنا ان کو سعادت اور حقیقی مقصد دہی تک پہنچایا۔

کس قدر صاف اور واضح حقیقت ہے کہ شریعت کا دار و مدار صرف خدائے تعالیٰ پر ہے۔ خدائے تعالیٰ ہی حاکم حقیقی ہے اسی نے اپنے احکام دیکر تمام انبیاء کو مبعوث فرمایا اور اسی نے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی کامل بنا کر اور اپنا کامل ہدایت نامہ (قرآن مجید) دیکر بھیجا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اپنے احکام کی تعمیل کا مکلف بنایا۔ اور ہادی کامل کے نمونہ اور اسوۂ حسنہ کی اتباع کو ضروری ٹھہرایا۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ | جسے رسول کا حکم مانا اُسے اللہ ہی کا حکم مانا۔

(النساء - ۱۱)

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر خدائے تعالیٰ کے نائب ہیں اور وہی نوع بشر کے امام اعظم اور پیشوا ہیں اور انھوں نے خدائے تعالیٰ کے احکام (قرآن مجید) بلا کم و کاست انتہائی احتیاط کے ساتھ لوگوں تک پہنچائے ہیں۔

إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ طِيقُصُ الْحَقِّ وَهُوَ خَيْرُ | اللہ کے سوا اور کسی کا بھی اختیار نہیں وہ حق بیان فرماتا  
الْفَاصِلِينَ (العام - رکوع ۷) اور وہی سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے

پس معلوم ہوا کہ دین کی اساس اور بنیاد کتاب الہی ہے۔ سنت نبوی اسکی تفسیر و تشریح اور صحیح تعبیر ہے لیکن کتاب الہی یعنی قرآن مجید کے بغیر تو اسلام اسلام ہی نہیں رہتا اور جب قرآن مجید کے ساتھ سنت نبوی اور احادیث نبوی کو بھی پس پشت ڈال دیا جائے تو پھر جو کچھ بھی باقی رہیگا اسکو اسلام کے نام سے کس طرح تعبیر کیا جاسکتا ہے؟ اسکا تو کچھ اور ہی نام ہونا چاہیے۔ شاید اسی لئے لوگوں نے اپنے اپنے مولویوں، پیروں اور استادوں کے نام پر الگ الگ جتنے قایم کر کے اپنے اپنے مذاہب و مذاہب کے الگ الگ نام بھی رکھ لئے ہیں اور انھیں ناموں سے خوش بھی ہوتے ہیں اور صرف مسلم کہلانا پسند نہیں کرتے جب تک کہ ان کی گروہ بندی اور جتنے بندی کا بھی حوالہ نہ دیا جائے۔

کتاب الہی اور سنت نبوی کو دو متغائر یا مختلف چیزیں سمجھنا نہایت سخت غلطی ہے جس طرح کہ اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کو دو الگ الگ اطاعتیں سمجھنا حماقت ہے۔ اگر کوئی شخص کوئی ایسی حدیث پیش کرے جو قرآن مجید کے کسی حکم اور تعلیم کے مخالف



و متضاد ہو تو اس حدیث کو بلا خوف رد کر دیا جائیگا اور اسکو وضعی یعنی جھوٹی حدیث سمجھا جائیگا اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی شان سے یہ سراسر لعید اور قطعاً محال ہے کہ وہ حکم الہی کے مخالف و متضاد کوئی حکم دیں اور اسلئے بھی کہ قرآن مجید یقینی علم ہے اور حدیث ظنی۔ ہاں! یہ احتیاط ضروری ولازمی ہے کہ حدیث نبوی کو مخالف قرآن قرار دینے میں کسی نادانی، حماقت اور جاہلانہ جلد بازی کو تو دخل نہیں دیا گیا اور غور و تدبر اور تحقیق و تفتیش میں تو کوتاہی نہیں برتی گئی۔ اسی طرح ضرورت کے وقت علماء ربانی اور قرآن و حدیث کے زیادہ جاننے والوں کے قیاس و اجتہاد سے فائدہ اٹھانا بھی ہرگز خدا اور رسول کی اطاعت کے منافی و مخالف نہیں ہے بلکہ خدا و رسول ہی کے حکم کی تفصیل ہے۔ علماء خدا و رسول ہی کے احکام معلوم کرنے چاہئیں نہ خود ان علماء کے اپنی طرف سے تجویز کردہ حکام یہ تو کسی طرح بھی تسلیم نہیں ہو سکتا کہ کتاب و سنت کو قابل انتفاع چیز ٹھہرا کر اور علماء کے قیاس و اجتہاد ہی کو اصولی اور حقیقی چیز قرار دیکر تدبر فی القرآن کا دروازہ مقفل کر دیا جائے اور علماء کے قیاس و اجتہاد کو قرآن مجید کا قائم مقام بنا کر اور خود اپنے دلوں پر بھی قفل لگا کر ضرورت قرآن سے حقیقتاً انکار کر دینا جائز ہی نہیں بلکہ ضروری سمجھ لیا جائے۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا (محمد - رکوع ۱۳) | کیا یہ لوگ مطالب قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگ گئے ہیں۔

علماء سے اجتہاد میں غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں لہذا ان کے اجتہاد و فتاویٰ کو کتاب اللہ کی طرح اصولی چیز ہرگز نہیں مانا جاسکتا۔ محض جتنے بندی اور ہجر قرآن کا نتیجہ ہے کہ لوگوں نے اپنے اپنے ائمہ و علماء کے اجتہاد و قیاس کو اصولی چیز اور قیاس علیہ قرار دیکر قیاس پر قیاس کرنا شروع کر دیا اور کتاب و سنت سے براہِ عمل دور ہو کر اپنے دلوں کو سخت اور سیاہ بنا لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دین کا سیکھنا بہت آسان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا کہ الدِّینُ یُسْتَأْجَرُ بِمَا نَحْنُ صَحَابَةُ کَرَامِ رَضَوْنَ اللہَ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ کو دین کے سیکھنے میں کوئی دشواری اور مشکل پیش نہیں آئی۔ صحابہ کرامؓ میں اعلیٰ

درجہ کے اشرف قریش اور عرب کے مشہور ذہین و ذکی و مدبر لوگ بھی شامل تھے اور معمولی طبقے کے بدوی، غلام اور مزدوری پیشہ حضرات بھی جو اسلام لانے کے بعد سب کے سب ہی عالم شریعت کے لئے مقتدا، پیشوا اور خیم ہدایت بن گئے۔ ان میں سے کبکو بھی دین کے سیکھنے میں کوئی وقت پیش نہیں آئی۔ وہ قرآن مجید کو پڑھتے اور سنتے اور ساتھ ہی اس پر عمل بھی کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اولین فرض دین اور قرآن مجید کا سکھانا تھا اور آپ ہی کے طرز عمل کو پیش نظر رکھ کر صحابہ کرامؓ نے دوسروں کو قرآن مجید اور اسلام سکھایا ان کو بھی دین اسلام کے سکھانے اور قرآن مجید کے سمجھانے اور اس پر عمل کرانے میں کوئی وقت پیش نہیں آئی۔ اس ابتدائی زمانہ یعنی خیر القرون کے مسلمان بہترین مسلمان تھے۔ اور ان کا اسلام بہترین اسلام تھا۔ یہ لوگ خود قرآن مجید اور سنت نبوی پر عمل کرنے اور جن کو اسلام سکھاتے انہیں بھی عمل کراتے اور کبکو کوئی دشواری پیش نہ آتی۔ اسلام عمل کرنے کے لئے نہایت ہی آسان مذہب ہے۔ وہ لوگ نہ آجکل کے فقہی مباحث سے آشنا تھے نہ ہزارہا فقہی اصطلاحات اور مویشگافیوں سے کوئی واسطہ رکھتے تھے نہ ان کے پاس منطق و نحو کی کتابیں تھیں نہ فلسفہ و علم کلام کے دفتر انھوں نے کھنگالے تھے۔ ان کے پاس قرآن مجید کے سوا کوئی کتاب نہ تھی اور سنت رسول کے سوا وہ کسی چیز کے محتاج نہ تھے جس دن سے لوگوں نے کتاب الہی اور سنت نبوی سے بغاوت اختیار کی اور نئی نئی شرطیں اور نئی نئی چیزیں گھڑ کر اسلام کے لئے ضروری قرار دیدیں اسی دن سے دین کا سیکھنا دشوار اور مشکل کام ہو گیا اور اس آسان دین کو مشکل اور دشوار تر بنا دیا گیا۔ قرآن مجید کو بتدیج سرکاتے سرکاتے اور ہٹاتے ہٹاتے پس پشت پہنچا دیا۔ اور اپنے اپنے بزرگوں اور استادوں کے انسانی کلام اور انسانی کلمات اور انسانی مصنوعات کو اصل دین قرار دیکر سرسری چشم بنالیا گیا جس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا چاہیے تھا کہ بہت سے جتنے اور فرقے اور گروہ پیدا ہو گئے اور وہ دین جو توحید کامل سکھانے اور وحدت انسانی قائم کرنے آیا تھا منبع اختلاف و فخر و شقاق و افتراق بن گیا۔ ہر فرقے اور ہر حلقے نے اپنی توقیت ثابت کرنے کے لئے ہزار ہا کتابیں لکھ ڈالیں اور ہزار ہا

جدید اصطلاحیں ایجاد کر لیں اور ایک ایسی چیز کا نام علم دین رکھا گیا جسکو دین سے کوئی واسطہ نہیں۔ قرآن مجید میں تدبیر کر نیکی آجکل کے عالموں اور متقیوں کو کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ فقہی مجادلات اور موٹو شکافیوں میں عمریں صرف کرنے کے بعد بھی یہ لوگ اسلام اور حقیقت اسلام سے کوسوں دور و مچھو رہی رہتے ہیں۔ مدرسہ سے سرپرستار فضیلت باندھے ہوئے نکل آتے ہیں لیکن تعلیم قرآنی اور اخلاق نبویؐ سے ان کا قلب بالکل خالی اور دماغ بالکل کورا ہی رہتا ہے۔ **إلا ما شاء اللہ**۔

صحابہ کرامؓ میں بعض ایسے ایرانی و رومی و حبشی حضرات شامل تھے جو اسلام لانے سے پہلے ہی عربی زبان سمجھ سکتے تھے۔ لیکن انھوں نے عربی زبان سیکھنے کے لئے صرف و نحو کی کتابیں نہیں پڑھی تھیں نہ اس زمانہ میں ان کتابوں کا وجود تھا نہ معانی و بلاغت و بدیع کے فنون ایجاد ہوئے تھے۔ تابعین اور تبع تابعین میں تو بڑی ہی عظیم الشان تعداد غیر عرب لوگوں کی شامل تھی۔ اور یہ سب لوگ دین کے بہترین عالم اور برگزیدگان اہلی میں سے تھے۔ ان غیر عرب بزرگوں کے متعلق ہرگز ہرگز ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے اول عربی زبان سیکھنے میں پندرہ پندرہ اور سیس سیس سال تک صرف و نحو کی کتابیں پڑھیں اور بیان و معانی کے کورس ختم کئے اور منطق و فلسفہ کے دقائق اور زواہد ثلاثہ حل کر لینے کے بعد سندیں حاصل کر لیں۔ تب ان کو قرآن مجید کے پڑھنے اور اس میں تدبیر کر نیکی اجازت دی گئی تھی۔ بلکہ انھوں نے تو شروع ہی سے قرآن مجید کا سمجھنا اور ساتھ ہی اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ مادری زبان کے سوا ہر ایک دوسری زبان کے سیکھنے میں محنت ضرور برداشت کرنی پڑتی ہے لیکن عربی زبان بالخصوص قرآن مجید کی زبان تو اسلام سیکھنے کے ساتھ ہی ساتھ ہر مسلمان تھوڑی سی توجہ اور معمولی سی محنت کو کام میں لا کر سیکھ سکتا ہے۔ اور صدر اسلام کے غیر عرب مسلمانوں نے اسی طرح سیکھی تھی ہر مسلمان کو سب سے پہلے کلمہ طیبہ اور الحمد للہ شریف یاد کرنے کے ساتھ ہی ان کے معانی بھی یاد کرنے پڑتے ہیں۔ پھر نماز کی تمام دعائیں اور قرآن مجید کی چھوٹی چھوٹی سورتیں یاد کرنا اور ان کا مطلب سمجھنا ضروری ہے۔ **السلام علیکم اور وعلیکم السلام** سے لیکر جمعہ کے خطبہ

مسنونہ اور خطبہ نکاح تک کا ترجمہ و مطلب ہر مسلمان کو جاننا چاہئے۔ رات کو سوتے وقت آیتہ الکرسی سورہ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں صبح سو کر لکھنے کی دعائیں۔ پاخانہ میں جانے اور وہاں سے خارج ہو کر نکلنے کی دعائیں۔ مسجد میں داخل ہونے اور مسجد سے نکلنے کی دعائیں۔ نمازوں کے بعد کی دعائیں غرض ہر ایک عامی مسلمان کو بھی عربی زبان کے بکثرت جملات اور قرآن مجید کی بہت سی آیات زبانی یاد ہوتی ہیں اور ان کے معانی و مطالب سے بھی اسکا آگاہ و واقف ہونا لازمی ہے۔ پھر کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ اسکے لئے اور ترقی و کوشش کر کے سارے قرآن مجید کا پڑھنا اور سمجھنا ناجائز اور گناہ ہے۔ یا قرآن مجید کا سمجھنا ایراد شوار اور کٹھن کام ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا مشکل کام نہیں اور اس لئے مسلمانوں کو سب کچھ پڑھنا اور سیکھنا چاہئے مگر قرآن مجید کے سمجھنے اور اس میں تدبیر کرنے کا نام بھی نہیں لینا چاہئے۔ فیاللعجب۔

کن کن لوگوں نے اور کیوں مسلمانوں کو قرآن مجید سے دور و بچور رکھنے کی کوشش کی ہے اسکا حال اصل کتاب میں آئیگا۔ میں اسوقت اس طرف توجہ دلاتا ضروری سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں کو خود قرآن مجید کا فیصلہ اس معاملہ میں معلوم کرنا ہو کہ وہ کس قدر آسان کتاب ہے اور اسکا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا بہت ہی آسان ہے وہ برزخ دار مولوی محمد ادیس خاں کا مصنفہ رسالہ سو سو مہ لا الہ الا اللہ ملاحظہ فرمائیں جس میں ایک فصل کا عنوان ہے کہ ”کیا واقعی قرآن مجید کا سمجھنا سخت دشوار ہے“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید کی تعلیم دیتا اور قرآن مجید کی تعلیم پاتا ہے۔“ (رواہ احمد)

اس لئے کہ قرآن مجید اپنے رنگ میں رنگین کر کے دین و دنیا کے انتہا ہات بتاتا اور وحدت و مرکزیت پیدا کرتا ہے اور افراق و شقاق کے تمام دروازہ و نگو بند کر کے نوع انسان کو اسکی سعادت تک پہنچا دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ”اس قرآن ہی کے ذریعہ خدا نے تعالیٰ قوموں کو رفعت و برتری عطا کرنا اور جو اس قرآن کو چھوڑ دیتے ہیں انکو ذلت و پستی میں ڈال دیتا ہے۔“ (رواہ مسلم)

پھر فرمایا کہ ”ماہر بالقرآن ہمراہ سفرہ کراٹم برہہ کے ہوگا“ (رواہ البخاری) پھر فرمایا کہ ”جو کوئی قرآن مجید کو اپنا امام بنالیتا ہے قرآن اسکو حنت کی طرف کھینچ کر لیجاتا ہے اور جو کوئی اسکو پس پشت ڈال دیتا یعنی اس کی طرف سے بے التفانی وغفلت اختیار کرتا اور اسپر عمل نہیں کرتا وہ اسکو دوزخ کی طرف لیجاتا ہے“ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) پھر فرمایا ”جس نے قرآن مجید پڑھا اور اسپر عمل کیا اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائیگا جسکی روشنی سورج کی روشنی سے بہتر ہوگی لہذا اسکی نسبت خود بخود لو جس نے اس پر عمل کیا“ (رواہ ابوداؤد) پھر فرمایا ”سب سے بہتر لوگ میری امت کی حاملان قرآن اصحاب لیل ہیں“ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) پھر فرمایا ”قرآن مجید کو پڑھو اور اس پر عمل کرو اور قرآن سے روگردان نہ ہو اور اسمیں غلو نہ کرو اور قرآن کے ذریعہ سے نہ کھاؤ اور زیادتی نہ کرو“ (رواہ احمد والطبرانی) پھر فرمایا ”جو شخص قرآن مجید پڑھے اسکو چاہئے کہ اللہ سے مانگے قریب ہے کہ ایسے لوگ آئینگے جو قرآن پڑھ کر لوگوں سے سوال کریں گے“ (رواہ الترمذی) ہمارے زمانہ کے حافظوں کو جو روپیہ ٹھہر کر تراویح میں قرآن سناتے ہیں عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ پھر فرمایا کہ ”جس نے قرآن پڑھ کر لوگوں سے روزی طلب کی وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئینگا کہ اس کے منہ پر ہڈیوں کے سوا گوشت بالکل نہ ہوگا“ (رواہ البیہقی)

اگر قرآن مجید کے پڑھنے اور سمجھنے میں کچھ مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے تو وہ محنت اور مشکلات ہرگز ہرگز ناقابل برداشت اور مالایطاق نہیں ہیں اور قرآن مجید کے ترجموں اور تفسیروں کی موجودگی میں تو یقیناً آسانی سے تبدیل ہو چکی ہیں۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خود خدائے تعالیٰ نے ہر مسلمان پر علم کا یکساں فرض ٹھہرا دیا ہے اور قرآن مجید کے علم سے زیادہ کوئی دوسرا علم ضروری بھی نہیں ہو سکتا تو حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے زمانہ کے نام نہاد علماء اور عالم نما جاہلوں کو اس بات کی جرأت کس طرح ہوئی کہ انھوں نے لوگوں کو قرآن مجید سے دور و بھور رکھنے کے لئے یہاں سے بھٹا دئے اور اپنے غماہوں، جیوں، اور فضیلت کی سندوں کو ملکیتِ علم دین کی دستاویزیں

بنا کر باوجود اسکے کہ خود حقیقت دین اور علم دین سے جاہل ہوتے ہیں باقی تمام مسلمانوں کو بھی جاہل و غافل رہتے پر رضا مند اور مجبور کر دیا اور حسب طرح ہندوؤں میں برہمنوں کی قوم نے اپنے مذہبی علوم کو اپنی جاگیر بنا کر باقی ہندو قوم کو مذہبی اعمال و عبادات میں اپنا دست نگر بنالیا ہے اسی طرح انھوں نے بھی اپنی جاگیر اور نمبر داری محفوظ کر لینے کی نامعقول و ملعون کوششیں کر کے عام مسلمانوں کو حقیقت اسلام سے بہت دور ڈال دیا ہے۔

اکبر شاہ خاں  
۱۵ اربو ۱۹۳۵ء  
نجیب آباد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَامِدًا وَصَلِّا

# العلیگار

## علم اور علماء

علم کے معنی ہیں کسی چیز کا معنی اسکی حقیقت کے ادراک ہونا۔ علم کی ایک تقسیم نظری اور عملی ہے۔ نظری وہ علم ہے جو ادراک کے بعد کامل ہو جاتا ہے۔ اس کے حاصل ہونے کے بعد کسی عمل کی حاجت نہیں رہتی مثلاً توحید باری تعالیٰ کا علم۔ فرشتوں، آسمانی کتابوں، رسولوں کا علم ایسے ہی اور باتوں کی شناخت جو کسی عمل کی محتاج نہیں۔ عملی وہ علم ہے جو بغیر عمل میں آئے کامل نہیں ہوتا جیسے عبادات نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج وغیرہ کا علم یہ اسوقت تک مفید نہیں جب تک عمل نہ کیا جائے۔ علم کی ایک اور تقسیم عقلی اور سمعی ہے۔ عقلی وہ جو غور و فکر سے حاصل ہوتا ہے اور سمعی وہ جو سماعت سے حاصل ہوتا ہے۔ اصطلاح شرع میں علم سے مراد کتاب و سنت کا علم جو ادراک و عمل و عقل و سمع ہر ایک اعتبار سے حاصل ہو خدائے تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

اے رسول ان لوگوں سے کہو کہ کہیں علم والے اور وہ  
جو بے علم ہیں برابر ہو سکتے ہیں؟

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ  
وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۚ (النحل - ۱۶)

پھر فرمایا کہ

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ  
(المائدہ - ۱۳)

اے رسول ان لوگوں سے کہو کہ خبیث اور طیب برابر  
نہیں ہو سکتے۔

پھر فرمایا کہ  
لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ  
(الحشر - رکوع ۳)

وہ لوگ جو دوزخی ہیں اور وہ جنتی ہیں دونوں  
برابر نہیں ہو سکتے۔

پھر فرمایا کہ  
وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَلَا  
الظُّلُمُتُ وَلَا النُّورُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ  
وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ط  
(فاطر - رکوع ۳)

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتا اور  
تہ تاریکی اور روشنی اور نہ سایہ اور دھوپ اور نہ  
زندے اور مردے برابر ہو سکتے ہیں۔

مذکورہ آیات میں خدائے تعالیٰ نے سات چیزوں کی سات چیزوں پر فضیلت کا  
ذکر فرمایا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دوسرے علمائے قایم بالحق کا قول ہے کہ علم  
طیب، جنت، بصارت، نور، ظل، حیات ان ساتوں چیزوں سے مراد علم ہی ہے اور  
ان کے مقابل جن سات چیزوں کا نام لیا ہے ان ساتوں سے مراد جہل ہے۔ اور  
ساتوں مثالوں میں حقیقتاً علم و جہل کی مساوات کی نفی بیان فرمائی ہے اور قرآن مجید میں  
بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دینے کا جو ذکر فرمایا ہے کہ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ  
تو اس فضیلت و برتری کا سبب بھی علم ہی ہے چنانچہ سات نبیوں کی فضیلت صراحتاً  
یہ سبب علم ہی بیان فرمائی ہے۔ آدم علیہ السلام کو علم نخت و علم صفات اشیاء کی وجہ سے  
فضیلت دی۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (البقرہ - ۳۱)

اور آدم کو سبب چیزوں کے نام یعنی صفات بتا دی

حضرت خضر علیہ السلام کو علم فراست کے سبب فضیلت حاصل ہوئی۔

وَعَلَّمَ آدَمَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (البقرہ - ۳۱)

اور ہر شے کی طرف سے اس کو ایک خاص علم سکھایا۔

حضرت یونس علیہ السلام کو علم تعبیر کے سبب فضیلت حاصل ہوئی۔



وَعَلَّمَ نَبِيَّ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ | اور مجھ کو خواب کی باتوں کی تعبیر بیان کرنی بھی سکھائی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو علم صنعت کے سبب فضیلت عطا ہوئی۔

وَعَلَّمَ نَا صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَكُمْ ۝ (الانبياء-۶) | اور اس کو ہموں کو لوگوں کے لباس جنگ یعنی زرہ کا بنانا سکھایا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم منطق الطیر کے سبب فضیلت ملی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ (ذیل-۲۰) | انھوں نے کہا لوگو! ہم کو ابھی تک علم پرندوں کی بولی بھی سکھائی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو علم توریت و انجیل کے سبب فضیلت حاصل ہوئی۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاتِ | اور خدا اس کو کتاب اور دانائی اور خاص کر توریت و

وَالْإِنْجِيلِ ۝ (ال عمران- رکو ۵) | انجیل سکھا دیا گا۔

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمیع علم اسرار و جمیع علوم عالمیہ کے سبب فضیلت حاصل ہوئی۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۖ | اور تجھ کو ایسی باتیں سکھا دی ہیں جو پہلے تجھ کو

(النساء- رکو ۱۷۷) | معلوم نہ تھیں۔

علمائے ربانی فرماتے ہیں کہ ان سات علموں نے ان سات نبیوں کے ساتھ عجیب نتائج

ظاہر کئے۔ حضرت آدم علیہ السلام اپنے علم کی وجہ سے مسجد و ملائک بنے۔ حضرت خضر علیہ السلام

اپنے علم کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام جیسے عظیم الشان نبی کے استاد و معلم بنے۔ حضرت یوسف

اپنے علم کے سبب قید خانہ سے نکل کر ملک مصر کی وزارت عظمیٰ اور حکومت پر فائز ہوئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے علم کے سبب سلطنت و پادشاہت تک پہنچے۔ حضرت سلیمان

نے ملک سبا کی ذی اقتدار صاحب تخت و تاج اور مالک جاہ و چشم ملک کو اپنا محکم بنایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ماں سے تہمت کو دور کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ختم نبوت و خلافت و شفاعت عظمیٰ کے ساتھ سرفراز ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ۖ

مُسْلِمَاتٍ ۚ (یعنی علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، مرد و عورت۔ امام غزالی رحمہ نے

اس حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے اس سوال کا سب سے بہتر جواب یہ دیا ہے کہ وہ کونسا

علم ہے جس کا سبب سکھنا اور حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ ان کے تفصیل بیان

کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص پر اسی کے حسب حال علوم کا سیکھنا فرض ہو جاتا ہے۔ مثلاً جو کافر  
مسلمان ہو یا جو مسلمان کا لڑکا بالغ ہوا اسپر سب سے پہلے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے معافی  
و مطالب کا جاننا فرض ہو جاتا ہے۔ توحید و رسالت کے متعلق صحیح عقائد کا تسلیم و قبول  
کر لینا۔ خدا و رسول۔ قیامت۔ دوزخ و جہنم۔ جبر و نشر اور خدا نے تعالیٰ کی سب  
صفتوں کا مان لینا ضروری ہے۔ علم کے اس حصہ کو عقائد کہتے ہیں۔ عقائد دل سے تعلق رکھتے  
ہیں اور اعمال جو ارجح سے۔ عقائد کے بعد اعمال کے علم کی دو قسمیں ہیں ایک اوامر کا علم۔  
دوسرے نواہی کا مسلمان ہونے کے بعد ظہر کا وقت آیا تو اسپر نماز کا سیکھنا اور ضروری  
طہارت کا علم حاصل کرنا فرض ہو گیا۔ اسکے بعد جب مغرب کی نماز کا وقت آیا تو اسپر یہ  
جاننا کہ مغرب کی نماز تین رکعتیں ہیں فرض ہو جاتا ہے۔ جب رمضان آئے تو روزہ کے  
متعلق علم حاصل کرنا۔ اگر سونے کے میں دینار اس کے پاس ہیں اور سال بھر اسپر گزر  
گیا تو زکوٰۃ کا علم حاصل کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ گونگے پر زبان کے گناہوں سے واقف  
ہونا فرض نہیں۔ اسی طرح اندھے پر بد نظری کے گناہ اور دیکھنے کے متعلق احکام سے مطلع  
ہونا فرض نہیں۔ لیکن جو آنکھیں رکھتا اور دیکھ سکتا ہے اسپر فرض ہو دقتس علیٰ ہذا۔  
جو آدمی کوئی پیشہ کرتا ہے اس پیشہ کے متعلق علم حاصل کرنا بھی اسپر فرض ہو جاتا ہے مثلاً  
اگر کوئی سوداگر ہے تو سود کے مسائل اور بیع کی شرطیں معلوم کرنا فرض ہے۔ اسی طرح نواہی  
کا علم بھی فرض ہے اور وہ بھی ہر شخص کی حالت کے موافق مختلف ہے۔

جو کام دل سے تعلق رکھتے ہیں ان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک قسم دل کے حالات سے  
تعلق رکھتی ہے اور ایک اعتقادات سے۔ اعتقادات کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ دل کے  
حالات سے تعلق رکھنے والی باتوں کی مثال یہ ہے کہ آدمی کو اس بات کا علم حاصل کرنا فرض  
ہے کہ ریا۔ کینہ۔ حسد۔ تکبر۔ بدگمانی اور اس قسم کی چیزیں حرام ہیں۔ ان سب کا جاننا ہر شخص  
پر فرض عین ہے۔ اسلئے کہ کوئی شخص ان بیماریوں سے خود بخود خالی اور پاک نہیں رہ سکتا  
ان کے علاج کا علم ضروری ہے۔ پس ثابت ہوا کہ بیع و ہب و قرض و طلاق وغیرہ مسائل  
کا علم جو فقہ میں مذکور ہے فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں ہے۔ یہ اسی پر فرض ہے جو ایسے

معاملات سے تعلق رکھنا چاہتا ہو ہر ایک پر فرض نہیں لیکن علم کی وہ قسم جو اعتقادات اور دل کے حالات سے تعلق رکھتی ہے ہر ایک مسلمان پر فرض ہے اور علم حاصل کرنے سے کوئی مسلمان بے احتیاج نہیں ہو سکتا۔ آگے چل کر امام صاحب نے ان لوگوں کے اقسام بیان فرمائے ہیں جو علم ہی کو اپنا پیشہ بنائیں، وہ علم کے سوا اور کوئی شغل اپنی معاش حاصل کرنے کے لئے اختیار نہ کریں اور تمام تر مہمت و کوشش حصول علم ہی میں مرکوز رکھیں۔ ان میں پہلی قسم اُن لوگوں کی ہے۔ جو میراث پانے کے سبب مالدار اور روزی کی طرف سے مطمئن ہیں دوسری قسم اُن لوگوں کی ہے۔ جو قلعہ ہیں اور تنگی و تنگدستی اور فقر و فاقہ کو بکشاہدہ پیشانی اور بخوشی برداشت کر سکتے ہیں تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جنکو مسلمان بھائیوں کے ہاتھ سے بلا طلب جائز اور حلال طریقے سے عزت کے ساتھ روزی بہم پہنچ جاتی ہے۔ ان تینوں کے لئے طلب علم میں مصروف رہنا سب کاموں سے بہتر ہے۔ چوتھا وہ شخص ہے جو معاش نہ رکھتا ہو اور اُسے طلب علم سے دنیا حاصل کرنا مقصود ہو اور بادشاہی روزینہ کے سوا جو حرام یا ظلم سے ہوا لوگوں سے لینے کے سوا اور یا دولت کے ساتھ ہو اور کوئی معاش کی صورت نہ ہو یا جس کسی کو طلب علم سے جاہ و مال مقصود ہو تو ایسے شخصوں کے لئے مناسب یہ ہے کہ جو علم فرض عین ہے اس سے فارغ ہو کر سب ہنر اور دستکاری وغیرہ سیکھیں ورنہ ایسا آدمی دوسرے آدمیوں کے لئے شیطان ہو جائیگا۔ اس کے سبب سے دوسرے لوگ تباہ اور سخت گمراہ ہونگے جو جاہل اسے حرام کا مال لیتے اور حیلے اور تاویلیں کرتے دیکھیں گے دنیا کے حاصل کرنے میں اسکی اقتدار کریگا اور صلاحیت کی نسبت ضلالت لوگوں میں بہت پھیل جائیگی ایسے عالم جتنے کمتر ہوں بہتر ہے دیں کہتا ہوں کہ ہمارے اس موجودہ زمانہ میں عالم علم دین کہلائیوا تو نہیں فی صدی نمونائے تعداد ایسے ہی جاہ طلب اور دنیا طلب لوگوں کی ہے جنکی نسبت امام صاحب فرماتے ہیں کہ ایسے عالم جتنے کمتر ہوں بہتر ہے اور اسی لئے مسلمان تباہ اور سخت گمراہ نظر آتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آدمی کو چاہئے کہ دنیا کو دنیا کے کاموں سے طلب کرے اور خدا کا نام خدا ہی کے واسطے لے۔ دین کے کاموں کو دنیا تلاش نہ کرے اور گوہر آبدار کو نجاست میں آلودہ نہ ہونے دے۔“

پھر آگے چلکر امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ”اس زمانہ کے علماء دنیا کے عالم ہیں یا دین کے اور لوگوں کو ان کی حالت دیکھ کر فائدہ ہوتا ہے یا نقصان اسپر غور کرنا چاہئے۔ یہ لوگ ہرگز دین کے عالم نہیں ہیں اور ان کے حالات دیکھ کر دین کے اعتبار سے مخلوق خدا کو نقصان ہی پہنچتا ہے۔ ہاں! اگر عالم شقی و پرہیزگار ہو اور ایسے علوم پڑھاتا ہو جنہیں دنیا کے غرور و فریب سے ڈرنے کا بیان ہو تو ایسے عالم کی صحبت موجب منفعت ہے بلکہ اسکی زیارت موجب سعادت ہے۔ آدمی اگر وہ علم سکھے جو مفید ہے تو سبحان اللہ یہ سب کاموں سے بہتر ہے اور مفید وہ علم ہے جس سے غفلی کی غفلت اور آخرت کے سنگروں اور دنیا داروں کی حماقت کے حالات معلوم ہوتے اور کبر۔ ریا۔ حسد۔ عجب۔ حرص۔ جب دنیا کی آفت اور اسکا علاج پہچانتا ہے۔ یہ علم دنیا کے لالچی کے حق میں بھی ایسا ہے جیسے پیاسے کے حق میں پانی اور بیمار کے حق میں دوا۔ دنیا کا لالچی جب فقہ اور خلاف مذہب علوم مثلاً منطق و فلسفہ۔ علم کلام اور علم ادب وغیرہ جن سے دنیا کی حقارت ذہن نشین نہیں ہوتی پڑھتا تو اسکی مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی بیمار ایسی دوا کھائے جس سے بیماری اوڑھ بڑھ جائے۔ اسواسطے کہ یہ علوم اکثر حسد۔ ریا۔ فخر۔ عداوت۔ خود رانی۔ مکر۔ جب جاہ و دولت کا تخم دل میں بولتے ہیں اور جب قدر زیادہ پڑھے اسقدر یہ اوصاف ناپسندیدہ و لمیں زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں۔ اگر آدمی ایسے لوگوں سے مصاحبت رکھے جو فقیہ ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں اور علوم خلاف مذہب میں مشغول رہتے ہیں تو ایسا ہو جاتا ہے۔ کہ اگر کبھی اس امر سے توبہ بھی کرنا چاہئے تو اسپر توبہ کرنی دشوار ہوتی ہے۔“

علم سے مراد و حقیقت علم دین ہی ہے جو متعلق ہے کتاب و سنت سے پھر اسکے بھی دو حصے ہو سکتے ہیں ایک سبادی دوسرے مقاصد۔ سبادی وہ علم ہے جسپر معرفت کتاب و سنت کی موقوف ہو مثلاً لغت و صرف و نحو جس سے قرآن مجید و احادیث نبوی کا مطلب سمجھ میں آسکے یا ایسے شفیق و متقی استاد کی تلاش جو قرآن مجید و احادیث نبوی کا صحیح ترجمہ سنا سکے وغیرہ۔ مقاصد وہ علم ہے جو اعمال و اخلاق و اعتقادات سے متعلق ہے۔ اب جو شخص صرف سبادی ہی میں اپنی تمام عمر اور پوری ہمت صرف کر دے اور مقاصد تک نہ پہنچے۔ اور

اعمال و اخلاق و اعتقادات کی تعمیر و اصلاح کا موقع نہ پاسکے وہ خسران زدہ و زیان رسیدہ اور سخت بد نصیب ہے۔ اگر کوئی شخص اردو لکھنا پڑھنا جانتا ہے اور قرآن مجید کی اردو تفسیر اور اردو ترجمہ اسکو دستیاب ہو سکتا ہے اور عربی لغت اور صرف و نحو پڑھتے اور عربی زبان میں بقدر ضرورت و مذاکرات حاصل کیے نہیں اسکو آسانی نہیں اور کئی سال صرف کئے بغیر ضروری مہارت حاصل کرنے کا یقین نہیں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اردو ترجموں اور اردو تفسیروں کے ذریعہ اول قرآن مجید کے مطالب و احکام سے واقفیت بہم پہنچائی میں کوتاہی اور تاہل نہ کرے اور عربی زبان کے سیکھنے کی کوشش بھی جاری رکھے لیکن اگر وہ عربی صرف و نحو کے سیکھنے اور ادبی قابلیت بہم پہنچانے میں مصروف ہو کر قرآن مجید اور احادیث نبوی کے اوامر و نواہی معلوم کرنے سے بے پروا اور ان احکام کی تعمیل سے غافل رہا تو کوئی عذر اسکا جناب الہی میں اسموع و مقبول نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اصل مقصود اعمال و اخلاق و اعتقادات کا سدھارنا تھا۔ محض زبان عربی کا جاننا نہ تھا اگر عربی عربی دانی ہی نجات کے لئے کافی ہوتی تو ابوجہل اور ابولہب سے زیادہ فصیح و صحیح عربی غیر عرب کہاں جان سکتا ہے اور اس زمانہ کا مشہور پادری زویمر اور مصر کے بہت سے عیسائی ہندوستان کے فارغ التحصیل اور سند یافتہ اور سندین عطا کریوالے سولویوں سے زیادہ اچھی عربی بول اور لکھ سکتے ہیں لیکن ان کے اشمال و اخلاق و اعتقادات اسلام اور کتاب و سنت کے خلاف ہیں اور وہ اسلام کے دشمن ہیں۔ اس بیان کی تائید خود قرآن مجید فرماتا ہے جیسا کہ فرمایا

الَّذِينَ عَلَّمُوا الْقُرْآنَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ  
عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ه (الرحمن - رکوع ۱۶)

خدا نے رحمان نے قرآن سکھایا انسان کو پید کیا اور  
اسکو بیان سکھایا۔

اس آیت کے متعلق امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ابتداء قرآن کی تعلیم سے فرمائی۔ اس کے بعد خلق انسان کا ذکر کیا اور اس کے بعد تعلیم بیان کا تذکرہ فرمایا۔ مگر ان دونوں جملوں کے درمیان حرف عطف کو داخل نہیں کیا۔ حالانکہ عام استعمال کے موافق ان جملوں کی ترتیب اس طرح ہونی چاہئے تھی خلق الانسان و علمہ

البیان و علمہ القرآن۔ کیونکہ ہمارے دیکھنے میں انسان کی پیدائش مقدم ہے۔ اسکے بعد گفتگو کرنا سیکھتا ہے اور اسکے بعد قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے۔ لیکن جب تک انسان قرآن کے ساتھ خصوصیت پیدا نہ کرے وہ حقیقتاً انسان نہیں کہا جاسکتا لہذا قرآن سے ابتداء کی اور اسکے بعد خلقت انسانی کا ذکر کیا تاکہ لوگوں کو آگاہی حاصل ہو جائے کہ وحقیقت آدمی کو قرآن ہی کی تعلیم کے ذریعہ انسان بنایا گیا ہے اور اس کے بعد علمہ البیان کا جملہ ذکر کر کے تنبیہ کر دی کہ وہ میان حقیقی جو انسان کے ساتھ مخصوص ہے قرآن سے واقفیت ہمہ بخانی کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔ لہذا اس خاص ترتیب سے حرف عطف (واو) کو ترک کرنے کے ضرور کر دیا کہ یہ سارا جملہ اپنے پیچھے چلے پر عطف نہیں بلکہ اسکا بدل واقع ہوا ہے اور اسکا مدعا یہ ہے کہ ہر وقت تک انسان عبادت کے طریقوں سے آگاہ اور اس سے مخصوص نہ ہوگا وہ انسان نہیں کہا جاسکتا اور جب تک اسکا کلام شرع کے موافق نہ ہوگا اس وقت تک اسے بیان نہیں کہینگے۔“

جن کے دل میں قرآن مجید کے ذریعہ علم اور تقرب الہی حاصل کر نیکا جوش ہوتا ہے خدا تعالیٰ ان کے لئے ضرور آسانی پیدا کر دیتا ہے جیسا کہ فرمایا

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا  
اور جن لوگوں نے ہمارے معاملہ میں یعنی ہمارا تقرب حاصل کرنا کو کوششیں کیں ہم ان کو ضرور سبیل دکھائی گئے۔  
(العنکبوت - ۷)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی شخص کو تحصیل علم کے متعلق مشورہ دیتے ہوئے صحیفہ الغزالی میں لکھا ہے کہ ”تم کسی علم کی تکمیل و تحصیل میں مشغول ہونے سے پیشتر یہ سوچ لیا کرو کہ اگر آئندہ ہفتہ میں تمہارا اس جہان سے انتقال ہو جائے تو یہ علم اس دوسرے جہان میں تمہارے کام آئے سوا کیا علم نہ علم عوض ہے نہ انشاء نہ علم اختلاف مذاہب نہ اصول نہ علم کلام وغیرہ“  
اوپر جو کچھ بیان ہوا اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ علم جو ہر شخص پر فرض عین ہے۔ قرآن مجید ہی کے ذریعہ حاصل ہو سکتا اور قرآن مجید ہی دل کی بیماریوں کا صحیح علاج کرتا اور قرآن مجید ہی کے ذریعہ اعتقادات کی صحت کمال کو پہنچ سکتی ہے۔ یوں سمجھنا چاہئے کہ اصطلاح شرع میں علم قرآن ہی کا نام علم ہے اور جو شخص قرآن مجید کا زیادہ علم رکھتا ہے وہی عالم علم ہے۔

سچ پانچہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا

وَكُنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَةُ  
حَتَّىٰ تَشَبَّحَ مَلَأَهُمْ طَقْلًا إِنَّ هُدَىٰ اللَّهِ  
هُوَ الْهُدَىٰ ط وَلَكِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَ هُمْ  
بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ  
مِنَ اللَّهِ مِن دَلِيلٍ وَلَا يُصِيرُهُ

(البقرہ - رکوع ۱۴)

کار ساز و مددگار نہ ہوگا۔

یہودی بھی اور نصاریٰ بھی لے رسول تجھے ہرگز رضامند نہ  
ہوں گے جب تک کہ تو ان کے مذہب کی پیروی نہ کرے انہی کہتے  
کہ اللہ کی ہدایت ہی کامل ہدایت ہے اور اگر تو اپنے پاس  
علم کے آجانے کے بعد ان کی گری ہوئی خواہشات کی پیروی  
کرے گا تو پھر تیرے لئے خدا تعالیٰ کی سزا سے بچنے والا کوئی  
کار ساز و مددگار نہ ہوگا۔

اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید ہی کا نام علم فرمایا  
ہے اور قرآن مجید ہی کے جاننے والے اور اس پر عمل کرنے والے کو عالم کہا جاسکتا ہے نہ  
اسکے غیر کو۔ پھر فرمایا

وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا  
مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا يُمَانُ وَلَكِنَّ  
جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ  
عِبَادِنَا ط وَأَنَّا لَتَهْدِيَنَا إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ  
(الشوری - ۵)

اسی طرح ہمیں اپنی عظمیٰ ایک روح یعنی قرآن بندیدہ وحی  
تیری طرف بھیجے گی جالیکہ تو کتابت ایمان کسی سے بھی آگاہ  
نہ تھا لیکن ہم نے اس قرآن کو نور بنا دیا ہے کہ اپنی بندہ غیر  
سے جسکو جاتو ہیں اسکے ذریعہ سے راستہ دکھاتے ہیں اور  
اس میں شک نہیں کہ اس رسول تو بھی سیدنا ہی راستہ بتاتا ہی۔

اس آیت سے بھی صاف ثابت ہوا کہ علم قرآن مجید اور اسوۂ نبوی ہی میں ہے اور عالم  
ہی ہے جو کتاب و سنت کا جاننے والا ہے۔ قرآن مجید ہی کے ذریعہ خشیت پیدا ہوتی ہے  
جیسا کہ فرمایا

لَوْ أَنزَلْنَاهُ هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ  
خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ط  
(الحشر - ۱۶)

اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارا ہوتا تو اسکو دیکھ لیتا  
کہ وہ خدائے خوف سے جھک گیا اور پھٹ پڑا ہوتا۔

خدا تعالیٰ سے تو اسکو ہی بندے ڈرتے ہیں جو عالم ہیں۔

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ط  
(فاطر - ۲۸)

انھیں عالموں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ  
كَفَضْلِ عَلِيٍّ أَدْنَاكَ (رواہ الترمذی) یعنی فضیلت عالم کی عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت  
ہے تمہارے ادنیٰ پر۔ پھر فرمایا ”اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور سب زمین و آسمان والے  
بہاننگ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور بہاننگ کہ مچھلی دریا میں یہ سب رحمت بھیجتے ہیں انہر  
جو لوگوں کو علم سکھاتے ہیں۔“

پھر فرمایا کہ ”ایک عالم کے بہکانے سے ہزار عابد کا بہکانا شیطان پر آسان ہے۔“ پھر  
فرمایا کہ ”جو شخص مرجائے اس حال میں کہ وہ شخص اسلام کے زندہ کرنے کے لئے طلب علم  
میں مصروف ہو تو اس کے اور پیغمبروں کے درمیان جنت میں صرف ایک درجہ کا فرق  
ہوگا۔ (رواہ الدارمی) پھر فرمایا کہ ”علم کا درس رات کی ایک ساعت میں بہتر ہے ساری  
رات کی شب بیداری سے۔“ (رواہ الدارمی) (یہاں درس علم سے مراد درس قرآن ہی ہے)  
پھر فرمایا کہ ”جو شخص طلب علم کے لئے راستہ طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ  
آسان کر دیتا ہے اور جب کچھ لوگ جمع ہو کر خدا کے کسی گھر میں خدا کی کتاب پڑھتے اور آپس میں  
خدا کی کتاب کا درس دیتے اور سنتے ہیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی اور ان کو خدا کی رحمت  
و جانپ لیتی ہے اور خدا کے فرشتے ان کو ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ملائکہ کو بھیج  
کے سامنے ان کا ذکر کرتا اور ان کی خوبی اور اپنان سے رضامند ہونا بیان فرماتا ہے۔“

(رواہ المسلم)

حضرت زیاد بن ابیدری اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ ”آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی خوفناک بات کا ذکر کیا پھر فرمایا کہ یہ بات اس وقت ہوگی  
جب علم دنیا سے جاتا رہیگا میں نے عرض کیا کہ لمے رسول خدا علم کیسے جاسکتا ہے ہم  
سب لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں اور ہماری اولاد اپنی  
اولاد کو پڑھائیگی اور قیامت تک یہی سلسلہ جاری رہیگا۔ آپ نے یہ شکر فرمایا اسے  
زیادہ تھکوتیری ماں روئے میں تو یہ خیال کرتا تھا کہ مدینہ میں تو ایک سمجھدار آدمی ہے۔  
کیا یہ یہود و نصاریٰ تو رینٹ و انجیل نہیں پڑھتے لیکن تو رینٹ و انجیل پر مطلق عمل نہیں کرتے



وہ والا الترمذی وابن ماجہ واحمد والدارمی۔ اس حدیث نے صاف طور پر فیصلہ کر دیا کہ علم قرآن مجید ہی میں ہے اور قرآن مجید کا بھی اگر کوئی شخص عالم ہو اور وہ اس پر عمل نہ کرے تو وہ بھی وحقیقت عالم نہیں جاہل ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ان من العلم جہلہ۔ پھر فرمایا وہ الناس فالغزو متعہ وکرموا کما کرموا۔ یعنی آجی صرف دو ہیں ایک عالم اور دوسرا علم حاصل کرنا والا ان کے سوا باقی سب عوام کا لانا عام ہیں۔

اس فصل میں جو کچھ بیان ہوا اور امام غزالی رحمہ نے جو کچھ تشریح و تصریح فرمائی سب پر غور کر نیسے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ علماء دو قسم کے ہوتے ہیں ایک صحیح مشو میں عالم جنکو علمائے ربانی کہنا چاہئے اور ایک برے اور گمراہ نام کے عالم جنکو علمائے سوا کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی میں ان دونوں قسم کے علماء کا جدا جدا ذکر آیا ہے۔ علمائے ربانی کو علم حاصل کرنے اور جس بات کو خود نہ جانتے ہوں دوسرے سے معلوم کر لینے میں کوئی تاخیر نہیں ہوتا اور وہ جس طرح دوسروں کو علم سکھاتے اسی طرح دوسرے سے علم حاصل کر نیسے خواہاں رہتے ہیں اور اپنے آپ کو علم حاصل کرنے سے مستغنی اور کامل العلم نہیں سمجھتے کیونکہ غلام الغیوب کے سوا اور کسی کا علم کامل نہیں ہو سکتا اور ہر جاننے والے سے پڑھ کر دوسرا جانتے والا ہو سکتا ہے جیسا کہ فرمایا

وخرق کل شیء فی علم قلبی (یوسف - ۹) اور دنیا میں ایک کا تو دل ہی بزرگتر دوسرا جاننے والا ہے

اور فرمایا

وَمَا أَوْتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (بنی اسرائیل - ۱۲) اور تم لوگوں کو بس تو اتنی ہی ساعلم دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجود اسکے کہ ایک عظیم الشان اور جلیل القدر نبی تھے یہ سوا دم کر کے کہ خدا تمہارے لئے اپنے کسی دوسرے نبی کے کو ایسا علم دیا ہے جو ان کو حاصل نہیں خدا کے اس بندے کو تلاش کر کے اس سے کہا کہ

مَنْ أَتَبَعُ مَا يَنْفَعُ أَنْ تَعْلَمَ بِمِثْلِ مَا عَلِمْتَ (الکہف - ۹) کیا میں اس شرط پر آپ کی پیروی کر سکتا ہوں کہ جو اعلیٰ درجہ کی باتیں آپ کو معلوم ہیں وہ مجھے سکھادیں۔

ہر ہر سے یہ شکر کہ

أَحَطَّتْ بِمَا لَمْ تَحِطْ بِهِ (النمل - ۲)

سلیمان علیہ السلام ہمارا ض نہیں ہوئے۔

## قرآن مجید اور علماء

علمائے ربانی کی ایک لازمی شناخت یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کا فہم رکھتے ہیں۔ اور قرآن مجید ہی سے ہر روحانی و اخلاقی بیماری کا علاج تلاش کر سکتے ہیں بخلاف علماء سواد کے کہ وہ قرآن مجید کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ نہ قرآن مجید سے خود نصیحت حاصل کرتے نہ قرآن مجید کے ذریعہ دوسروں کو ہدایت و نصیحت کر سکتے ہیں۔

اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے سمجھانے کے لئے بیان فرماتے ہیں اور سمجھدار لوگ ہی ان کو سمجھتے ہیں۔

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لَضَرِبَ لَهَا لِلنَّاسِ وَمَا يُعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ (الأنکبوت - ۴)

اور فرمایا

مَنْ أَعْلَمَ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ  
بِجَارٍ فَكَتَبْنَا لَهُ الْفُرْقَانَ مِنْ تَحْتِهَا وَمَعِينُهُ  
(ق - ۱۳)

اور فرمایا

لَتَبْعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا  
مِنْ دُونِهِ أَوْ لِيَأْخُذَ قَلِيلًا مِمَّا تَدَّكُرُونَ  
(الاعراف - رکوع ۱)

اور فرمایا

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ الْبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ  
إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ  
(النحل - رکوع ۶)

اور لے رسول یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں اور تو انکو ذبردستی مسلمان بنانا ولا فائدہ نہیں تجھکو تو یہی چاہی کہ جو شخص ہمارا خدا کا ذکر کرے اسکو قرآن مجید کی نصیحت ملے

لوگو یہ قرآن جو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے نازل ہوا ہے ایسی پیروی کرو اور خدا کے سوا اپنے بنائے ہوئے کارسازوں کی پیروی نہ کرو مگر تم لوگ تو بہت ہی کم نصیحت یاب ہوتے ہو۔

اور لے رسول ہر تجھ پر یہ قرآن اسلئے نازل کیا ہے کہ لوگوں کی طرف جو احکام بھیجی گئی ہیں تو انکو اچھی طرح سمجھا کر اور انکو وہ بھی ان باتوں کو سوجھیں۔

قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے قرآن مجید ہی کو علم فرمایا ہے جیسا کہ اوپر کی فصل میں سورہ بقرہ رکوع ۴۴ کی آیت وَلَئِنْ أَتَبَعْتَ أَهْوََاءَ هَٰؤُلَاءِ هُفِّدَ لَكَ نَفْلٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ فَتَبِعْتَهُمْ بَعْدَ مَا كُنْتَ عَصِيًّا اُنْزِلْ عَلَيْهِمْ نَارًا مِّنْ سَعْدِیْنِ کہیں رکھتا وہ عالم کہلانے کا مستحق ہی نہیں۔

صحیح نسائی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”سب آدمیوں سے بدتر وہ فاجر آدمی ہے جو قرآن مجید کو پڑھتا ہے مگر اس کے احکام میں غور و فکر نہیں کرتا“

علماء سورہ کا عام طور پر یہ مقولہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید بھلا کسی سمجھ میں آسکتا ہے قرآن مجید کے سمجھنے کو تو بہت سے دوسرے علوم میں اول دستگاہ کامل حاصل کر لینے کی ضرورت ہے پھر بھی ہر ایک عالم کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ حالانکہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ

ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو ملنا اور جتنی اپنی بندہ پر قرآن نازل کیا اور ہمیں کسی طرح کی کمی نہیں رکھی بالکل سیدھی بات ہے تاکہ خدا کی طرف سے جو عذاب شدید کا فروغ کو پہنچا دے اس سے ڈرے اور مومن کو خوشخبری سنائے۔

اَحْمَدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہٖ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًاہٗ یَقِیْمًا لِّیُنْذِرَ بَاسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْہٗ وَیُنَبِّئَ الْمُؤْمِنِیْنَ (الکہف - ۱)

اور فرمایا

اور البتہ ہجو قرآن مجید کو لوگوں کے فصاحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے بس کوئی ہے جو فصاحت حاصل کرے

وَلَقَدْ یَسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِلَّذِیْنَ هَٰؤُلَاءِ مِنْ مَّدَکِبٍ (القلم - رکوع ۱)

خدائے تعالیٰ کے کلام میں بغیر تاکید کے بھی کسی طرح کا شک نہیں ہو سکتا تھا لیکن اس آیت کی کوئی تاکیدیں موجود ہیں تاکہ قرآن مجید کے آسان ہونے میں کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہ سکے اور اللہ کی فرمائش کسی کے لئے یہ کہنے کا موقع بھی باقی نہیں رکھا کہ صرف حفظ یاد کرنے کے لئے آسان ہے سمجھنے کے لئے آسان نہیں۔ چونکہ اس مضمون کی آیات پہلے بیان ہو چکی ہیں لہذا یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں حضرت مولینا ولایت علی صاحب عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اول سید صاحب بریلوی نے اپنے ایک رسالہ میں قرآن مجید کے آسان ہونے کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے اسکا ترجمہ بطور خلاصہ ذیل میں درج کرتا ہوں وہ فرماتے ہیں کہ

”قرآن مجید ان حضراتِ علم اور ان کے اصحاب کے علم پر نازل ہوا تھا اور یہ اچھے تھے اور یہی اچھے یعنی ان پر نہ لوگ مخاطب بالذات تھے یا تو لوگ تو ان کے تابع اور طفلی ہیں اور قرآن مجید کی سب مثالیں اور محاورات عرب کے ایسے کے عرف و عادات کے موافق ہیں اور قرآن مجید کے ساتھ کوئی تفسیر نہیں اتری تھی پس اگر ان پر نہ لوگوں کی سمجھ قرآن کے سمجھنے میں کفایت نہیں کرتی تو صحابہ کیونکر اسکو سمجھتے اور حکم بجالاتے تھے قرآن مجید کو مشکلی کہنا آیت وَلَقَدْ آتَيْنَا الْقُرْآنَ اِنْ لَدَيْكَ كِتَابٌ فَهَلْ مِنْ مَتَدَاكِرَہ کا منکر ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ نگلے زمانہ کے قاریوں پر رحمت کرے کہ قرآن مجید میں ایسا دیکھ صرف و نحو سیکھنے کی حاجت رفع کر دی اور بن لوگوں کو قرآن مجید پڑھنے سے اسکے احکام کا بجالانا مقصود ہوتا ہے انکی نظر بے فائدہ باریکیوں کی طرف نہیں جایا کرتی بعض لوگوں کو قرآن مجید پڑھنے سے اپنی نفس کو باریکیاں نکالنے والے غائبو گروہ میں شامل کرنا مقصود ہوتا ہے عمل کرنا منظور نہیں ہوتا۔ دیکھو جب دنیا کے حاکموں کے پاس یہ پروانہ آتا ہے تو بوجہ دیکھ اسکا ہر ایک لفظ بہت سی باریکیوں کا احتمال رکھتا ہے اور اس کے ہر ایک جملہ میں علمی باریکیوں کا ارادہ کیا جاسکتا ہے لیکن رعایا میں سے کوئی شخص خواہ پڑھا لکھا ہو یا اچھے سوائے حکم دریافت کرنے کے دوسری طرف نظر نہیں کرتا کیونکہ مقصود اس پروانہ کو کام کا انجام دینا اسے اپنے ذہن میں چھہرا لیا ہے بخلاف شعر اور غزل کے کہ اس سے کسی کام کا بجالانا مقصود نہیں ہے لہذا ذہین لوگ اسکی عبارت کی باریکیوں میں فکر دوڑاتے اور ایک کلمہ میں بہت سے مختلف معانی پیدا کرتے ہیں۔ اور قرآن وحدیث کا ترجمہ اکثر زبانوں میں موجود ہے کہ غیر عرب لوگوں کو الفاظ کے مطالب معلوم کیے نہیں کوئی وقت پیش نہیں آتی۔ دوسری کتابیں جیسے کافیہ، مطول، کافیہ، ہدایہ، قاسوس، کشاف وغیرہ ان کے احوال میں اب ذرا غور و تامل کرنا چاہئے کہ کس قدر ان کی عبارتیں ستین اور اشارتیں دقیق ہیں کہ کامل طور سے ایک کتاب کے سمجھنے میں ایک آدمی کی عمر صرف ہو جاتی ہے؟

جیسا کہ جانتے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن قیامت کے روز تو اسی کتاب و سنت کے متعلق سوال ہوگا دوسری کتابوں کے متعلق نہیں ہوگا۔ یاد رکھو کہ دوسری کتابوں کا دیکھنا یا تو منع ہے یا منفعت سے خالی ہے انسان کو حجاب کہ علم ضروری اور غیر ضروری میں فرق اور اعلیٰ کو ادنیٰ سے جدا کر کے جو ضروری اور اعلیٰ ہو اس کو پہلے اختیار کرے بعد اس کے اگر وقت اور موقع پائے تو جس کتاب کی طرف اسکی طبیعت مائل ہو اسکی سیر کر نہیں مشغول ہوئے

علماء و سوا ہمیشہ قرآن مجید سے کتراتے اور قہے کہانیوں جھوٹی روایتوں یا اپنے بزرگوں اور استادوں کے اقوال کو کتاب و سنت پر ترجیح دینے کے عادی ہوتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ”میں نے تم میں دو واعظ چھوڑے ہیں ایک خاصوش یعنی موت اور دوسرا گو یا یعنی قرآن مجید“ قرآن مجید سے ہجر اور بے تعلقی اختیار کر لینے کے سبب صرف یہی نہیں کہ ہم قرآن کی صلاحیت کھودیتے ہیں بلکہ وہ قرآن مجید کے مخالف بھی ہو جاتے ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے

إِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ  
دَفْعًا إِذَا إِلَهُهُمْ وَقَلَّ ذِكْرُ اللَّهِ وَإِن تَدْعُهُمْ إِلَى  
الْهُدَىٰ فَلَن يَهْتَدُوا إِذًا أَبَدًا  
(الکہف - ۸)

ہم ہی نے انکی بد اعمالیوں کے سبب ان کو دل پر چڑے ڈال دیئے ہیں تاکہ یہ کلام الہی کو سمجھ نہ سکیں اور ان کو کافروں میں ایسا طرح کی گرائی پیدا کر دی ہو کہ اس کو سن نہ سکیں اور اگر تو ان کو اس ہدایت کی طرف بلائے تو یہ کبھی ہدایت یاب ہونے والے نہیں۔

اور فرمایا

وَإِن لَّمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَمَحْيَوْنَ فَيُوقَوْنَ عَذَابَ  
الْأَلَمِ قَدْ يَمُرُّ (الاحقاف - رکوع ۲)  
بَن كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَيُطَوَّلُ عَذَابُهُمْ وَلَمَّا  
يَا إِلَهُهُمْ تَأْوِيلُهُ (یونس - ۳)

اور جب قرآن مجید کے ذریعہ یہ لوگ ہدایت یاب نہ ہوئے تو اب یہی کہیں گے کہ یہ تو ایک قیدی جھوٹ ہو۔ بلکہ یہ لوگ اس چیز کو بھلانے لگے جس کے سمجھنے پر انکو دشر منعمی اور ابھی تک اسکی تصدیق کا موقع ہی انکو پیش نہیں آیا۔

علماء و سوا عموماً قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھتے اور اپنی نگاہ اور خوش آوازی کی کمالات دکھانیکا ذریعہ تو قرآن مجید کو بنا لیتے ہیں لیکن اس کے معانی و مطالبات

احکام کے سمجھنے اور ان احکام پر عمل کرنے سے کوئی سروکار نہیں رکھتے اور بعض اپنا وعظ شروع کرنے سے پیشتر کسی خوش الحان حافظ سے کوئی رکوع پڑھوا لیتے اور اس طرح سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے قرآن مجید کا حق ادا کر دیا۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے کیمیائے سعادت میں ایسے لوگوں کی نسبت لکھا ہے کہ

و دے عزیر اس بات سے آگاہ ہو کہ جسے قرآن مجید پڑھا اسکا بڑا اور چھوٹا  
چاہئے کہ قرآن شریف کی عزت کا خیال رکھے ناٹالیستہ باتوں سے بچا۔ ہر روز  
معاذ اللہ اس بات کا خوف ہو کہ سب اقرآن شریف اسکا دشمن ہو جائے اور کل  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”سیری است میں منافق اکثر قرآن خواں  
لوگ ہونگے“ حضرت ابوسلیمان دارانی کا قول ہے کہ دونوں کافرشتہ سب  
فرشتوں کی نسبت منفرد قرآن خوانوں کو جلد پکڑ لیا۔ توریت میں لکھا ہے کہ حق  
سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بندے تجھے شرم نہیں آتی کہ اگر  
تیرے بھائی کا خط تجھے پہنچے تو تو اگر راستے میں ہوتا ہے تو پھرجاتا ہے یا  
راستے سے الگ ہو بیٹھتا ہے اور اسکا ایک ایک حرف پڑتا ہے اور اسمیں غور  
و تامل کرتا ہے اور یہ کتاب سیرا خط ہے تجھے میں نے لکھا کہ تو اسمیں غور و تامل  
کرا اور تو اس پر کار بند ہو مگر تو اس سے انکار کرتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اور  
پڑتا بھی ہے تو غور و تامل نہیں کرتا حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگلے  
لوگ قرآن مجید کو جانتے تھے کہ حق تعالیٰ کے پاس سے یہ نامہ آیا ہے۔ رات کو  
اسمیں غور و تامل کرتے اور دن کو اس پر عمل کرتے تھے تم لوگوں نے اسکا پڑنا  
پڑھنا تو اختیار کیا ہے اس کے حروف کے زیر و بر کو بھی درست کرتے ہو۔ مگر  
اس پر عمل کرنے میں سستی کرتے ہو۔ الغرض قرآن شریف سے مقصود اصلی فقط  
پڑنا ہی نہیں ہے بلکہ اس پر عمل کرنا ہے۔ پڑنا یاد رکھنے کے لئے ہے اور یاد رکھنا  
عمل کرنے کے لئے جو لوگ پڑتے ہیں اور عمل نہیں کرتے انکی مثال ایسی ہے  
جیسے کسی غلام کے پاس اس کے مالک کا پروانہ آئے اسمیں اس غلام کی نسبت

احکام لکھے ہوں وہ غلام بیٹھے اور اس پر روانہ کو خوش آوازی سے پڑھے  
اس کے حروف خوب درست ادا کرے اور ان احکام میں سے جو ایسے لکھے  
ہیں کچھ نہ بجالائے تو یقیناً وہ غلام عقوبت و عذاب کا مستحق ہے۔

## خوف و خشیت الہی اور علماء

انسان کو حقیقتاً صفات باری تعالیٰ کا علم ہوگا اسی قدر وہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے پرہیز  
کرے گا صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا کہ سجدہ میں تمہاری نسبت خدا تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہوں ع  
ہر کہ عارف ترست ترساں تر

قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ اس آیت کا ترجمہ  
و حوالہ اوپر آچکا ہے) دوسری جگہ بہشت کو ڈرنے والوں ہی کا حصہ بتایا اور فرمایا کہ  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُشِعُوا لَهِ الْيَوْمِ الْكَبِيرِ (البینہ) | جنت اور ضلّے الہی انکو ہو جو اپنی رب سے ڈرتے ہیں۔

صفات باری تعالیٰ اور خدا کی ناراضی کے کاموں سے صحیح واقفیت اور گناہوں سے  
بچنے اور پرہیز کرنے کی استعداد اسی شخص میں پیدا ہو سکتی ہے جو قرآن مجید سے واقف  
ہے جسکو قرآن مجید سے تعلق نہیں وہ نہ عالم کہلایا جاسکتا ہے اور نہ اس کے دل میں غلط  
کا خوف پیدا ہو سکتا ہے اور نہ اس کو گناہوں سے بچنے کی ہمت میسر ہو سکتی ہے جس کے  
دل میں قرآن مجید کے پڑھنے اور سمجھنے کے بعد بھی خدا تعالیٰ کا خوف پیدا نہیں ہوا وہ حقیقتاً  
عالم کہلانا نیک مستحق نہیں۔

وہ شخص جسکا سینہ خدا تعالیٰ نے اسلام کے لوگوں میں پھیر دیا ہو اور وہ اپنے  
رکب شعلہ دیدارِ وحی میں جلتا ہو اس شخص کو میرا کہیں ہو سکتا  
ہو جو کفر کی تاریکیوں میں پڑا ہو پس ان لوگوں کو نہ فرسوس ہو نہ گدول  
و نہ اللہ یعنی قرآن مجید کی طرف سے غافل ہو کر سخت ہو گویا ہیں  
یہی لوگ ہیں جو کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں اللہ نے بہت

أَمَّا نَسَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ بِلَا سَلَامٍ فَهَوَىٰ  
عَلَىٰ لُؤْلُؤٍ مِنْ رَبِّهِ طَوْنٌ لِّلْفَاسِيَةِ قُلُوبِهِمْ  
مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ أَوْ لَعَلَّاهُمْ فِي صَدْرِهِمْ مَبِينٌ ه  
اللَّهُ نَزَلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّشَابِهًا  
مُتَابِي تَقْتَضِعُ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ

رَبُّكُمْ مَرَّ تَحَكُّيْنِ جُلُودَهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى  
ذِكْرِ اللَّهِ ط ذَا لِكَ هَذَا اللَّهُ يَهْدِي بِهِ  
مَنْ يَشَاءُ ط وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ  
هَادٍ ۝ (النصر - رکوع ۳)

اور فرمایا

وَلْيَعْلَمِ الَّذِينَ أُذْتُوا الْعِلْمَ أَنََّّهُ الْحَقُّ مِنْ  
رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ  
وَإِنَّ اللَّهَ لَهُ الْإِذْنُ آمِنُوا إِلَى صِرَاطٍ  
مُسْتَقِيمٍ ۝ (الحج - ۷)

اور فرمایا

وَمَنْ يُلِغِ اللَّهُ دُرُوسَهُ وَيَخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقِ  
فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ (النور - رکوع ۷)

ہی اچھا کلام یعنی یہ کتاب کا نام قرآن مجید تھا ماری جبکی باتیں ملتی  
جلتی ہیں اور سمجھنا نیکی کے بار بار دہرائی گئی ہیں لوگ ایسے ہیں جو  
ڈرتے ہیں وہ اس کتاب کی باتوں سے ترساں لڑاں ہو جائیں گے  
جبکہ اول نرم ہو کر کلام الہی کی طرف راغب ہو جائیں یہ قرآن  
ہدایت الہی ہو وہ اس کا صحیح چاہتا ہو ہدایت دیتا ہو اور جو اللہ تعالیٰ کا

اور اسے رسول خدا کو یہ منظور ہو کہ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہو وہ  
جانتے ہیں کہ یہ قرآن برحق ہے جو میرے خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اسے  
ایمان لائیں اس کے دل خدا کے آگے گڑ گڑنے لگیں اور اس میں  
شک نہیں کہ خدا تعالیٰ مومنوں کو سیدنا راستہ دکھاتا رہتا ہے،

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے  
اور اس کی ناراضی سے بچتا رہے تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہوں گے

جس کے دل میں خدا کا خوف سب سے زیادہ ہو گا وہ کسی دوسرے سے نہ ڈرے گا اور  
خدا کے حکم کی بجا آوری میں کسی دوسرے کے خوف کو ہرگز حامل نہ ہونے دیگا لہذا عالم  
ہی سب سے زیادہ اعمال صالحہ کا عامل ہو گا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے  
ہیں کہ

”عالم وہ نہیں ہے جس نے لباس عالموں کا سا پہن لیا اور نام کا فاضل بن گیا  
ایسے لوگ تو سب لوگوں سے زیادہ خوفِ الہی سے کورے ہیں بلکہ ہماری غرض  
عالموں سے وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ اور اس کی نعمتوں اور افعال کو جانتے  
ہیں اور ایسے لوگوں کا وجود اب کم ہے اور اسی لئے حضرت فضیل بن عیاض رحمہ  
اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تم سے کوئی سوال کرے کہ خدا تعالیٰ سے تم ڈرتے  
ہو یا نہیں تو اس کے جواب میں خاموشی اختیار کرو اس لئے کہ اگر کہو گے کہ نہیں  
ڈرتے تو کافر ہو جاؤ گے۔ اور اگر کہو گے کہ ڈرتے ہیں تو جھوٹے ہو گے اور

یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے



اس میں یہ بھی اشارہ فرمایا کہ خوف وہی ہے جو افساد کو گناہوں سے روک دے اور طاعات کا پابند کر دے اور جس تک تاثیر خوف کی اعمال میں نہوگی تو اس کا نام دوسرے اور جنبش خاطر ہو سکتا ہے اس کو خوف کہنا زیبا نہیں اگر خوف میں کمال ہی نہ ہوا تو کوئی خوبی کی بات نہ ہوگی کیونکہ حقیقت میں تو نقصان ہے اور وجہ نقصان کی یہ ہے کہ منش اس خوف کا جہل اور عاجزی ہے۔

لگے چل کر امام صاحب ممدوح فرماتے ہیں کہ

”خدا نے تعالیٰ نے ہدایت اور رحمت اور رضا اور علم جو اہل جنت کے مقام ہیں ان چاروں کو خالقین کے لئے تین آیتوں میں بیان فرمادیا ہے چنانچہ ہدایت اور رحمت کو اس آیت میں کہ وَهْدَىٰ وَرَحْمَةً لِّلَّذِينَ هُمْ لَيْسَ لَهُمْ

يُزِيمُونَ ۝ (الاعراف-۱۹) اور علم کو اس آیت میں کہ لَمَّا كُنْتُمْ فِي اللَّهِ مِنْ عَذَابٍ

الْعُلَمَاءُ ۝ (فاطر-۳) اور رضا کو اس آیت میں کہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا

عَنْهُ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝ (البقرہ-۱۷۷) علاوہ ازیں جو کچھ فضیلت علم میں وارد

ہے اس سے فضیلت خوف بھی سمجھی جاتی ہے اس لئے کہ خوف علم کا ثمرہ ہے۔

خوف کے سبب جب انسان اپنے آپ کو بدنگلی سے باز رکھتا ہے تو اس رکنے اور بچنے کا نام تقویٰ ہے یعنی تقویٰ خوف کا لازمی نتیجہ ہے اسی لئے تقویٰ کو اکرام و بزرگی کا موجب ٹھہرایا جیسا کہ فرمایا

إِن كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ اتَّقُوا اللَّهَ ۝ (الحجرات-۲۰)

(المحجرات-۲۰)

اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہی جو تم میں بڑا متقی ہے۔

اور اسی لئے علم دیا کہ اتَّقُوا اللَّهَ اور فرمایا کہ خَافُونَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (اگر تم

مؤمن ہو تو مجھے ڈرتے رہو) یہاں خوف کو شرط ایمان قرار دیا جس طرح مالوں کے لئے خوف

خدا کو لازمی شرط قرار دیا اسی طرح مالوں کے وعظ و نصیحت سے نصیحت یا ب ہونے اور

نیکی و ہدایت کی طرف متوجہ ہونے والوں کا نشان بھی خوف خدا ہی قرار دیا چنانچہ فرمایا۔

فَكُنْ مِنَ الَّذِينَ اتَّقَوْا اللَّهَ ۝ سَيِّدًا كَرِيمًا ۝ (یس-۲۸) پس جبکہ تو سچے کہ نصیحت کرنا نصیحت پہنچاتا ہے تو نصیحت کرنا

مَنْ يَخْشَى (الاعلیٰ)

| رہ جو خدا سے ڈرتا ہے وہی نصیحت یاب ہوگا۔

اور فرمایا

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَخْشَى (الانعام: ۱۰) | بیشک جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اس کو لوگوں میں ہی بہتر ہے۔  
 حضرت فضیل رحمہ کا قول ہے کہ ”جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے یہ اللہ کا خوف اس کو ہر طرح کی بہتری سے سوجھا دیتا ہے۔“ حضرت شبلی رحمہ فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں تو میرے سامنے ایک دروازہ حکمت و عبرت کا ایسا کھل جاتا ہے جو میں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔“ ابن عباس نے حضرت ابوامامہ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ مَنْ خَافَ اللّٰهَ تَعَالٰی خَافَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَمَنْ خَافَ غَيْرَ اللّٰهِ خَوَّفَ اللّٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس سے ہر ایک چیز ڈرتی ہے اور جو شخص غیر اللہ سے ڈرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہر چیز سے ڈرتا ہے) مذکورہ بالا تمام بیان سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کی ناراضی کے کاموں سے بچنا ہر شخص کے لئے ضروری ہے اور عالم کو سب سے زیادہ ستی و پرہیزگار ہونا چاہئے۔ لیکن جو شخص کبر و نخوت، جاہ پرستی، زر طلبی، بدگوئی، دروغ گوئی اور فریب بازی میں مبتلا اور بندہ دینار و غلام شکم ہو اور حسد و ریاکی پلیدیوں میں گرفتار ہو اور کتاب الہی سے لوگوں کو دور و محجور رکھنا چاہتا ہو وہ ہرگز ہرگز علمائے ربانی میں شمار نہیں ہو سکتا۔ علمائے حق اور علمائے سور کے بعض صفات اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ اس جگہ میں رسالہ پیام اسلام جلد ۱ کے ایک سلسلہ مضامین کا ایک حصہ رسالہ مذکور کے اکتوبر نومبر ۱۹۳۵ء کے دو نمبروں سے نقل کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ حضرت مولانا عبدالحق عباس مدیر رسالہ مذکور اور جناب افضل میرزا صاحب بی۔ اے جن کے قلم سے یہ قیمتی مضمون نکلا ہے میری اس حرکت کو ناجائز قرار نہ دینگے وھو ھذا۔

”انحضرت صلعم نے فرمایا ہے اشد الناس عذاباً یوم القیامۃ عالم لا ینفعہ اللہ بعلمہ۔ یعنی قیامت کے دن تمام لوگوں سے زیادہ سخت عذاب اس عالم کو ملیگا جسے اللہ تعالیٰ نے علم سے فائدہ نہیں دیا اور حضورؐ نے فرمایا ہے من اذداد علماً ولم یرددھدائی لم یردد من اللہ الا بعداً۔ یعنی جس شخص نے اپنا علم زیادہ کیا مگر ہدایت میں زیادتی

حاصل نہ کی تو اسے اللہ تعالیٰ سے زیادہ دوری کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا اور جان لے کہ جسوقت عالم علم میں غور و خوض کرتا ہے اسوقت سلامتی سے محروم کیا جاتا ہے۔ یعنی یا تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے یا ابدی سعادت حاصل کر لیتا ہے۔ حضرت خلیل بن احمد رحمہ فرماتے ہیں کہ آدمی چار قسم کے ہوتے ہیں (۱) وہ آدمی جو جانتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ جانتا ہے پس یہ شخص عالم ہے اسکی اتباع کرو (۲) وہ آدمی جو جانتا ہے اور نہیں جانتا کہ وہ جانتا ہے یہ شخص سویا ہوا ہے اسکو جگا دو (۳) وہ آدمی جو نہیں جانتا اور جانتا ہے کہ وہ نہیں جانتا یہ شخص طالب ہدایت ہو اسکی تنہائی کرو (۴) وہ آدمی جو نہیں جانتا اور نہیں جانتا ہے کہ وہ نہیں جانتا پس یہ شخص جاہل ہے اس سے پرہیز کرو اور حضرت سفیان رحمہ فرماتے ہیں کہ علم عمل کے لئے بکارنا ہے۔ اگر کسی نے قبول کر لیا تو فہما ور نہ چل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَأَنذِرْ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُمَا فَاسْتَخِيَا مِنْهُمَا**۔ یعنی اے محمد ان لوگوں کو اس شخص کی خبر سنائیے جسے ہم نے اپنی نشانیاں دیں مگر وہ ان میں سے صاف نکل گیا۔ اور علمائے آخرت وہ لوگ ہیں جو دین کے بدلے دنیا نہیں کھاتے اور دنیا کے عوض میں آخرت کو نہیں بیچتے کونکہ انھیں آخرت کی عزت اور دنیا کی ذلت کا حال معلوم ہوتا ہے اور جو شخص دنیا اور آخرت کے فرق اور تضاد اور اسکی ضرر رسانی کو نہیں جانتا ایسا شخص ہرگز عالم نہیں ہو سکتا اور کونسی شخص اس سے انکار کرے تو سمجھ لو کہ اس نے اس چیز کا انکار کیا جس پر قرآن شریف، احادیث نبوی، تمام آسمانی کتابیں اور تمام انبیاء علیہم السلام کے اقوال ذلالیت کرتے ہیں اور جس شخص کو اس بات کا علم ہے مگر اسپر عمل نہیں کرتا تو ایسا شخص شیطان کا اسیروں جیسے اسکی خواہشات اور اسکی بد بختی کے غلبہ نے ہلاک کر دیا ہے اور جسے انکا اتبع کیا وہ بھی ہلاک ہو گیا۔ بھلا ایسے لوگوں کا علماء کے گروہ میں کیسے شمار ہو سکتا ہے؟

حضرت داؤد علیہ السلام کی سنا جات میں لکھا ہے ”کیا تو جانتا ہے کہ میں ایسے علماء سے کیا سلوک کرتا ہوں جو اپنی خواہشات کو میری محبت پر ترجیح دیتے ہیں وہ میری مناجات کی لذت سے محروم کر دے جاتے ہیں۔ اے داؤد! مجھ سے ایسے عالم کے بارے میں ہرگز سوال نہ کر جبکہ دنیا کی محبت نے تمہارا کردیا ہے۔ ایسا شخص تجھے میری محبت کے راستے

سے ہٹا دیا گیا یہی لوگ بندوں کے رہنما ہیں۔ اے داؤد! جب تو کسی طالب کو دیکھے  
 تو اس کی خدمت کر۔ اے داؤد! جو شخص مجھ سے بھاگے ہوئے کو میری طرف لے آئے  
 میں اسکا نام شہیدوں کے نمبر سے میں لکھتا ہوں اور جسے میں شہید لکھ دوں اسے دائمی  
 آگ کے عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ اور اسی طرح حضرت حسنؑ نے فرمایا ہے کہ علماء  
 کی سزا ان کے دل کی موت ہے اور دل کی موت عمل آخرت کے بدلے دنیا کا طلب کرنا  
 ہے۔ اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اِذَا رَأَيْتُمُ الْعَالِمَ حُبًّا لِلدُّنْيَا فَاتَّقُوا عَذَابَ النَّارِ  
 فَإِنَّ كُلَّ حُبٍّ يَحْتَضِرُ فِيمَا أَحَبَّ۔ یعنی جب تم کسی عالم کو دنیا کی محبت میں گرہاؤ دیکھو  
 تو اسکو اپنے دین پر مشتم کر۔ کیونکہ تمام چاہنے والے اسی چیز میں منہمک رہتے ہیں جس  
 سے ان کی محبت ہوتی ہے اور حضرت یحییٰ بن ساعدی رازیؒ دنیا پرست علماء کو یہ کہا کرتے  
 تھے کہ ”اے اہل علم! تمہارے محلات قیصری ہیں۔ تمہارے مکانات کسری ہیں۔ تمہارے  
 دروازے ظاہری ہیں۔ تمہارے اخفاف جالوتی ہیں۔ تمہاری سواریاں قارونی ہیں۔  
 تمہارے برتن فرعونی ہیں۔ تمہاری سوگاریاں جابلانہ ہیں اور تمہارے مذاہب تینطانی  
 ہیں۔ لیکن شہرِ حیت محمدی کہاں ہے؟“ اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے ۵

وراعی الشاک یحیی الذی شب عنہا فکیف اذا السعاة لها ذئاب

ترجمہ چرواہا بکریوں کو بھڑائیے سے محفوظ رکھتا ہے لیکن جب گڈیے خود ہی بھیڑنے لگے تو اسکی اصلاح  
 کیا حال ہو اور کہا گیا ہے ۵

یا مَحْشُ الْقَاءِ یا مَلِجَ الْبَلَدِ ما یصلح الملم اذا الملم حسد

ترجمہ اے گروہ علماء! اور شہر کے نکلوا (دیناؤ) جب نمک یعنی رہنمائی خراب ہو جائے تو اسکی اصلاح  
 کون کرے گا۔ اور جان لے کہ دیندار کو چاہئے کہ کھلے پنہ پہننے، بستے بستے اور دنیاوی سواش کے  
 تمام کاموں میں اعتدال اور زیادہ روی اختیار کرے۔ تعیش اور آرام پسندی کی طرف مائل نہ ہو اور  
 اس طرف مبالغہ کرے۔ یہ جیسا کہ اس کے ترک کرنے میں مبالغہ کرنا نہیں چاہئے۔ اور مناسب  
 ہے کہ ملاطفت اور دنیا داروں کے اشتکاظ اور میل جول سے پرہیز کرے اور حتی الامکان قنہ  
 و فدا و سبکچہ“ (فتح موحی اقتباس رسالہ پیام اسلام کا)

## وعظ و نصیحت کا معاوضہ اور علماء

دنیا میں حقیقی واعظ و انبیاء علیہم السلام ہی تھے انکو خدا نے تعالے نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی کے لئے مبعوث فرمایا اور سب سے بڑے اور کامل واعظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کے بعد آپ کی امت کے ہر فرد پر بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازم ہے بالخصوص علماء اسلام کا کام ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ٹھہرا دیا گیا ہے جیسا کہ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ (ال عمران - رکوع ۱۱) سے ثابت ہے اور اسی لئے علماء کو دارث انبیاء کہا گیا۔ لہذا ہم کو سب سے پہلو یہ سوچنا اور غور کرنا چاہئے کہ خدا نے تعالے نے خود انبیاء علیہم السلام اور ان کے حقیقی و اصلی کام وعظ و نصیحت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے کون کون سی خصوصی ہدایات فرمائیں۔ انہیں ہدایات کو مد نظر رکھنا ہر عالم کے لئے بھی یقیناً لازمی ہوگا۔ جب غور و قائل کیا جاتا ہے تو ایک خصوصی ہدایت قریباً تمام پیغمبروں کو خدا نے تعالیٰ نے بڑے شد و مد کیساتھ فطری ہے اور وہ یہ ہے کہ وعظ و پند اور نصیحت گری کا ہرگز کوئی معاوضہ طلب نہ کیا جائے اس لئے کہ نصیحت اور وعظ و پند کو سب سے زیادہ بے اثر اور بے نتیجہ بنا دیوالی چیز افغان و پند گو کا اجرت وعظ طلب کرنا ہے جو نامح اپنی نصیحت گری میں خود اپنی غرض بھی شامل رکھتا ہو اسکی نصیحت کو فطرت انسانی قبول کرنے سے ہمیشہ انکار کر دیتی ہے پس فطرت انسانی کے خالق نے سب سے پہلے وعظ و نصیحت کی اجرت کو حرام اور ممنوع قرار دیکر انبیاء علیہم السلام سے پہلے اسی کا اعلان کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ أَجْلِ أَنْ تَتَّقُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَسْتَلِدُّهُ

(الفرقان - رکوع ۵)

اے رسول ان کو کوئی کدہ ہے کہ میں تم کو اس نصیحت کا کوئی ثواب طلب نہیں کرتا میں اگر چاہتا ہوں تو یہی کہ تم میں جو چاہے اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ اختیار کر لے۔

پھر فرمایا کہ

قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنِ  
أَجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ  
شَهِيدٌ (السا - ۶)

پھر فرمایا کہ

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوْثِقَ  
فِي الْقُرْبَىٰ ط (الشوری - رکوع ۴)

پھر فرمایا کہ

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَ مَا  
أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ۝ (ص - ۵) پھر فرمایا کہ  
وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ  
إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝ (یوسف - ۱۱)

حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنے زمانہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے اعلان کیا کہ -  
وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِي  
إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (الشعرا - ۶)

پھر حضرت نوح علیہ السلام کے اس اعلان کا دوسری جگہ ذکر فرمایا کہ -  
فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ مَّا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ ط  
إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَ أُمِرْتُ أَنْ  
أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝

(یونس - رکوع ۸)

پھر ہود علیہ السلام نے بھی یہی اعلان کیا کہ

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِي  
إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (الشعرا - رکوع ۷)

پھر حضرت ہود علیہ السلام کے اس اعلان کا دوسری جگہ ذکر فرمایا کہ -

اے رسول لوگوں کو کہدو کہ میں نے تم سے اس تبلیغ رسالت پر  
کچھ مزدوری طلب کی ہو تو وہ تم اپنی پاس رکھو یعنی میں کوئی معاوضہ  
نہیں چاہتا بلکہ معاوضہ تو اللہ ہی کے دہرے اور وہ ہر چیز کا شہید ہے۔

اے رسول ان قریش مکہ کی کہدو کہ میں اس تبلیغ احکام الہی کا تم سے  
کوئی معاوضہ تو مانگتا ہی نہیں مگر تم کوئی طے کی محبت تو قائم رکھو

اے رسول ان لوگوں کہدو کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت اور  
نصیحت کا کوئی معاوضہ نہیں مانگتا اور نہ مجھ کو تکلف کرنا آتا ہے،  
اور اے رسول تو اپنے کچھ معاوضہ بھی طلب نہیں کرتا یا یہ  
جو تم مانگے دیا جہاں کے لہو سر نصیحت ہی ہے۔

لوگو! میں اس وعظ و پند کا کوئی معاوضہ تم سے نہیں چاہتا  
میری اجرت تو یس الشرب العالمین ہی پر ہے۔

لوگو! اگر تم میرے سمجھانے سے سوڑ بیٹھے تو میں نے تم سے کچھ  
مزدوری تو مانگی نہ تھی میری مزدوری تو خدا ہی کے ذمہ ہے  
اور اسی کی طرف سے مجھ کو حکم دیا گیا ہو کہ میں اس کے فرمان پر طر  
میں شامل رہوں۔

اور میں اس نصیحت گری کی تم سے کوئی اجرت طلب نہیں  
کرتا میری اجرت تو پیر و دوکار عالم ہی کے ذمہ ہے۔

پھر حضرت ہود علیہ السلام کے اس اعلان کا دوسری جگہ ذکر فرمایا کہ -

يَا قَوْمِ لَآ اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا طَرِثَ  
اَجْبَىٰ اِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي اَفَلَا  
تَعْقِلُوْنَ ۝ (ہود - رکوع ۵)

اے میری قوم اس دغظ و نصیحت کے عرض میں تم کو روکنا  
نہیں مانگتا میری مزدوری تو اس خدا کے ذمہ جو جس کو  
پیدا کیا ہے کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے

اسی طرح صلح علیہ السلام، لوط علیہ السلام، قحیب علیہ السلام نے بھی انھیں الفاظ میں  
اعلان کیا جسکا ذکر سورہ شعراء کے آٹھویں نوں اور دسویں رکوع میں موجود ہے پس  
معلوم ہوا کہ وعظ و بند کی اجرت طلب کرنا انبیاء کی متفقہ سنت کے خلاف اور حرام ہے۔  
کتب احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض اوقات بعض  
صحابہ کرامؓ سے صرف اس بات پر بحث لی کہ کبھی کسی سے سوال نہ کر سکتے یعنی کوئی چیز نہ مانگتے  
صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے کہ اللہ پاک ہے پاک ہو، کو قبول کرتا ہے ناپاک کو قبول نہیں  
کرتا اسے مومنوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے کہ **يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنِ  
الطَّيِّبَاتِ وَاجْتَنِبُوا الصَّالِحَاتِ**۔ پھر مومنوں کو حکم دیا کہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنِ  
طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ** پھر حضرت صلعم نے ایک شخص کا ذکر کیا کہ وہ لباس فر کرتا ہے سیلا کچلا گرد آلود  
رہتا ہے۔ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یاد بُت یا رب پکارتا ہے حالانکہ اسکا کھانا حرام  
ہے اور پینا حرام ہے۔ کپڑا حرام اور غذا حرام اب بتاؤ اسکی دعا کیونکر قبول ہو؟ سند  
امام احمد میں ابن مسعودؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ ”جب کوئی بندہ بال حرام کھا کر  
صدقہ دیتا ہے تو وہ قبول نہیں ہوتا یا خرچ کرتا ہے تو اس میں برکت نہیں ہوتی اور اگر چھوڑ دے  
ہے تو جہنم کے لئے توشہ ہوتا ہے۔ بدی کو بدی نہیں مٹاتی بلکہ نیکی بدی کو مٹاتی ہے اور  
ناپاک سے ناپاک محو نہیں ہوتا“ دارمی میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث  
منقول ہے کہ ”جو گوشت حرام سے پیدا ہوتا ہے وہ بہشت میں نہ جائیگا ہر ایک گوشت  
جو حرام سے پیدا ہوتا ہے آگ ہی اس کی زیادہ مستحق ہے“

علماء اور واعظ لوگ عام طور پر مذکورہ مضمون کی حدیث سننا کر دوسرے  
لوگوں کو تو حرام مال کھانے سے ڈراتے رہتے ہیں لیکن وہ خود کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ہم جو  
اپنی وعظ گوئی کی اجرت لوگوں سے طلب کرتے ہیں یہ قطعی اور یقینی طور پر حرام ہے ہمارا

قیامت کے دن کیا حال ہوگا۔ اس طرح اپنے طرز عمل سے ایک طرف احکام شرع کو بولائے  
بناتے اور دوسری طرف لوگوں کی نگاہ میں حرام کو حلال بتا کر دوسروں کو بھی اس  
حرام خوری کی ترغیب عملی طور پر دیتے رہتے ہیں۔ ایسے علماء سر جاتے ہیں مگر ان کے گناہوں  
سلسلہ باقی رہتا ہے یہ لوگ اگر مرتے وقت اس حرام خوری سے توبہ بھی کریں تو ان کے لئے  
زیادہ نافع نہیں اس لئے کہ ان کی مرتے وقت کی توبہ سے اس بُرائی کا جو انھوں نے لوگوں کو  
غلط راستہ پر ڈال کر رکھی ہے اسداد نہیں ہوتا وَ تَكْتَبُ مَا قَدْ مَوَّا وَاثَارَهُمْ ۝  
(نہیں۔ ۱) میں اٹار سے اسی قسم کے گناہ سرا ہیں۔ بیٹھی نے شعب الایمان میں ایک  
حدیث درج کی ہے کہ ”رزق حلال کا کمانا نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج کی فرضیت کے بعد ہر  
اس شخص پر فرض ہے جو اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے روزی کمانے کا محتاج ہو“ صحیح مسلم  
میں ایک حدیث ہے کہ ”جو شخص لوگوں سے اس لئے سوال کرتا ہے کہ اسکا مال بڑھے وہ  
گویا آگ کے انگارے مانگتا ہے“ (یہ حدیث ان لوگوں کے لئے خصوصیت سے قابل  
توجہ ہے جو بلا ضرورت بھی اپنے آپ کو ضرور تمند ظاہر کر کے لوگوں سے مالی امداد طلب  
کرتے رہتے ہیں خواہ وہ مدارس یا انجمنوں کے ماسوں کو شکول گدائی بنا بیوالے ہوں  
یا اخباروں اور رسالوں کے ناشر و مہتمم ہوں) صحیح نسائی میں ایک حدیث ہے کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”جو کوئی اس بات کا ذمہ دار ہو کہ وہ لوگوں  
سے کوئی سوال نہ کریگا تو میں اسکے لئے جنت کا ذمہ دار ہوتا ہوں“

مذکورہ بالا تمام آیات و احادیث سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ عالم کے لئے  
بے طمع اور حب مال سے پاک و صاف ہونا بحد ضروری ہے۔ جو شخص دنیا کی طمع اور  
مال کی محبت میں گرفتار ہے وہ ہر گز اسر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا  
نہیں کر سکتا۔ ایسا شخص نہ امیروں کو کہ وہی زیادہ بد اعمال ہوتے ہیں نصیحت کر سکتا  
ہے نہ غریبوں کو راہ راست پر لاسکتا ہے۔ علمائے حق جو بے طمع اور رضائے الہی کے  
خواہاں ہوتے ہیں وہی نصیحت گری و رہبری کا حق بخوبی ادا کر سکتے ہیں بشہور عباسی  
خليفة ہارون الرشید تخت خلافت پر فائز ہونے سے پہلے حضرت ثقیان ثوری رحمۃ اللہ



علیہ سے انتہائی محبت و دوستی اور سواغات کے تعلقات رکھتا تھا جب ہارون الرشید خلیفہ بن گیا تو حضرت ثقیان ثوری رحمہ نے اس سے ملاقات ترک کر دی۔ ہارون رشید ان کی ملاقات اور ان سے حدیث سننے کا شائق تھا چنانچہ اس نے حضرت ثقیان رحمہ کی خدمت میں خط بھیجا کہ آپ نے محبت و سواغات کو کیوں فراموش کر دیا اگر بارسلطنت تیری گردن پر نہ آہٹا ہوتا تو میں خود حاضر خدمت ہوتا۔ جو لوگ میرے پاس مبارکباد دینے کو آئے میں نے ان کو مالا مال کر دیا۔ آپ قدم نہ فرمائیے اور مجھے سرور و شاد کام بنائیے۔“

جب قاصد یہ خط لیکر کوفہ میں پہنچا تو حضرت ثقیان ثوری رحمہ نے خط کی پشت پر یہ جواب لکھوا کر قاصد کو رخصت کیا کہ ”ہارون تجھے معلوم ہو کہ میں نے تجھ سے دوستی اور ملاقات ترک کر دی اور میں تیری دوستی سے بیزار ہوا اس لئے کہ تو نے آپ اپنے اوپر محکمہ گواہ کیا کہ تو نے مسلمانوں کے بیت المال کا روپیہ غیر مستحق لوگوں کو نکودیا۔ یاد رکھ کہ میں قیامت کے دن خدا تعالیٰ کی جناب میں تیرے خلاف اس بات کی گواہی دوں گا کہ تو نے مسلمانوں کا روپیہ ان کی رضامندی کے بغیر خرچ کیا۔ پس اے ہارون تو قیامت کے دن کی جو ابدی کے لئے تیار ہو جا۔ اے ہارون تجھ سے اب علم و زہد کی حلاوت اور قرآن کی لذت سلب ہو گئی ہے اور تو اس بات پر راضی ہو گیا کہ ظالموں کا پیشوا بنے۔ اے ہارون خدا سے ڈر اور رعیت کی رعایت کرنے میں کوشش کر آنحضرت صلعم کی امت کی حفاظت کر اور سرداری کو سنوار کہ سلطنت دست بدست چلی آتی ہے اگر اوروں کے پاس باقی رہتی تو تجھ تک نہ پہنچتی۔ اب اس کے بعد مجھے خط نہ لکھنا۔“ ہارون الرشید نے یہ خط پڑھا اور زار و قطار رونے لگا اور جب تک زندہ رہا اس خط کو اپنی پاس رکھا اور بار بار اس کو پڑھا کرتا تھا۔ بعض علمائے ربانی کا قول ہے کہ رعیت کی بد اعمالی پادشاہوں اور رئیسوں کی بد اعمالی سے وابستہ ہے اور پادشاہوں اور حاکموں کی بد اعمالی علماء کے بد اعمال ہو جانے کے سبب سے ہوتی ہے اور علماء کی بد اعمالی کا سبب حب جاہ اور حب مال ہے جب عالم پر دنیا کی محبت غالب ہوگی تو وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قابل نہ رہیگا۔

نقل ہو کہ حذیفہؓ غشی تھے یوسف بن اسباط کو لکھا کہ مدین نے سنا ہے کہ تم دودھ والے کے پاس گئے اور کہا کہ اس قدر دودھ کتنے کو بچتا ہے اس نے کہا کہ آٹھ پیسے کو تم نے کہا کہ چھ پیسے کو دیدے اور وہ تم کو پہچانتا تھا کہ تم عالم ہو چنانچہ اس نے چھ پیسے میں دیدیا اور تم نے دو پیسے کی رعایت اپنے عالم ہونکی وجہ سے کرائی یہ تو مانگنا اور سوال کرنا ہوا دین کا نقصان ہے ہوشیار ہو جاؤ کہ اکہیں ہلاک نہ ہو جاؤ۔“

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمہ نے علم دین سکھانے اور نمازوں کی امامت کی اجرت لینے کے متعلق جو کچھ تصریح فرمائی ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ ”اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اجرت ملے تو امامت کرے اور نہ ملے تو ترک کر دے تو اسکا اس طرح علم دین سکھانا اور امامت کرنا مردود اور مستوجب عذاب ہے اس لئے کہ علم دین فرض ہو اور فرض کے ادا کرنے پر اجرت لینا درست نہیں اس میں نماز روزہ اور علم دین سکھانے اور وعظ کہنے والے سب شامل ہیں لیکن لڑکوں کے پڑھانے والے جو نوکر ہوتے ہیں وہ اس گروہ میں شامل نہیں اس لئے کہ وہ صبح سے شام تک اپنی گھر سے جدا ہو کر اور اپنی معاش کا کاروبار چھوڑ کر اس کام میں جانفشانی کرتے ہیں اور بکریوں کے چرواہے کی طرح لڑکوں کو گھیر کر جمع رکھتے ہیں۔“

بسطر عبادتوں کی اجرت لینا ناجائز ہے اسی طرح گناہوں اور حرام چیزوں کے ٹنک کرنے کی اجرت لینا بھی جائز نہیں لیکن اکثر عالموں کو دیکھا اور سنا گیا ہے کہ جب تک قضا اور افتاء کے منصب پر فائز تھے گانا اور باجاسنے سے جتنب تھے جب اس عہدے سے جدا ہوئے تو گانے بجانیکا وہ پرہیز توڑ دیا۔

حضرت امام غزالی رحمہ نے ایک حدیث کیمائے سعادت میں درج کی ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ”وہ علماء حق تعالیٰ کے بڑے دشمن ہیں جو امراء کے پاس جائیں اور بہترین امراء وہ ہیں جو علماء کے پاس جائیں۔“

پھر فرمایا کہ ”علماء پیغمبروں کے امانتدار ہیں جب تک کہ سلاطین سے میل جول نہ کریں جب سلاطین سے میل جول کیا تو امانت میں خیانت کی تم اس بات سے سچتے رہنا۔“

صحف الغزالی میں امام غزالی رحمہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے خدا کی خوشنودی کے لئے علم حاصل کیا اور پھر اس کے ذریعہ سے دنیا کمانے لگا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکیگا۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کا قول ہے کہ عالموں اور زبایوں کا تو ننگروں کے ساتھ دوستی کرنا ریا کی دلیل ہے حضرت محمد بن مسلمہ کا قول ہے کہ جو کبھی انسان کی نجاست پر بیٹھی ہو وہ ان عالموں سے بہتر ہے جو بادشاہ کے در دولت پر حاضر ہوتے ہوں۔ اموی خلیفہ سلیمان بن عبد الملک جب مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت ابو حازم رحمہ کو جو علمائے کبار میں سے تھے بلایا اور پوچھا کہ اسکا کیا سبب ہے کہ ہم لوگ موت سے ناخوش ہوتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ ”تم لوگوں نے دنیا کو آباد کیا ہے اور عقبیٰ کو ویران کر دیا ہے جب کسی کو آبادی سے ویرانہ کی طرف جانا پڑتا ہے تو وہ ناخوش ہوتا ہے“ حضرت ثقیان ثوری رحمہ کسی سے کہہ نہ لیتے اور فرماتے کہ ”اگر میں یہ جانتا کہ یہ زبان پر نہ لائیگا تو لے لیتا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ یہ ڈینگ ماریگا اور احسان جتائیگا کہ میں نے فلاں شخص کو فلاں چیز یا اسقدر روپیہ دیا“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء کی ہے کہ ”یا رب کسی فاجر کو یہ قدرت نہ دے کہ مجھ پر احسان کرے اسکو کہ میرا دل احسان کی وجہ سے اسے دوست رکھیگا“ حضرت امام غزالی رحمہ فرماتے ہیں کہ ”سوال کرنا فواحش میں داخل ہے اور فواحش بلا ضرورت حلال نہیں ہوتے۔ سوال بھگدوش اس لئے ہے کہ اس میں تین برائیاں ہیں۔ ایک مفلسی کا اظہار کرنا کہ یہ خدا کی شکایت ہے اس لئے کہ غلام اگر غیر سے کہہ مانگے تو یہ آقا پر طعن ہے۔ دوسری برائی یہ ہے کہ اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے اور مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔ تیسری برائی یہ ہے کہ دوسری کو رنج دینا ہے ممکن ہے کہ وہ شرم و ندامت کے سبب کچھ دیدے لیکن دل میں طول ورنجیدہ رہے ہذا مراحتہ نہ کہے کنایتہ کہے کہ جس سے کہتا ہے وہ اگر تجاہل عارفانہ کرنا چاہے تو کر سکے“ جب یہ معلوم ہو جائے یا دل گواہی دے کہ جو شخص دیتا ہے کراہت سے دیتا ہے تو اسکا لینا حرام ہے۔ عرض سوال کرنا حرام ہے مگر شدید حاجت کے واسطے درست ہے۔ شان و شوکت بڑھانے اچھا کھانے اچھا لباس پہننے کے واسطے سوال کرنا قطعاً ناجائز ہے جو شخص اپنا تمام یا زیادہ

وقت عبادت میں صرف کرتا اور بہ سبب افلاس و محتاجی اپنی روزی کے لئے سوال کرتا ہے اسکو چاہئے کہ فرض عبادت کے سوا پہلے اپنی روزی کے لئے کسب یا جست مزدوری کرے۔ اور سوال سے بچے جس شخص کے پاس ضرورت سے زیادہ کوئی سامان مثلاً لنگی۔ جانا نماز برتن وغیرہ ہوں اس کے لئے بھی سوال حرام ہی اس لئے کہ پہلے اس سامان کو فروخت کر کے کھائے اور سوال نہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”جو کوئی اپنے پاس کچھ رکھتا ہو اور سوال کرے وہ قیامت کے دن اس صورت سے آئینگا کہ اس کے چہرہ پر بالکل ہڈیاں ہی ہڈیاں ہونگی گوشت بالکل اتر گیا ہوگا۔

بعض پیشہ ور و واعظ جنکو خواہ اس کا لعوام کہنا چاہئے عوام کا اناعام کو اپنی چرب مانی و پدیرہ کوئی اور اپنے جیبہ و خما سے مرعوب کر کے اور مجلس میں شرم و لار اور نہ دینے والوں کی تحقیر و تذلیل کے لئے حسب موقع تقریر کر کے اپنا اندرانہ طلب کر لے جس سے اور لوگوں کو محض شرم کہ وجہ سے اپنی دلی خواہش کے خلاف ان کو کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑتا ہو اس طرح روپیہ وصول کرنے اور کیکو جنگل میں پکڑ کر زبردستی لوٹا لینے میں حقیقتاً کوئی کچھ نہیں ہو اس لئے کہ جنگل میں ڈالو کو جو کچھ دیا گیا وہ محض اسکی تنوار کے خوف سے بلا رضا مندی دیا گیا اور اس پیشہ ور و واعظ کو جو کچھ دیا گیا وہ بھی بلا رضا مندی اس کی زبان و رازی کے خوف سے دیا گیا۔

## کبر و غرور اور علماء

کتاب و سنت ہی کا علم اگر فضل الہی شامل حال ہو یعنی علم کے ساتھ عمل بھی ہو تو انسان کو کبر و غرور سے محفوظ رکھ سکتا ہے ورنہ سب سے زیادہ عالم ہی کبر و غرور کی بلات آفریں بیماری کا شکار ہو جاتا ہے۔ ہمارے زمانہ میں چونکہ علمائے ربانی کا غلطہ ہو۔ اور علمائے سوئی کثرت۔ لہذا اس زمانے میں عام طور پر علماء کبر و غرور کی منجاست میں آلودہ نظر آتے ہیں جس شخص پر دنیا کی محبت غالب ہوتی ہے اور عقبی کی طرف

سے بے فکر ہو جاتا ہے وہ جوں جوں علم میں ترقی کرتا ہے اس کے دل کی بیماریاں بھی عموماً ترقی کرتی جاتی ہیں اور کبر و غرور عموماً سب سے زیادہ نشوونما پا جاتا ہے علم اگرچہ خود کبر و غرور کی بیماری کا علاج ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اور ایماناً یَحْتَسِبُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءَ (فاطر-۳۴) سے ثابت ہو لیکن وہ علم حقیقی علم دین یعنی کتاب و سنت کا علم ہے لوگوں نے چونکہ صرف فقہ اور مبادیاتِ علم دین کو ہی علم دین سمجھ رکھا ہے اور فقیہ و ادیب و منطقی و فلسفی کو ہی عالم کہا جاتا ہے لہذا سب سے زیادہ ایسے عالم ہی کبر و نخوت و پنداریں گرفتار نظر آتے ہیں۔ یہ لوگ ظاہری طہارت یعنی جسم۔ لباس۔ جگہ اور پانی کی طہارت میں تو اتنا سے زیادہ احتیاط کرتے مگر دل کی پلیدی کے دور کیسے ان کو مطلق فکر نہیں ہوتی۔ نماز کی ظاہری صورت کے سنوارنے اور اپنے لباس کو شرع کے موافق بنانے میں تو بخوبی ہمت صرف کرتے ہیں لیکن دل کو خدا کی طرف متوجہ کرنے اور نماز کی اصل حقیقت کے پالنے کی کوئی پروا اور خواہش ان کو نہیں ہوتی۔ اپنے آپ کو مستحقِ عزت و تکریم سمجھ کر دوسروں سے اپنے لئے خدمت و عبادت کے متوقع رہتے اور اپنی فضیلت علمی کے اظہار و اعلان کو ضروری سمجھ کر ہر شخص کے کلام کو رد کرنے اور مباحثہ و مناظرہ کی مجلس گرم کرنے اور کفر کے فتوے صادر کرنے پر ہمہ اوقات مستعد رہتے ہیں۔ نہ ان کے دلوں میں خدائے تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے نہ سلام و فلاح امت مسلمہ کی خواہش نہ روز جزا کی فکر۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰرٰ الْاٰخِرَةَ فَعَلَوْا لِلَّذِيْنَ لَا يُرٰوْنَ عَلٰۤى اَنۡى الْاٰخِرٰتِ وَلَا كَسَاوًا  
وَالْعٰٰزِمَةُ السّٰقِيْنَ ۝ (النفس۔ رکوع ۹)

سعادۃ آخرت تو سمجھو ان لوگوں کیلئے مقرر کی ہو جو دنیا میں بڑائی اور جاہ نہیں ڈھونڈتے اور نہ خدا کے خواہاں ہیں اور انجامِ بخیر تو بہرہ گیر درجہ ہی کا ہے۔

یہی کبر و غرور یہود و نصاریٰ کے علماء میں پیدا ہو گیا تھا جبکہ ذکر اس آیت میں یہودی کہتے ہیں نصاریٰ کا مسلک کچھ نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں یہود کا طریقہ کچھ نہیں حالانکہ دونوں فرقہ کتاب

یہودی کبر و غرور یہود و نصاریٰ کے علماء میں پیدا ہو گیا تھا جبکہ ذکر اس آیت میں یہودی کہتے ہیں نصاریٰ کا مسلک کچھ نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں یہود کا طریقہ کچھ نہیں حالانکہ دونوں فرقہ کتاب

شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ط (البقرہ ۱۲۹)

پھر فرمایا کہ

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُلْبِئُكَ قَوْلُكَ فِي الْحَبِطِ  
الَّذِي مَيَّا وَيَتَّبِعُهُ اللَّهُ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ  
وَهُمْ أَلَدًا الْخِصَامِ ۝

(البقرہ - رکوع ۲۵۴)

اور فرمایا کہ

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ  
اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ ط (المائدہ - رکوع ۳)

اور اے رسول کوئی شخص ایسا منافق بھی ہوتا ہو کہ  
جسکی باتیں اس دنیا کی زندگی میں بھی معلوم ہوتی ہیں وہ  
اپنی محبت و ارادت پر خدا کو گواہ ٹھہراتا ہو حالانکہ وہ  
تیرے دشمنوں میں سب سے زیادہ جھگڑا لوستے ہیں۔

اور یہود اور نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے  
اور اس کے چھپتے ہیں۔

قرآن مجید نے تو انسان کے اخلاق کو ایسے بلند مقام پر پہنچانا چاہا ہے کہ شرکوں  
کے معبودان باطل کو بھی بُرا کہنے اور گالی دینے سے روک دیا اور نیک بندوں کی شناخت  
بتائی کہ

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَتَّقُونَ عَلَى الْغَنَى  
هُمْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا  
سَلَامٌ ۝ (الفرقان - رکوع ۱۶)

اور خدائے رحمان کے خاص بندے تو وہ ہیں جو زمین  
پر فروتنی کے ساتھ ہیں اور جب باطل ان سے جہالت کی  
باتیں کرنے لگے تو ان کو سلام کہیں اور انک ہوا بیس  
اور فرمایا کہ جنت مباحثہ کی ضرورت پیش آجائے تو انتہائی نرمی اور خوش اخلاقی سے  
کام لینا چاہئے۔

أُنِىْ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْ  
الْحُسْنَى وَجَادِ لِقَوْمٍ هِيَ أَحْسَنُ  
(الخل - رکوع ۱۶)

اے رسول لوگو کو عقل کی باتوں اور اچھی اچھی نصیحتوں سے اپنی  
پروردگار کو رتی کی طرف بلاؤ اور اُن سے بحث بھی کرنی بڑی سلیس و لطیف  
کہ کہ وہ لوگو کو بہت ہی اچھی معلوم ہو۔

برائی کا دفعہ ایسی برائیوں کو جو بہت ہی پسندیدہ ہو اگر ایسا  
کرو گزرتو یہ ہو گا کہ تم میں اور جس شخص میں عداوت تھی،

اور فرمایا کہ  
إِذْ قَعَبَاتِ هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الدِّانِي بَيْنَكَ  
وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَانَتْ وَبَيْنَ حَمِيمِهِ ۝

(حمل السجدة - ۵)

اور دوسری طرف کافر کی صفت بیان فرمائی کہ

قَدْ كَانَتْ آيَاتِي تُنْشَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ  
عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ تَنْكِبُونَ مُسْتَكْبِرِينَ  
بِهِ سَامِرًا تَهْتَفُونَ ۝ (المؤمنون - ۴۷)

اور فرمایا کہ

وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ  
ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ  
الْمُفْسِدِينَ ۝ (النمل - ۱۶)

اور فرمایا کہ

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ۝

(النساء - ۶)

مارتے پھریں۔

اللہ ان لوگوں کو دوست نہیں رکھتا جو اترتے اور برحق

سب سے پہلا گناہ اور سب سے پہلے خدا تعالیٰ کی نافرمانی جو ظہور میں آئی وہ تکبر کا نتیجہ  
ہوتا یعنی ابلیس نے محض تکبر کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کر نیسے انکار کیا۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "خلق کو دو چیزوں نے ہلاک کیا۔ ایک ہوا و  
سوس کی پیروی دوسرے اپنی ثناء و صفت کو دوست رکھنا، علمائے ربانی کی ایسا ساخت  
یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان کی مدح کرے تو وہ اس شخص کو اس کے حق سے زیادہ کچھ نہ  
دیں اور اگر کوئی ان کی مذمت اور بھوکے کرے تو اس کے حق میں رتی برابر کمی نہ کریں۔  
عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عالم میں کوئی برائی یا عیب یا اسکی کوئی غلطی  
دیکھ کر اسکو آگاہ کرے اور بتائے کہ آپ نے یہ غلطی یا گناہ کا کام کیا ہے تو وہ عالم آگ بگولہ  
ہو جاتا اور کہتا ہے کہ تجھ کو کیا حق ہے کہ ہمکو نصیحت کرے۔ ہم عالم ہیں تو جاہل ہی تو نے نصیحت  
بڑی گستاخی اور ہمارے توہین کی ہے اور اپنی غلطی کی عجیب و غریب توجہیں کر کے اس  
بیچارے کو شرمندہ کر دیتا ہے خدا نے تعالیٰ فرماتا ہے کہ

یہ ایک تمہارا دوست و مستنجہ بن گیا۔

یَقِينًا ہماری آیتیں تمکو پرکھنا ہی جاتی تھیں تو تم انرا کسر  
کو قرآن کو ایک لگی ٹھہراتے ہوئے یہودہ کو اس کرتے  
ہوئے اٹے پاؤں بھاگتے تھے۔

اور باوجودیکہ ان کے دل ہماری آیات کا یقین کر چکے تھے مگر  
انھوں نے زبردستی اور شیخی کی وجہ سے ان کو نہ مانا پس اسے  
رسول دیکھہ ہر فرد دل کا کیسا برا انجام ہوا۔

وَإِذْ أَقِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَاكَ ذُئِلَ عَنَّهُ  
بِالْأَثَرِ (البقرہ - ۲۵)

اور جب اس سے کہا جائے کہ خدا سے ڈر تو شیخی دامگیر  
ہو کر اسکو گناہ پر آمادہ کرے۔

امام غزالی رحمہ لکھتے ہیں کہ ”عالم جب اپنے آپ کو کمالِ علم سے آراستہ دیکھتا ہے  
تو اوروں کو اپنے مقابلے میں بہایم سمجھنے لگتا ہے اس پر تکبر کے غالب ہو جانیکا نتیجہ یہ ہوتا  
ہے کہ لوگوں سے اپنی خدمت - مراعات - تعظیم اور تکبریم کی توقع رکھتا ہو اور اگر لوگ  
ایسا نہ کریں تو تعجب کرتا ہے اور اگر وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتا یا کہیں دعوت میں  
جاتا ہے تو احسان جتاتا ہے اور آخرت کے کاموں میں خدا کے نزدیک اپنے آپ کو  
اُن سے بہتر جانتا اور اپنی نجات کی قوی امید رکھتا اور کہتا ہے کہ سب میری دعا پر  
نصیحت کے محتاج ہیں میرے طفیل دوزخ سے نجات پائیں گے۔ ایسا سطرے رسول مقبول  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَفْتَهُ الْعِلْمُ الْجَنِيلَ یعنی اپنے آپ کو بڑا جاننا علم کی  
آفت ہو اور حقیقت میں ایسے عالم کو عالم کہنے کے مقابلے میں جاہل کہنا زیادہ مناسب  
ہی کیونکہ حقیقت میں عالم وہ شخص ہو جو آخرت کے خطرہ کو معلوم کرے اور صراطِ مستقیم  
کی باریکی کو پہچانے۔ وہ اس بات کے خوف سے کہ علم اس کے اوپر حجت اور دلیل ہوگا،  
تکبر میں مشغول نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ  
جس قدر علم ترقی کرتا ہے درودِ مصیبت میں بھی ترقی ہوتی ہے لیکن علم سیکھنے سے جو لوگوں کا  
تکبر بڑھ جاتا ہے اس کے دو سبب ہیں، ایک تو یہ کہ علم حقیقی جو علمِ دین ہی اسے نہیں سیکھتا  
حساب بخوم - ادب مناظرہ اور مباحثہ وغیرہ کے علوم سیکھتے ہیں جن سے تکبر ہی بڑھتا ہے  
علم فقہ و فتاویٰ بھی علمِ دنیا ہے اگرچہ دین کو اسکی احتیاج ہے مگر اس سے خوفِ الہی پیدا  
نہیں ہوتا بلکہ اگر آدمی صرف علمِ فتاویٰ میں اٹکا رہے اور دوسرے علوم سلوک و معرفت  
کو ترک کر دے تو سیاہ دل اور متکبر ہو جاتا ہے یہی حال خطباء و واعظین کا ہے ان کی مسجد  
و پرنکلت اور بے فائدہ باتیں اور اُن باتوں کی تلاش جن کے ذریعہ سامعین سے فائدہ  
کے نعرے بلند کرتے اور وہ باریکیاں جن کے سبب سے مذہبوں میں تعصب پیدا کرتے  
میں کہ عوام سمجھیں کہ یہی دین کی باتیں ہیں۔ یہ سب امور کبیر و حسد اور عداوت کا تخم



دل میں بولتے ہیں ان کے ذریعہ دروازہ کھلتی نہیں بڑستی بلکہ تکبر اور نخوت میں ترقی ہوتی ہے۔

دوسرا سبب فطری خبث طینت اور بداخلاقی ہے کہ کوئی شخص علم نافع مثلاً تفسیر حدیث پڑھے اور پھر بھی متکبر ہو اور اس علم دین کے پڑھنے سے اسکی غرض بیان کرنا ہی ہو کہ اس طرح لوگوں میں اسکو بڑائی حاصل ہو اس کی غرض عمل کرنا نہ ہو۔ ایسے شخص کے باطن میں جب یہ علم نافع جاتا ہے تو اس کے باطن ہی کی صفت پر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ تنقیہ سے پہلے جو دامعدہ میں جاتی ہے معدہ کے غلط کی صفت پر ہو جاتی ہے یا مثلاً پانی کہ بادل سے ایک ہی صفت پر صاف و شفاف برتا ہے اور جس نبات میں پہنچتا ہے اسی کی صفت کو بڑھاتا ہے اگر وہ نبات تلخ ہے تو اسکی تلخی بڑھ جاتی ہے اگر میٹھی ہے تو اس کی میٹھاس بڑھ جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن اُن کے حلق سے تجاوز نہیں کرتا اور کہتے ہیں کہ کون ہی جو ہماری طرح قرآن پڑھے اور جو کچھ ہم جانتے ہیں دوسرا کہاں جانتا ہو۔ یہ فرما کر آپ نے اصحاب کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ ایسے لوگ تم ہی میں سے یعنی میری امت میں ہی ہونگے اور وہ سب دفن ہیں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ نو تو تم متکبر علماء میں سے نہ ہو جاؤ کہ سوقت تمہارا علم تمہارے جمل کو دفن کرے گا اور حق تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو تو اضع کا حکم فرمایا اور ارشاد کیا کہ

وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ

الْمُؤْمِنِينَ ۝ (الشعراء - ۱۱)

پھر آگے چلکر امام صاحب مدوح فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک زمانہ آئیگا کہ اس زمانے میں جو شخص تمہارے اعمال کا دسواں حصہ بھی عمل کرے گا تو وہ نجات پا جائیگا۔ اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو ناامید ہو جائیگا خوف تھا لیکن اس زمانہ میں تھوڑا بھی بہت ہے کیونکہ دین میں کوئی یار و مددگار نہ رہا اور خالق دین مندرس ہو گئے اور جو شخص یہ راہ چلتا ہے وہ اکثر تنہا ہی ہوتا ہے مددگار نہیں رکھتا اسکا رنج دونا ہوتا ہے

تو ناچار تھوڑے ہی پر قناعت کرتا ہے۔

بہت سے عالم ایسے ہوتے ہیں کہ وہ عالم اور علم کی فضیلت کا حال حدیثوں میں پڑھ کر مغرور ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو محض اس وجہ سے کہ وہ عالم ہیں دوسروں سے بڑھ کر اور بہتر سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ خود عامل نہیں ہوتے اور اپنے تزکیہ نفس کی کوئی فکر نہیں کرتے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ يَتَذَكَّرُ بِسَخَاتِ دِهِي بَانِيكَ اور کامیاب و پامراد وہی ہو گا جس نے اپنے آپ کو پاک کیا۔ صرف تزکیہ نفوس کا علم تزکیہ نفس کیلئے کافی نہیں ہے۔ اگر کوئی طبیب بیمار ہو کر دوا نہ کھائے اور کہے کہ میں بیماری کے علاج سے خوب واقف ہوں تو اسکی یہ واقفیت اسکو ہرگز تندرست نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ بیماری کی صحیح دوا نہ کھائے اور دوا کی تلقین کو برداشت نہ کرے۔ خدا تعالیٰ نے ایسے عالم بے عمل کی مثال قرآن مجید میں اس گدھے سے دی ہے جسکی پیٹھ پر کتا میں لدی ہوں

كَمْثَلِ الْجَمَارِ يَجْعَلُ اسْفَاطًا (المجہد - رکوع ۱)

آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ عالم بے عمل کو اس طرح دوزخ میں ڈالینگے کہ اس کی گردن اور پیٹھ ٹوٹ جائیگی اور اُسے اس طرح گھمایگی جیسے گدھا چکی گھاتا ہے سبقتی اس کے گرد جمع ہو جائیگا کہ اسے شخص تو کون ہو اور یہ کیا عذاب ہو وہ کہیگا کہ میں ہوں کہ اور دل کو تو امر بالمعروف کیا اور خود عمل نہ کیا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص جاہل ہو اُس پر تو ایک ہی بارانوس ہے اور عالم بے عمل پر سات بارانوس ہے یعنی علم اس پر حجت بکڑا جائیگا کہ تو نے جان بوجھ کر گناہ کیا۔ بعض نے عالم ایسے ہوتے ہیں کہ وہ علم و عمل دونوں میں قصور کرتے لیکن جتنے عمل کرتے ہیں سب ظاہری عمل کرتے ہیں اور دل کی ظہارت سے غافل رہتے ہیں اور اپنے دل سے تکبر جسد ریا اور طلب جاہ وغیرہ کی نیجاستوں کو دور نہیں کرتے جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو گا وہ جنت میں نہ جائیگا اور ایمان کو حد ایسا تباہ کرتا ہے جیسے لکڑی کو آگ تباہ کر دیتی ہے۔ جو شخص اپنا ظاہر آراستہ اور باطن پلید رکھتا ہو اس کی مثال ایسی ہی جیسے سند اس کہ باہر سے مسرپا نفاست ہے اور اندر سے بالکل گندگی اور نیجاست ہو۔ امام غزالی رحمہ فرماتے ہیں کہ

”بعض علماء ظاہر فقہ میں اوقات بسر کرتے ہیں وہ اتنا نہیں جانتے کہ فقہ کی تعریف اس سے زیادہ نہیں ہو کہ جس قانون سے پادشاہ خلق کو سیاست کرے اسے یاد رکھنا۔ اور جو چیز راہِ آخرت سے علاقہ رکھتی ہو اس کا علم ہی اور ہے۔ یہ فقہ جانتا ہے کہ جو بات ظاہری فقہ میں راست اور درست ہوتی ہو وہ آخرت میں فائدہ دیتی۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جو کوئی زکوٰۃ کا مال اخیر سال میں اپنی بیوی کے ہاتھ فروخت کر کے اس کا مال مول لے لے تو ظاہری فتویٰ یہ ہوگا کہ محفل زکوٰۃ کو اس سے زکوٰۃ طلب کر نیکاحی نہیں اور شاید فقہ اس کو محسوس بھی نہ کرے کہ جو شخص زکوٰۃ ساقط ہو جانے کے لئے قصداً ایسا کرتا ہو وہ اور نہ زکوٰۃ دونوں عالم الغیب کے غضب میں یکساں گرفتار ہونگے زکوٰۃ بخل کی پلیدی کا علاج تھا جب کہ حیلہ کے ذریعہ بخل کی اطاعت کی گئی تو ہلاکت یقینی ہو چکی کہ نبی ﷺ بھلا کیسے نجات پاسکتا ہے“

ابن ماجہ نے حضرت کعب بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جس نے علم حاصل کیا اس لئے کہ علماء سے جھگڑے یعنی بحث کر کے اپنی بٹائی چاہے یا اس واسطے حاصل کیا کہ نادانوں میں جھگڑا پیدا کرے اور ان کو شک میں ڈالے یا اس لئے کہ اس کے ذریعہ آدمیوں کا منہ اپنی طرف پھیرے یعنی ان کو اپنا معتقد اور پیرو بنا کر مال و دولت سمیٹے تو خدا نے تعالیٰ اس کو دوزخ میں ڈالے گا“ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ صحیح ترمذی اور صحیح نسائی چاروں کتابوں میں حضرت عائشہؓ سے یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ دشمن خدا وہ شخص ہو جو بڑا جھگڑالو اور خصومت کرے نبی ﷺ، لیکن آج کل کے علماء سب سے زیادہ اس صفت مذمومہ میں گرفتار نظر آ رہے ہیں۔

## ریا کاری اور علماء

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ۔

جس شخص کو اپنی رے طعن کی آرزو ہو اس کو چاہیے کہ نیک

قَمَنَ لَّكَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا

صَالِحًا وَلَا يَتَّبِعْكَ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ه  
(الکھف - رکوع ۱۲)

اعمال بجالائے اور کسی کو بتو رب کی عبادت میں  
شریک نہ کر۔

معلوم ہوا کہ جو شخص خدائے تعالیٰ کی عبادت کرے اور ساتھ ہی یہ بھی چاہے کہ لوگ  
میری اس عبادت سے مطلع ہوں اور میری پارسائی کا اعتقاد کریں تو یہ شرک ہے کیونکہ  
اس نے خدا تعالیٰ کی عبادت میں مخلوق خدا کو شریک کر لیا۔ پھر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ  
فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ  
سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاؤْنَ ه  
(الماعون)

ان منافق نمازیوں کی بڑی تباہی ہو جو اپنی نماز کی طرف سے  
غفلت کرتے ہیں اور وہ کوئی نیک عمل کرتے بھی ہیں  
تو لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے ہیں۔

اور فرمایا کہ

وَالَّذِينَ يَنْفَقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ  
وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ه  
وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا قَرِينَاهُ  
(النساء - رکوع ۶)

اور وہ لوگ جو لوگوں کے دکھانے کے لئے مال خرچ کرتے ہیں اور  
اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور شیطان جس کا  
ہو جائے تو وہ تو بہت ہی بُرا ساتھی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لائیں گے اور  
دریافت کریں گے کہ تو کیا عبادت لایا ہے وہ کہیگا کہ میں نے اپنی جان خدا کی راہ میں فدا کی  
حق تعالیٰ فرمایگا کہ تو جھوٹ کہتا ہے تو نے اس واسطے جہاد کیا تھا کہ لوگ کہیں فلاں آدمی  
بڑا بہادر ہے اور حکم دیگا اسے دوزخ میں لیجاؤ۔ دوسرے شخص کو لائیں گے اس سے  
بھی یہی سوال ہوگا وہ کہیگا میں نے اپنا سب مال خدا کی راہ میں خیرات کر دیا ارشادِ  
الہی ہوگا کہ تو جھوٹا ہے تو نے خیرات اس لئے کی تھی کہ لوگ کہیں فلاں آدمی بڑا سخی ہے  
اسے دوزخ میں لیجاؤ پھر ایک اور شخص کو لائیں گے اس سے بھی یہی سوال ہوگا وہ کہیگا میں  
نے بڑی محنت سے علم سیکھا اور قرآن شریف پڑھا حکم ہوگا کہ تو نے اس واسطے پڑھا تھا  
کہ لوگ کہیں فلاں شخص عالم ہے اسے دوزخ میں لیجاؤ۔

نقل ہے کہ کسی بزرگ نے خواب میں شیطان کو دیکھا کہ بیکار بیٹھا ہے انھوں نے

کہا کہ تو تورات دن لوگوں کو گمراہ کرنے کے کام میں مصروف رہتا ہے تیری بیکاری کا سبب کیا ہے اس نے جواب دیا کہ جب سو اس آخری زمانہ کے ریاکار علماء پیدا ہو گئے ہیں انہوں نے میرے کام کو ہلکا کر دیا ہے وہ رات دن لوگوں کو گمراہ کرنے اور اپنی ظاہری متشرع صورت بنا کر اپنے جال میں پھنسانے کا کام سرگرمی سے انجام دیتے ہیں ریاکاری یعنی لوگوں کی نظر میں اپنے آپ کو اچھا اور نیک اعمال دکھانے اور باطن میں رضائے الہی کو مقصود اصلی نہ ٹھہرانے کا سبب ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر کا نہ ہونا یا ایمان کا انتہاء درجہ کمزور ہونا ہے۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ ریا شرک کا چھوٹا بھائی ہے۔ ریا اور نفاق حقیقتاً ایک ہی چیز ہے۔ منافق کی نسبت قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَجَاتِ الْأَسْفَلِ مِنَ  
الْمُتَارِدِ (النساء - ۲۱)

ریا کار آدمی دوسرے لوگوں کو اپنا خدا قرار دے لیتا اور لوگوں کی رضامندی اور ان کی توفیق اور مدد و ثنا کو اپنا مقصود اصلی ٹھہرا کر عبادتوں میں مشقت اٹھاتا ہے لیکن جب اس کے زہد و عبادت کو دیکھتے والا کوئی شخص نہ ہو تو بھروسہ اس زہد و عبادت کو ترک کر دیتا ہے۔ بعض اوقات وہ اس فریب خوردگی میں مبتلا ہوتا ہے کہ جس طرح لوگ جھکو برائیک اور عاید و زائد یقین کرتے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ بھی مجھ سے خوش ہے۔ لیکن وہ لوگوں کی مدح و ثنا سے لذت پاتا اور لوگ ستائش نہ کریں تو اذیت محسوس کرتا اور اذیت ہو کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ایک خط بھیجا اور درخواست کی کہ آپ مجھے کچھ نصیحت کریں حضرت ممدو نے جواب میں خط لکھا کہ ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کی خفگی کی کچھ پروا نہیں کرتا اور خدا تعالیٰ کی رضامندی تلاش کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس سے رضامند ہو جاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے راضی کر دیتا ہے اور لوگوں کے شر کو اس سے دور کر دیتا ہے اور جو کوئی لوگوں کی رضامندی تلاش کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی راضی کی پروا نہیں کرتا تو خدا تعالیٰ اس کو لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے“

علماء کی ریاکاری سب سے زیادہ خطرناک اور سب سے زیادہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے والی ہوتی ہے اس لئے کہ وہ اپنے علم و فضل کی نمائش کو ضروری سمجھ کر بحث و جدل کے مواقع تلاش کرتے اور امت مسلمہ کو حقیقت اسلام سے دور و مجبور بناتے رہتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ ”میں اپنی امت پر کسی چیز سے اتنا نہیں ڈرتا ہوں جتنا چھوٹے شرک سے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا ہے فرمایا کہ ریا۔ رواہ احمد۔ قیامت کے دن خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ریاکار! و تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کے واسطے تم نے عبادت کی تھی اور انھیں سے اپنی جزا مانگ لو۔ رواہ احمد۔ پھر فرمایا کہ جب الحزن سے خدا تعالیٰ کی پناہ مانگو لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب الحزن کیا چیز ہے فرمایا کہ ریاکارانہ عملوں کی بواسطے دوزخ میں ایک غاریا کنواں یا جنگل ہو جس سے دوزخ بھی دن میں سو بار پناہ مانگتی ہے۔ رواہ الترمذی۔ امام غزالی رحمہ نے ایک طویل حدیث کیسے سعادۃ میں نقل کی ہے اس کے آخری حصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ”کسی بندے کے اعمال نیکی کے فرشتے ساتویں آسمان تک لجاتے ہیں ان اعمال میں روزہ۔ نماز۔ نفقہ۔ جہاد۔ ورع سب کچھ ہوتے ہیں یہ مجموعہ اعمال آفتاب کی طرح روشن ہوتا ہے اور تین ہزار فرشتے اس کے ساتھ جاتے ہیں جب ساتویں آسمان تک پہنچتے ہیں تو حکم ہوتا ہے کہ یہ اعمال اسی بندے کے منہ پر واپس مارو اور اس کے دل پر قفل لگا دو کیونکہ ان اعمال سے اُسے خدا مقصود نہ تھا بلکہ اپنی شہرت و شہرت مقصود تھی۔ جو عمل خالصاً خدا کے واسطے نہیں ہوتا وہ ریا ہوتا ہے اور حق تعالیٰ ریاکار آدمی کے عمل قبول نہیں کرتا پھر فرشتے اور کسی شخص کے اعمال اٹھاتے ہیں اور ساتویں آسمان سے آگے بڑھایا جاتے ہیں ان میں بالکل خلق نیک۔ نبی اور طرح طرح کی عبادت ہوتی ہے اور سب آسمانوں کے فرشتے پہنچاتے جاتے ہیں یہاں تک کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرشتو تم اس کے اعمال کے نگہبان ہو اور میں اس کے دل کا نگہبان ہوں اسے یہ عمل میرے واسطے نہیں کئے اپنے دل میں اور کی نیت کی ہے میری لعنت اس پر ہو۔ فرشتے کہتے ہیں اے خدا تیری لعنت اور ہم سب کی لعنت اس پر ہو ساتویں آسمان اور ساتویں زمین اور جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہو سب اس پر لعنت کرتے ہیں“

ۛ کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ جاتے ہیں اور سب فرشتے گواہی دیتے ہیں کہ یہ اعمال پاک اور باخلاص ہیں ۲۲

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ ”ریا کار کی تین علامتیں ہیں جب اکیلا ہو تو سست ہو جب لوگوں کو دیکھے تو سرور ہو جب اس کی تعریف کریں تو عمل زیادہ کرے جب مذمت کریں تو عمل بہت کم کرے“ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک اور قول ہے کہ ”قیامت کے دن علماء سے کہیں گے کہ کیا تمہارے ہاتھ لوگوں نے سودا بہت سستا نہیں بیچا اور کیا تمہارے کام کاج میں مستعد نہیں رہے اور کیا پہلے تمہیں سلام نہیں کیا یعنی یہ سب باتیں تمہارے اعمال کی جزا تھیں جو تم حاصل کر چکے اور تم نے اپنے اعمال کو خالص نہیں رکھا“ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے اجازت طلب کی کہ میں صبح کے وقت لوگوں کو نصیحت کیا کروں آپ تو منع فرمایا اور کہا کہ مجھے یہ اندیشہ ہو کہ تیرے پیٹ میں اتنی ہوا بھرے کہ تو اڑ کر فریا پر پہنچ جائے یعنی اپنے آپ کو بہت ہی عالی مرتبہ سمجھنے لگے“

اگر انسان محض رضائے الہی کے لئے لوگوں کو وعظ و نصیحت کرے اور لوگوں کی مدح و ثنا کا مطلق خیال نہ کرے تو اس کے لئے وعظ و نصیحت کرنا ضروری ہے لیکن اگر اپنی خوش تقریری اور وسعت علم کے اظہار سے لذت یاب ہونے لگے اور یہ تصور کرنے سرور ہو کہ لوگ میری تعریف اور انعام و توقیر کریں گے تو ایسے واعظ کے لئے خاموشی بہتر ہے بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنی نفس کو اچھی طرح کچلے اور وعظ و تقریر شروع کرے ہر طرح خاموش و مرعوب سا ہو کہ ممبر سے اتر آئے کہ لوگ اس کو حقارت کی نظروں سے دیکھنے لگیں اور اس کے علم و فضل اور شیوا بیانی و خوش گفتاری کے متعلق ان کا اعتقاد منہدم ہو جائے۔ نیز کبھی کبھی کوئی منہایت معمولی سا مسئلہ کسی دوسرے عالم سے مجمع عاظم ہتفاۃ دریافت کرے تاکہ اس کے معجز علمی اور ہمہ دانی کا اعتقاد لوگوں کے دلوں میں باقی نہ رہے اس طرح جائز طریقوں سے نفس مغرور کا علاج ہمیشہ کرتا رہے۔ بعض لوگوں نے ریا سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو ملاستی بنا لینا مناسب سمجھا اور اس طرح ایک ملاستی فرقہ تیار ہو گیا جو لوگوں کے سامنے خلاف شرع کام کرتے ہیں حالانکہ یہ خطرہ سے خالی نہیں اور وقت نظر سے دیکھا جائے تو ملاستی مسلک اختیار کر نیوالے سب سے زیادہ ریا کار و مکار

اور شیطان کے پنجے میں گرفتار ہوتے ہیں کیونکہ لوگ ان کو خلاف شرع کام کرتے ہوئے دیکھ کر خیال کرتے ہیں کہ یہ ریا سے بچنے کے لئے بظاہر یہ کام کر رہے ہیں ورنہ حقیقتاً تو بڑے پابند شرع اور عابد و زاہد ہیں اس طرح ان کی اور بھی زیادہ گرم بازاری ہو جاتی ہے حضرت ابراہیم ادہم کا قول ہے کہ ”جسے شہرت کو اچھا جانا اس نے خدا تعالیٰ کو نہیں پہچانا“ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ہم مسیح دجال کا ذکر کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا خبر نہ دوں میں تمکو اس چیز کی جس کا ڈر مجھکو تمہیں مسیح الدجال سے بھی بڑھ کر ہے کہنے کہا لاں یا رسول اللہ فرمایا وہ شرک مخفی ہے۔ آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہو پھر اس نماز کو زیادہ پڑھے اس لئے کہ کوئی شخص دیکھ رہا ہے۔ رواہ ابن ماجہ۔ یہ نماز کا ذکر بطور مثال کے فرمایا ورنہ ریا کچھ اسی صورت خاص میں مختصر نہیں ہو۔ ریا کا ڈر دجال سے اس لڑ بڑھ کر ہوا کہ دجال کے لئے ظاہر میں نشانیاں مقرر ہیں ان کو اہل علم پہچانتے ہیں اور ریا ایک نہایت مخفی چیز ہو اسی لئے بعض شایخ نے فرمایا ہے کہ اندھیری رات میں سیاہ محسوس پتھر پر چوٹی کی چال سے اسکا معلوم کر لینا جقدر دشوار ہو اس سے زیادہ دشوار ریا کا معلوم کر لینا ہے بڑے بڑے عالم اور اہل دل ریا کے معلوم کر لینے میں دھوکا کھا جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”ذرا سا بھی ریا شرک ہو“ رواہ ابن ماجہ۔ بڑے ریا کا تو ذکر ہی کیا۔ آج کل ریا کی جقدر گرم بازاری ہے اور مسلمان کے علماء اس مرض میں جقدر گرفتار ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں خدا تعالیٰ نے پہلے ہی ان کی خبر دیدی تھی کہ

وَمَا يُؤْمِنُ إِلَّا تَوَهُّٰ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهْوَ مُشْرِئُ كُنْهٍ (یوسف - ۱۲)

اور اکثر لوگوں کی حالت یہ ہو کہ خدا کو مانتے ہیں اور وہ شرک بھی ہیں۔

## شعر خوانی بحث مباحثہ تمسخر اور علماء

خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت فرمایا کہ

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الْتَمَتْعَ وَمَا يُتَّبَعِي لَدُنَّ اِنْ هُوَ | اور ہنوا ابو رسول کو شاعری نہیں سکھائی اور شاعری کو



اَلَا ذِكْرُكَ قِيَّانُ مُبِينٌ ۝ (یس - دلو ۵)

دوسری جگہ فرمایا کہ

وَالشُّعْرَاءُ يُتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝ (الشعر - ۱۱)

کی شان کو نمایان بھی نہ تھی یہ قرآن تو محض نصیحت اور پرہیزگاری کے لائق عام فہم ہدایت نامہ ہے۔

اور شاعر تو خود گمراہ ہوتے ہیں انکی پیروی بھی گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں

شیطان کے فویہوں میں سے ایک بڑا فریب یہ ہے کہ واعظوں اور خطیبوں کو اس بات کا یقین دلا دیا ہے کہ بغیر شعر خوانی کے لوگوں کو پسند و نصیحت ہی نہیں کیا جاسکتی لہذا عام طور پر ہر ایک واعظ و خطیب اشعار کا یاد کرنا آیات قرآنیہ اور احادیث نبوی کے یاد کرنا بھی زیادہ ضروری سمجھتا ہے۔ اگر نصیحت و تذکیر کے لئے اشعار لازمی چیز تھے تو بغیر ان خدا اشعار ہی کے ذریعہ لوگوں کو تو حید بار تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتے اور سب سے زیادہ اشعار آنحضرت صلعم کو یاد ہوتے اس لئے کہ آپ ہادی کامل اور رہبر اعظم تھے۔ پھر صحابہ کرامؓ میں بھی جنہیں ہر ایک نجم ہدایت ہو سب کے سب اعلیٰ درجہ کے شعر خواں ہوتے لیکن خدا تعالیٰ نے تو شعر کو ہادی برحق کی شان کے منافی قرار دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”اگر کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھرا ہوا ہو جو اسکو فاسد کر دے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ شعر سے بھرا ہوا ہو“ مرقاۃ میں کہا ہے کہ اسمیں اشارہ ہے استیلاء شعر کی طرف کہ قرآن و ذکر و علم دین سے باز رکھے کیونکہ یہ مذموم ہے چاہے کسی قسم کے اشعار ہوں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے جاتے تھے موضع عرج میں کہ اتنے میں ایک شاعر شعر پڑھتا ہوا سامنے آیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا خدا والشیطان اوامسکوا الشیطان لان یمتلی جوف رجل یحما خیر لہ من ان یمتلی شعرا۔ رواہ مسلم۔ یعنی اس شیطان کو بکڑو اگر کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے تو یہ بہتر ہے اس کے لئے بمقابلہ اس کے کہ شعر سے بھرے کبھی کبھی تائید حق کے لئے شعر کہنا اور شعر پڑھنا احادیث نبوی میں اور قرآن مجید میں بھی جائز ٹھہرایا گیا ہے لیکن شعر بازی کو لازمۃ تبلیغ و وعظ ٹھہر لینا یقیناً ناجائز اور مذموم و قبیح ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کا ایک عادی (حدی خوان) تھا جسکا نام انجہ تھا وہ غرض آواز تھا آنحضرت صلعم

نے ایک سفر میں اسکو فرمایا رویداک یا انجشتہ کاتکس المقدار یہ دینی اے انجشتہ توہری نہ کرشیو نہ کو نہ توڑم قتاوہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں تو آتیرست مراد نساء ہیں۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ معلوم ہوا... کہ ایسا گانا یا شعر پڑھنا جسکی آواز عورتوں تک جائے ناجائز ہے کیونکہ وہ کمزور دل ہوتی ہیں۔ ذرا سی خوش آوازی و شعر خوانی پر ان کی خیالات کے خراب ہو جائیں گے۔ شغائے قاضی عیاض میں یہ مسئلہ بالتصریح موجود ہے۔ کہ جو شخص خدا تعالیٰ یا کسی نبی کی شان میں بے ادبی یا اہانت کا کلمہ کہے وہ کافر ہو جاتا ہے لیکن اکثر واعظ اپنی تقریروں میں ایسے اشعار پڑھتے ہیں جنہیں خدا اور اس کے رسولوں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ اور نہایت بے ادبی کے الفاظ ہوتے ہیں جب واعظوں کی زبان سے ایسے کلمات سینگے تو عوام کیوں احتیاط کرنے لگے ہیں۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ بعض عالم نما جاہل ایسے فیوض کے مرید و معتقد ہوتے ہیں جو نماز روزہ کو بُرا کہتے اور خدا تک کو گالیاں دے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب کی باتوں کو لوگ کیا سمجھ سکتے ہیں یہ تو ظاہری شریعت کے پابند ہیں اور حقیقت و معرفت دوسری چیز ہے گویا وہ علی الاعلان اس بات کے مدعی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شریعت صحابہ کرام کو تعلیم فرمائی اور جو کلام الہی لوگوں کو پہنچایا یہ سب نعوذ باللہ نمایشی باتیں تھیں اور حقیقت کچھ اور ہی تھی۔ ایسا کہنے اور یقین کرنا والا آنحضرت صلعم کی شان میں سخت گستاخی کا مرتکب اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلعم تو شرابی کو ملعون و مردود قرار دیں اور یہ اپنے شرابی پیر کو مقرب بارگاہ الہی بتائے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ گائیوالوں کے کاندھوں پر دو شیطان مسلط ہوتے ہیں جب تک وہ گانے سے فارغ نہ ہوں لات مارتے رہتے ہیں۔ نو اور الاصول میں حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی دنیا میں گانا سنتا ہو اسے اجازت نہ ہوگی کہ جنت میں گانا سنے۔ تفسیر غزیری میں شاہ عبدالغیر صاحب رحمہ نے وَجَدَتْ ضَالًّا فَهَدَىٰ کی تفسیر کے تحت میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کوئی کام

جو جاہلیت والے کرتے تھے کرنا نہ چاہا مگر دو وقت اور دونوں وقتوں میں لطفِ الہی نے مجھے وہ دونوں کام نہ کرنے دیئے وہ کام یہ تھے کہ ایک دن قریش کے ایک نوجوان کو مکہ کے باہر میں نے کہا کہ میری بکریوں کی خبر داری رکھنا شہر مکہ میں کسی نوجوان ملکی بیٹھے ہیں اور کہانیاں کہہ رہے ہیں میں بھی جا کر کہانیاں سنوں جب اس ارادے سے مکہ میں داخل ہوا تو پہلے ہی گھر میں جو سر راہ تھا گانے کی آواز سنی معلوم ہوا کہ کوئی شادی ہو یہ سنگر میں گیا اور چاہا کہ بیٹھ کر تماشا دیکھوں اور گانہ سنوں بیٹھے ہی خدا تعالیٰ نے مجھ پر نیند طاری کر دی کہ دن نکلے تک نہ جا گا جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ مجلسِ برخواست ہو گئی۔ پھر دوسری مرتبہ ایسا ہی موقع گانے اور تماشے کا ہوا اس مرتبہ بھی نیند حائل ہو گئی اور میں بچ رہا پھر اس کے بعد کبھی میرے دل میں خیال بھی نہیں آیا۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے مجھے رستہ اور پیغمبری سے سرفراز کیا۔

علمائے اسلام اور مبلغین اسلام کو مذاہبِ باطلہ کے مقابلہ میں اور کبھی آپس میں ہی افہام تفہیم اور احقاقِ حق کے لئے مباحثہ و مناظرہ کی ضرورتیں پیش آجاتی ہیں اس کے لئے خدا نے تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے کہ

ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْظِعِ  
الْحَسَنَةِ وَجَادِ لَهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ  
(النحل - رکوع ۱۶)

اے رسول! لوگوں کو عقل کی باتوں اور اچھی اچھی نصیحتوں سے اپنی پروردگار کے رستے کی طرف بلاد اور انکیساتھ بحث بھی کرنی پڑی تو ایسا طور پر کر کہ وہ لوگوں کو نزدیک بہت ہی پسندیدہ ہو

اور پھر فرمایا کہ

وَقُلْ لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ط  
إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْشِئُ مِثْلَهُ طَائِفَاتٍ  
الشَّيْطَانُ كَانَ لِلَّذِينَ اتَّخَذُوا أَوْلِيَاءَ  
دینی اسمائیل - رکوع ۱۶

اور اے رسول! یہ کہ بندوں یعنی مسلمانوں کو سمجھا دو کہ مخالفین سے کوئی بات کہیں تو اس طرح کہیں کہ وہ اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہو کیونکہ شیطان سخت بات کہلو اگر لوگوں میں فساد ڈالنا ہو اور اس میں شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

اور پھر فرمایا کہ

ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةِ ط وَحُكْمٌ

اے رسول! مخالفین کی مدافعت ایسے بتاؤ جو بہت پسندیدہ

معلوم مواد جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں ہم اس سے خوب واقف ہیں

أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ ۵ (المؤمنون - رکوع ۶۴)

اور فرمایا کہ

اور مسلمانوں اہل کتاب کے ساتھ جھگڑانہ کیا کرو گویا کسی طرح پر کہ وہ نہایت ہی عمدہ اور شائستہ ہو۔

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (العنکبوت - رکوع ۱۵)

اور فرمایا کہ

بائی کا وضعیہ بیو بڑا سو کرو کہ وہ بہت ہی پسندیدہ اور گلاب کی تو یہ بھگو کہ تمہارے اوچے شخص کے درمیان عداوت تھی وہ تمہارے دوست بن گیا اور ایسے حسن اخلاق کی توفیق انہیں لوگوں کو ملتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ مرتبہ انہیں کو دیا جاتا ہے جو بڑے نصیب الے ہیں۔

ادْفَعِ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ وَمَا يُلْقِهَا إِلَّا الَّذِينَ يَنْصَبُوا وَ مَا يُلْقِهَا إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ (حم السجدة - رکوع ۵)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے بھائی سے بیجا بحث مت کرو۔ اور نہ ہی مذاق بھی نہ کرو اور وعدہ خلافی بھی نہ کرو۔ رواہ الترمذی۔ پھر فرمایا کہ آدمیوں میں سب سے زیادہ دشمن خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہے جو بڑا لڑاکو اور جھگڑالو ہے رواہ البخاری الترمذی والنسائی۔

علماء رسول کی عموماً یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ مخاطب کے ساتھ شروع ہی سے ترش ترشی اور بد خلقی کے ساتھ پیش آتے۔ خدا اور فضول جھگڑا کرنے کو خوبی سمجھتے ہیں۔ مخاطب کی تحقیر طنز یہ گفتگو منع جگت اور بھینتی وغیرہ کو اپنا کمال اور موجب فخر یقین کرتے ہیں حالانکہ دین کی باتیں نہایت دلسوزی اور محبت سے سمجھانی چاہئیں اور دلائل اس طرح بیان ہوں کہ عقل و خرد تسلیم کر نہیں انکار نہ کرے۔ امور دین میں کج سمجھی کہ نیسے انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ امام غزالی رحمہ نے اپنے زمانے کے عالموں کی خرابیاں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ لوگ بدل و مناظرہ میں یا تعصب مذہب میں یا فتاویٰ خصوصیات خلق میں یا اور علموں میں جو انہیں و نیاسے آخرت کی طرف اور حرص سے قناعت کی طرف اور ریاسے اخلاص کی جانب اور غفلت و ایمنی سے خوف و پرہیزگاری کی جانب نہیں بلاتے تمام

عمر ضائع کر دیتے ہیں اور جانتے ہیں کہ علوم یہی ہیں اور جو کوئی علوم باطنی کی طرف متوجہ ہو اُسے کہتے ہیں کہ یہ علم سے منکر اور چھوڑ ہے، صحف الغزالی میں امام صاحب ممدوح نے لکھا ہے کہ دو نصیحت کرنا اور نصیحت کی درخواست کرنا یہ دونوں آسان ہیں مگر نصیحت کو قبول کرنا اور اس پر کار بند ہونا دشوار ہے خاص کر ان لوگوں میں جو بڑی فضیلت کی تحصیل میں مصروف ہیں اس لئے کہ وہ عموماً یہی خیال کرتے ہیں کہ صرف تحصیل علم ہی انکی نجات کا وسیلہ ہو گا چنانچہ عموماً یہ لوگ عمل سے بالکل مستغنی اور بے پروا ہوا کرتے ہیں حالانکہ زیادہ تر اسی کی حاجت ہی کیونکہ علم کی وجہ سے ان پر سختی کے ساتھ محبت قائم ہو جاتی ہے، سب سے زیادہ عذاب قیامت کے دن اس عالم کو ہو گا جو اپنے علم سے نفع نہ پائے۔ پس اگر تم آخری سعادت کے خواہاں ہو تو ایسا موقع نہ آنے دو کہ علم تم پر محبت ہو جائے لہذا حسب ذیل چار باتوں سے پرہیز اختیار کرو۔

۱) اول یہ کہ مناظرہ نہ کرو۔ فن مناظرہ کے لئے محنت کرنے اور مناظرہ کی قوت بہم پہنچانے سے کچھ زیادہ فائدہ نہیں ہوتا اور اس میں آفتیں بہت ہیں۔ اسکا گناہ اس کے فائدے سے بڑھا ہوا ہے اس لئے کہ ریا۔ حسد۔ خروغیرہ اس سے پیدا ہوتے ہیں اگر مناظرہ کی ضرورت ہی پیش آجائے تو دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے (۱) تم اس میں کوئی فرق نہ کر سکو کہ امر حق تمہاری زبان سے ظاہر ہوتا ہے یا تمہارے مخالف کی زبان سے۔ (۲) اس مباحثہ یا مناظرہ کو تم غلوت میں کرنا پسند کرو نہ مجمع عام میں۔ دوم یہ کہ وعظ گوئی نہ کرو۔ اسکو اپنا پیشہ نہ بناؤ اگر خوش واقارب اور دوست احباب کی ہیروی کے لئے وعظ کہنا پڑے تو دو چیزوں سے بچتے رہو (۱) متکلفانہ فصاحت عبارت آرائی اور قافیہ بندی سے پرہیز کرو۔ کیونکہ تکلف کر نیوالوں کو خدا نے تعالیٰ دشمن رکھتا ہے قافیہ تکلف دل کی غفلت اور باطن کی خرابی کی دلیل ہے۔ وعظ گوئی کے تو یہ معنی ہیں کہ آخرت کی مصیبت کے خوف کی آگ دل میں بھڑکنے لگے اور انسان کو بیقرار کر دے۔ اس آگ کے جوش اور اس مصیبت کے توجہ کو وعظ و نصیحت کہتے ہیں۔ اگر سیلاب کسی کے گھر کے دروازے تک پہنچ جائے اور اس کے اہل و عیال اور مال و متاع کو برباد کرنے لگے

اور اسوقت ایک منادی شور مچانے لگے کہ بھاگو، بھاگو سیلاب آگیا۔ تو اس منادی کو اسوقت کوئی متفی اور مسیح عبارت نہ سوچے گی بس یہی مثال لوگوں کے سامنے وعظ بیان کرنے کی ہونی چاہئے ۲ دواعظ کی یہ خواہش ہرگز نہ ہونی چاہئے کہ میری خوش بیانی و قادر الکلامی و بذلہ سخی سے سامعین نعرے لگائیں اور جھوٹے لگیں اور میرے وعظ کی دہوم مچ جائے یہ ریا کی دلیل ہے دواعظ کو حاضرین مجلس کی اصلاح حالت کے لئے حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے یعنی ان کو دنیا سے آخرت کی طرف اور حرص سے زہد کی طرف اور غفلت سے بیداری کی جانب متوجہ کرے۔ تاکہ جب مجلس برخاست ہو تو لوگوں کی باطنی اوصاف میں کچھ نہ کچھ تغیر پیدا ہو جائے۔

سوم یہ کہ کسی پادشاہ کو سلام نہ کرو اور پادشاہوں کے ساتھ اختلاط نہ کرو کیونکہ شاہی اختلاط و مجاست کا فتنہ بڑا ہی خطرناک ہو اکر تا ہے۔

چہارم یہ کہ سلاطین سے کسی چیز کا سوال نہ کرو اگرچہ وہ حلال و جائز ہی کیوں نہ ہو کیونکہ ان کے مال و جاہ میں طمع کرنا اکثر فساد دین کا باعث ہو جاتا ہے بسا اوقات سلاطین کے دئے ہوئے جاہ و مرتبہ کی وجہ سے نفاق اور ظلم وغیرہ کی رعایت کرنی پڑتی ہے اور یہ سب انسان کی ہلاکت کے اسباب ہیں۔ اور یہ چار امور ہیں جن سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرنی چاہئے ۴

عام طور پر علماء و سوادِ متبحر، استہزاء اور لطیفہ گوئی کو اپنا کمال اور لوگوں پر بھتیجاں اٹانے اور اپنے سامعین کو مہلتے مہلتے لٹا دینے کو اپنی کامیابی یقین کرتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْتَحْزِنُوا قَوْمًا قَوْمٌ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءِ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا تَكُونُوا الْفُسْكَمُ وَلَا تَتَّبِعُوا الْبَالَ تَقَابِطٍ يَبْسُ إِلَى سُمْ الْفُسُوقِ

مسلمانو! کوئی گرو کسی گروہ پر نہ ہنسے نہ غیب نہیں کہہ چیتے ہیں وہ خدا کے نزدیک بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں پر نہیں عجیب ہیں کہ خیر سنی ہیں وہ ان کی بہتر ہوں اور آپس میں ایک دہ کیوں طعنے نہ دو اور نہ ایک دوسرے کو نام دہرو ایمان لائے بعد بتدبیری کا نام ہی بُرا ہے اور جو احرکات سوزناہ آئیں تو وہی

بَعْدَ الْإِيمَانِ طَوْفَ مَنْ لَمْ يَتَّبِعْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ (المحلات - رکوع ۶۶)

خدا تعالیٰ کے نزدیک ظالم و گنہگار ہیں۔

اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”اُدھی بعض بات صرف اسی لئے کہتا ہے کہ لوگ اس بات کو سنکر سنیں اور وہ اس بات کی وجہ سے اتنی دور جا پڑتا ہے جو زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ سے بھی زیادہ دور ہے،“ رواہ بیہقی۔ مطلب یہ کہ رحمت الہی سے دور ہو جاتا اور دوزخ میں جا کر رہتا ہے۔ صحیح ترمذی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ”جیسا اور لحاظ کے ساتھ بات کہنا ایمان کی دو شاخیں ہیں اور خش و ہد زبانی اور بیدھڑک بات کہنا نفاق کی دو شاخیں ہیں“ ایک حدیث میں آیا ہے کہ میں اور میرے پرہیزگار راستی تکلف اور بناوٹ سے الگ تھلک رہتے ہیں۔ اسی لئے کیمیائے سعادت میں لکھا ہے ”اگر کسی مجلس میں کوئی شخص مسخرگی کی باتیں کرے تو کوئی نہ سنے تو اس مجلس سے فوراً اٹھکر چلے جانا چاہئے“ بالخصوص جب کوئی داعظہ سنی اور مسخرگی باتیں کرے اور لوگوں کو ہنسانے کے لئے لطیفہ کوئی شروع کرے تو بلا تامل اس مجلس و عطف سے اٹھکر چل دینا نہایت ضروری اور ثواب کا کام ہوگا اس لئے کہ ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذکورہ حدیث کی موافق پرہیزگار امتیوں میں شامل ہونے کی کوشش کا ثواب اور دوسری طرف اس بیہودہ داعظہ کو ایک قسم کی ہدایت کا اجر بھی مرتب ہوگا۔ حدیث سعد بن ابی وقاص میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لا تقوم الساعة حتی ینخر قوم یا یاکلون بالسنتھم کما تأکل البقرۃ بالسنتھما۔ رواہ احمد یعنی قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ایک قوم نکلیگی جو زبان کے وسیلے سے اپنا پیٹ بھر لے گی۔ جس طرح کہ گائے اپنی جیب سے کھاتی ہے۔ ان لوگوں سے مراد یقیناً ہمارے زمانہ کے پیشہ در داعظہ ہیں جو اپنی چرب زبانی شرع و خانی اور لطیفہ کوئی سے عوام کو خوش کر کے اپنے وعظ کی مزدوری لئے طلب کر لیتے ہیں اور اس چالاک و سخن سازی ہی کو ذریعہ معاش بنائے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کی کمائی یقیناً اکل یا باطل اور مال حرام میں داخل ہو۔ ترمذی و ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ ان اللہ یبغض البلیغ من الرجال الذی یتخلل بلسانہ کما یتخلل الباقۃ بلسانہا۔ یعنی خدا تعالیٰ دشمن رکھتا ہے مرد بلیغ کو جو زبان چلاتا ہے گائے کی طرح۔ اس حدیث کی شرح میں کہا گیا ہے کہ مراد بلیغ سے وہ شخص ہو جو خوب منہ بھر کر باتیں بناتا ہے اور زبان کو گائے کی مانند انتوں کے گرد پھیرتا ہے یعنی کلام میں اظہار فصاحت کے تو تکلف کرتا ہو اور اپنے زور تقریر سے دھوکا دیکر اپنا کام نکالتا ہے۔

علمائے سوء عموماً اپنی بد اعمالیوں کو حسن عمل قرار دیکر اور اپنی جہالت کو علم سمجھ کر علمائے ربانی سے مجاہدہ و مکابرہ پر بھی مستعد رہتے اور عوام کا لانا مٹا کر اپنا حمایتی دیکھ کر کج سمجھی و بدزبانی و بد لگامی سے کام لیتے اور کتاب و سنت یعنی خدا و رسول کو حکم بنائیے ہمیشہ گریز کرتے اور قرآن و حدیث کے ذریعہ فیصلہ کرنے کے عوض دوسروں کے اقوال و اعمال اور باپ دادا کی قایم کردہ رسموں کو چھپے رہتے ہیں خدا تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا ہے کہ

وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا هَ أَعْرَضَ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا هَذَا لِكَ مِمَّا نَخْشَى مِنَ الْعِلْمِ (النجم - ۲)

اور فرمایا

وَإِذَا لَمْ يَمْسَسُوا رَبَّهُمْ فَلَهُمْ أَفْئَتٌ قَدِيمَةٌ (الاحقاف - ۲)

اور فرمایا

بَلْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا لِيُخْطِئُوا إِلَيْهِمْ وَلَمْ يَأْتِهِمْ تَاوِيلُهَا

(یونس)

اور انکو حقیقت کا تو کچھ علم ہی نہیں بس انکل پر چلتی ہیں اور انکل کو حالت یہ ہو کہ وہ حق اور سچ بات کو مقابلہ میں کچھ بھی کارآمد نہیں پس ای رسول جو شخص ہمارے ذکر یعنی قرآن مجید سے روگردانی اختیار کرے اور دنیا کی زندگی کے سوا اسکو کسی بات سے غرض نہ ہو تو ایسے کو کوئی فراہمی برہم کر دینا کہ اسکو علم کی ساقی پہنچے

اور جب قرآن مجید کو ذریعہ انکو ہدایت نہ ہوئی تو اب اسکو سوا اور کیا کہیں گے کہ یہ تو ایک قدیمی جھوٹ ہو۔

سیدہ نوں س پہلو کو گریز کر کے اس چیز کو جھٹلا کر اسے سمجھنے پر انکو دسترس نہ ہوئی اور بھی یہاں انکی تصدیق کا موقع ہی انکو نہیں ملا



اور فرمایا

إِنَّا جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ  
وَفِي أَذَانِهِمْ وَقْرًا ط وَإِنْ تَدْعُهُمْ  
إِلَى الْهُدَى قَلْبُكَ يَهْتَدُوا وَإِنْ أَبَدَا ط  
(الکھف - رکوع ۸۷)

ہم ہی نہ انکو دل پر پردے ڈال دیں تاکہ حق بات کو سمجھ نہ سکیں  
اور انکے کانوں میں ایک طغلی گرائی پیدا کر دی ہو کہ حق بات کو سن  
نہ سکیں ایسے رسول اگر تو ان کو گمراہ راست کی طرف بلاتے  
تو یہ کبھی رو بہ راہ ہونے والے نہیں۔

اور نیک اعمال لوگوں کی صفت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَإِذْ أَسْمِعُوا لِلْعَوَاغِرِ مِنْهُمْ أَعْتَدُ  
وَقَالُوا إِنَّا أَعْمَالُنَا وَكُنْهَ أَعْمَالُكُمْ سَلَا  
عَلَيْكُمْ لَا تَتَّبِعُوا الْجَاهِلِينَ ه  
(القصص - رکوع ۶۷)

اد جب کسی کو لغوات سنتے ہیں تو اسے کنہہ کش ہو جاتا ہیں اور ایسے  
جاہلوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے عمل چکوا اور تمہارے عمل تم کو  
ہم تو تمکو دوسری سے سلام کرتے ہیں ہم جاہلوں کے لگا نہیں

## اتحاد بین المسلمین اور علماء

خدا تعالیٰ فرماتا ہے

وَلَا تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا  
وَإِذْ كُرُوا انْعَمْتَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ  
أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ  
بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرٍ مِنَ  
النَّارِ فَاثْقَنَ كُمُ مِنْهَا ط كَذَلِكَ يُمِيتُ  
اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ه  
(ال عمران - رکوع ۱۱)

اور سب ملکر مضبوطی سے اللہ کو دین کی رسی کو پکڑے رہو اور ایک  
دوسرے سے الگ نہ ہو اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم ایک دوسرے  
دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور تم کے  
فضل سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑبے یعنی دوزخ کے  
کنارے آگے تھے پھر اسے تمکو اس سے بچالیا اسی طرح اللہ بخیر  
احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ راست  
پر آ جاؤ۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ دین کی رسی یعنی کتاب و  
سنت کو مضبوط پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ معلوم ہوا کہ اتحاد و اتفاق اسی طرح

قائم رہ سکتا ہے کہ سب کا قبلہ توجہ ایک ہو اور وہ کتاب و سنت کے سوا دوسرا نہیں ہو سکتا اور کتاب و سنت کی اتباع ہی سے انسان سچا پکا مسلمان بن سکتا ہے اگر راسل اللہ کو چھوڑ دیا جائیگا تو وہی تفرقہ کی حالت جو دوزخ کے کنارے پہنچا دیتی ہے پیدا ہو جائیگی۔ پھر اس آیت سے اگلی آیت میں اس جمل اللہ پر قائم رہنے کی تدبیر بتائی کہ

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ إِنَّكَ لَهُمْ مُفْلِحُونَ ۝

اور تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیک کاموں کی طرف بلائیں اور اچھے کام کو نیکو کہیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور ایسے لوگ اپنی راہ کو پہنچائیں گے

(ال عمران - رکوع ۱۱)

یعنی اتحاد دین اس میں اسی طرح قائم ہو سکتا ہے کہ کتاب و سنت کو مضبوطی سے پکڑا جائے اور کتاب و سنت پر قائم رہنے کی تدبیر یہ ہے کہ داعی الی الخیر جماعت یعنی ایسے علمائے ربانی جو لوگوں کو خیر (کتاب و سنت) کی طرف بلائیے ہوں مسلمانوں میں ہمیشہ موجود رہیں۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو تفرقہ اور فرقہ بندی سے بچانا علماء اور واعظین ہی کا کام ہے۔ لیکن آج مسلمانوں میں فرقہ بندی اور نا اتفاقی کے طوفان اُمڈے ہوئے نظر آ رہے ہیں جبکہ سب علماء کی نالائقی اور فرض ناشناسی کے سوا اور کچھ نہیں۔ خدائے تعالیٰ نے مذکورہ دونوں آیتوں کے مقصد ہی اگلی آیت میں ہدایت فرمائی تھی کہ

اور ان جیسے نہ ہو جو آپس میں ایک دوسرے سے متفرق ہو گئے اور انہیں پاس کھلے کھلے احکام آنے کے بعد بھی آپس میں اختلاف کرنے لگے اور یہی لوگ ہیں جنکو بہت بڑا عذاب ہوگا۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ۚ طَوَّافًا عَلَيْكُمْ بَاطِلٌ مُؤْتَمَرٌ مِنْ لَدُنْكُمْ يُنَادِي النَّاسَ بِالْكَفْرِ ۚ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ۝

(ال عمران - ۱۱)

جس طرح بنی اسرائیل یعنی یہود و نصاریٰ نے الہی ہدایت ناموں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی صاف صاف ہدایات کو نظر انداز کر کے آپس میں اختلاف پیدا کیا تم اس طرح اختلاف و افتراق پیدا نہ کر لینا۔ مگر علمائے اسلام نے بھی وہی روش

بنی اسرائیل والی اختیار کی اور حقیقی و اصلی چیز یعنی قرآن مجید کو پس پشت ڈال کر غلطی اور غیر حقیقی چیزوں کے پیچھے چلنے لگے اور ملت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے سورہٴ اتعام کے آخری رکوع میں نہایت صاف الفاظ میں قرآن مجید کی پیروی کا حکم دیا اور یہود و نصاریٰ کے طرزِ عمل سے ڈرا کر اور قرآن مجید کی طرف سے غفلت اختیار کرنے کے بد نتیجے سے آگاہ فرما کر تباہ کیا کہ

إِنَّ الَّذِينَ قَسَوْا دِينَهُمْ كَالْوِشْيَاقَا  
تَسَتْ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَمْرَهُمْ إِلَى  
اللَّهِ تَعَالَىٰ تَعْمَهُمْ كَالْوِشْيَاقَا  
يَفْعَلُونَ ۝

(الاتعام - ۲۰)

اے رسول جن لوگوں نے اپنی دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فرقین گئے  
تکوان کو جھگڑا دیا کہ سڑکار نہیں انکا معادہ خدا کے حوالے وہ  
انکا حساب لینگا پھر جو کچھ دنیا میں کیا کرتے تھے اسبابینک  
بدان کو تباہیگا۔

پھر قرآن مجید کی طرف سے غفلت و بے پروائی اختیار کرنے کے بد نتیجے کو اسطرچ بیان فرمایا کہ  
اور جو شخص خدا کے جہن کے ذکر و کلام خدا سے غماض کیا کرتا  
ہو ہم اس پر ایک شیطان تعینات کر دیا کرتے ہیں اور وہ اسے قضا  
رہتا ہو اور باوجودیکہ شیاطین گنہگار و نکور اور خدا سے دیکتے رہتو  
ہیں تاہم گنہگار اپنی نسبت خیال کرتے ہیں کہ وہ راہ راست  
پر ہیں۔

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ  
شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ۝ وَإِنَّهُمْ  
لَيَكْذِبُونَ ۝ وَلَهُمْ عَنِ الشَّيْطَانِ  
وَيَكْسِبُونَ  
أَتَهُمْ مُّهْتَدُونَ ۝

(الزخرف - رکوع ۴)

مطلب یہ کہ قرآن مجید کی طرف سے اعراض و اغماض اختیار کر نیک نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان  
پر گمراہ کن نبوالی طاقت کا تسلط ہو جاتا ہے اور شیطان اس کو صراطِ مستقیم سے جدا کر کے گمراہ  
کر دیتا ہے اور وہ یہ سمجھتا رہتا ہو کہ میں راہِ راست پر ہوں پھر فرمایا کہ  
شیطان ان پر غلبہ کیا ہے اور اسے انکو اللہ کا ذکر و یاد  
ہو یہ ایک شیطانی گمراہ ہو چکا ہو یا دیکھو کہ شیطانی گمراہ ہی  
آخر کار برباد ہو جاتا ہے۔

اسْتَحْذَرُوا الشَّيْطَانَ فَالْشَّيْطَانُ  
لَهُ طَائِفَةٌ مِّنْ النَّاسِ يَعْلَمُونَ  
إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝

(المجادلہ - رکوع ۳۶)

مطلب یہ کہ قرآن مجید کی طرف سے غافل اور بے پروا ہو کر انسان شیطانی لشکر میں شامل

ہو جاتا ہے۔ اب بات بالکل صاف ہو گئی کہ مسلمانوں میں یہ جسدِ فرقہ بندی، انفریق اور تشتت ہو کر ہو سب قرآن مجید کی طرف سے غفلت اختیار کرینے کا نتیجہ ہے اور شیطان نے قرآن مجید کی جگہ دوسری ظنی چیزوں یعنی اماموں استادوں پیروں اور بزرگوں کے اقوال اعمال کو قرآن مجید ہی کی طرح ضروری بلکہ قرآن مجید سے بھی زیادہ ضروری ٹھہرا کر فرقہ بند علماء کو انھیں چیزوں کا تتبع نہ کرنا اور قرآن مجید کی طرف سے انکی توجہ کو ہٹا کر اسلام اور ملت اسلامیہ کو پارہ پارہ اور بے جھٹکوں اور گروہوں میں تقسیم کر دیا اور ہر گروہ اپنے آپ کو ہدایت یافتہ سمجھنے لگا۔ کُلِّ جُزْءٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ هـ وَمَا يَشِيعُ اَلَا تُرْهِمُوْنَ اَلَا ظَنُّواْ اِنَّ الْفَلَاحَ لَا يُغْنِيْ مِنْ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۭ بِمَا يَفْعَلُوْنَ هـ (یونس - رکوع ۴۶)

اور ان لوگوں کے اکثر تو صرف گمان اور اٹکل پر چلتے ہیں سو اٹکل بازیاں حق کو مقابلے میں کچھ بھی کام نہیں آتیں یہ لوگ جیسی حقائق کر رہے ہیں خدا تعالیٰ ان سے خراب واقف ہو رہا ہے

جسکے مسلمانوں اور بالخصوص مسلمانوں کے عالم کہلائیوالے جاہلوں نے قرآن مجید کو چھوڑ کر ظلمات کو بنیاد مذہب قرار دے لیا تو ہدایت کے راستے سد واد کا سیانی کو دوڑانے متقل ہو جانے پر تعجب ہی کیوں ہو۔

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جسکو خدا کی آیتیں اُردو لاتی جائیں وہ اُن سے روگردانی کرے اور اپنی پہلی کرتوتوں کو بھول جائے ہنسنے دو پیڑ پڑے ڈال دیں وہیں تاکہ حق بات کو سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں ایک طرح کی گرائفی پیدا کر دی ہے کہ حق بات کو سن نہ سکیں اور اے رسول اگر تو ان لوگوں کو راہِ راست کی طرف بلانے تو یہ بھی برا ہوئیوے نہیں۔ (الکہف - ۲۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انما اخاف علی امتی الا ممتۃ المصلین۔ رواہ ابوداؤد والترمذی۔ یعنی مجھے اپنی امت کے متعلق ڈر انھیں گمراہ کرنے والے اماموں کا ہے کہ امام اور پیشوا بن کر لوگوں کو گمراہ کرنے کے عام طور پر مسلمانوں کے عالموں اور مولویوں نے حق کی اشاعت و حمایت کو ترک کر کے اپنے اپنے جھٹکے اور اپنے اپنے گمراہ کی بیجا حمایت کو اپنے اوپر فرض قرار دے لیا ہے اور اس طرح مسلمانوں کی فرقہ بندی و نا اتفاقی کو

مستقل اور پائدار بنا دیا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے مَنْ نَصَر قَوْمَهُ عَلَى غَيْرِ الْحَقِّ فَهُوَ كَالْبُعِیْرِ الَّذِی رَدِیْ فَهُوَ یَنْسُخُ بَذَنِبِهِ - رواہ ابو داؤد - یعنی جو کوئی اپنی قوم کی مدد کسی امر ناحق پر کرے گا اس کی مثال اس اونٹ کی سی ہے جو کنویں میں گر گیا ہو اور پر ہوا ہو دم ملار ہا ہو۔ مسلمانوں کی مافقائی اور گروہ بندی کا باعث صرف وہی لوگ ہیں جو مذہبی پیشوائی کے مدعی ہیں یہی لوگ اگر راہ راست پر آجائیں تو مسلمان اس تشتت و افتراق کی لعنت سے نجات پاسکتے ہیں اور ان کے راہ راست پر آنے کی بجز اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ ان کو کتاب و سنت کی طرف متوجہ کیا جائے اور ان کو کتاب و سنت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے عام مسلمان بھی اس طرح بہت کچھ موثر کوشش کر سکتے ہیں کہ انکی بہت افزائی ترک کر کے ان کی خواہشات نفسانی کو پورا نہ ہونے دیں اور ان عالم ناقصہ پر دانون اور پارسا صورت فاسقوں کی حقیقت سے واقفیت و آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کریں اور محض ان کے جبہ و دستار اور ریش و عصا و تسبیح اور چرب زبانی و خوش گفتاری و خوش الحانی کے فریب میں آنے سے اپنے آپ کو بچائیں مولوی رومی نے کیا خوب فرمایا ہو کہ

اے بسا ابلیس آدم رُفے نہست پس بہ ہر دستے نہ باید داد دوست  
شیخ سعدی شیرازی اسی مفہوم کو ایک دوسرے انداز میں ادا فرماتے ہیں کہ

بہ نزدیک من شب رو راہ زن بہ از فاسق پارسا پیستہ من  
مصر کے ایک عالم شیخ محمد ابو زید نے شیخ الاسلام مفتی ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب زاد المعاد کا خلاصہ ہدای السؤل کے نام سے شائع کیا اور مولانا عبدالرزاق طبع آبادی نے اسوع حسنہ کے نام سے اسکا اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ میرے پاس اس وقت یہی اردو ترجمہ موجود ہے۔ مصری عالم شیخ محمد ابو زید جو کچھ اپنے دیباچہ میں لکھتے ہیں اس کے ایک حصہ کا ترجمہ اسوع حسنہ سے نقل کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں کہ۔

جب ہم علماء کو دعوت دیتے ہیں کہ اولوگوں کو اس ہدایت کی تلقین کرو  
اس صراط مستقیم کی طرف دعوت دو تاکہ سب ایک پیشوا (کتاب و سنت) کے  
زیر علم آجائیں جو ان میں اتفاق اور یکانگمت پیدا کر کے اختلاف و افتراق کو

دور کرے اور دین اسلام اپنی تمام سہولتوں کے ساتھ جلوہ گر ہو اور اپنے  
 عمل کی آسانیوں کے ساتھ مغرب و مشرق، شمال و جنوب میں سیل رواں  
 کی طرح پھیل جائے۔ جب یہ صدا بلند کی جاتی ہے تو اُدھر سے جواب ملتا ہے  
 کہ تم اجتہاد کی دعوت دیتے ہو۔ مذاہب اربعہ کے خلاف عُلَماء بغاوت بلند  
 کرتے ہو۔ ائمہ اربعہ کے فضل و تقدس پر حرف گیری کرتے ہو یہ کرتے ہو وہ  
 کرتے ہو۔ حالانکہ ہم کوئی نئی بات نہیں کہتے صرف وہی کہتے ہیں جسکا بار بار خود  
 اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یعنی سنت نبوی کی پیروی۔ ائمہ اربعہ کو ہم کیا سمجھتے  
 ہیں؟ اپنا سرتاج، ہمارا یقین ہو کہ ائمہ اربعہ اور ان کے قبل و بعد کے تمام  
 ائمہ کا ہم مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے انھوں نے دین کی حفاظت کی  
 اور بے کم و کاست ہم تک پہنچا دیا لہذا ہم ان کی حد سے زیادہ تعظیم و توقیر  
 کرتے ہیں اور ہمیشہ ان کے احسانات کے لئے شکر گزار رہتے ہیں لیکن اس کو  
 معنی یہ نہ ہونا چاہئے کہ ہم ان کی آراء و اقوال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے اقوال پر ترجیح دینے لگیں۔ خود ائمہ اربعہ نے بھی ہمیں ایسا کرنے سے منع  
 کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ رسول صلعم کا قول سنانے آجائے تو ہمارے قول کو  
 چھوڑ دو۔ کیوں نہیں۔ یہ لوگ سنت کے سب سے زیادہ پابند اور سب سے  
 بڑے داعی تھے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان ائمہ نے محض اپنی آراء و اقوال کے  
 لئے مذہبی کتابیں تصنیف کیں۔ اور مسلمانوں کو ان کی پیروی کی ہدایت کی  
 بلاشبہ ہر ایک نے اُن احادیث کی ایک ایک سند چھوڑی ہے جو ان تک  
 پہنچی تھیں اور جن سے وہ مسائل کا استنباط کرتے تھے۔ باقی اور جسد کتابیں  
 ان کی طرف منسوب ہیں ان کی نہیں ہیں۔ بعد کے لوگوں نے تصنیف کی ہیں  
 تاکہ ان کے اجتہادات مدون کریں اور ان کے فتاویٰ پھیلان۔ پھر جوں  
 جوں زمانہ گزرتا گیا ان کتابوں کی تعداد بڑھتی گئی لوگوں نے نئے نئے مسائل  
 اور نئے احکام کا اختراع شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ہزار ہا مجلدات کا ذخیرہ

جمع ہو گیا کہ جن کے مؤلفین شارحین اور محشین کے ناموں کا شمار بھی مشکل ہے، کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ کتابیں کتب خانوں میں بطور تاریخی یادگاروں کے محفوظ رکھی جائیں اور اسمیں بھی کوئی ہرج نہیں کہ علماء ان سے ورزش ذہن اور توسیع فکر کا فائدہ اٹھائیں اور اختلاف حالات سے پیدا ہو جائیوگا مسائل میں ان کے مؤلفین کی آراء سے بصیرت حاصل کریں۔ ہر زمانہ میں علماء کا فرض ہے کہ قوم کی سیاسی۔ اقتصادی۔ معاشرتی، اخلاقی ضرورتوں پر غور کریں۔ وسائل ترقی معلوم کریں اور امت کے لئے ایسے اصول و قواعد وضع کریں جو اصول دین کے مطابق ہوں۔ اسلامی شریعت دو قسم کے احکام پر مبنی ہے۔ ایک قسم تو ایسے احکام کی ہے جنہیں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا وہ ہمیشہ ایک حالت پر رہتے ہیں جیسے روزہ۔ نماز، حج، زکوٰۃ وغیرہ عبادات کہ جنگی ایک خاص شکل اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دی ہے جس میں کسی تبدل کی گنجائش نہیں اور پھر اسکی کوئی ضرورت بھی نہیں کیونکہ یہ عبادات اپنی موجودہ ہیئت و احکام کے ساتھ ہی مفید ہیں یہ ہمیں کچھ بھی کی طرف لیجاتی ہیں۔ ہمارے اندر نظام اور ڈسپلن مضبوط پیدا کرتی ہیں۔ ہمیں ان تمام اجتماعی ترقیوں کے لئے تیار کرتی ہیں جو ہر زندہ قوم کے لئے ضروری ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں جو احکام اول دن سے دیدئے ہیں وہی ہمیشہ ہمیشہ باقی رہینگے۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

دوسری قسم ان احکام و مسائل کی ہے جو امت کے عام دنیاوی حالات و معاملات سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً صلح و جنگ۔ بین الاقوامی تعلقات۔ تعلیم و تربیت، تجارت، صنعت و حرفت، تغیرات وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ حالات کبھی ایک حالت پر نہیں رہتے ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے ضرور ہے کہ ان کے بارے میں شریعت کے احکام بھی اٹل نہ ہوں چنانچہ شریعت نے یہی کیا ہے۔ اس نے ان کے لئے عام اصول و قواعد تو وضع کر دیئے ہیں لیکن جزئی و تفصیلی احکام دینے

سے احتراز کیا ہے تاکہ امت کے لئے دنیاوی ترقیوں کا راستہ پوری طرح بارش  
ایک طرف شریعت نے یہ کیا اور دوسری طرف علماء اور اہل الحل والعقد پر  
فرض کر دیا کہ مختلف حالات میں اپنے فہم و اجتہاد سے قوانین بناتے ہیں۔ رسول  
اللہ صلعم اور صحابہ رضی عنہم سے اہل شوریٰ اپنے زمانہ کے حالات کے لئے قوانین  
وضع کرتے تھے جن میں ان کلی اصول کی پابندی ملحوظ رہتی تھی جو اللہ کی شریعت  
نے مقرر کر دیے ہیں۔ یہ اصول اپنے منطوق و مفہوم میں اتنے وسیع و ہمہ گیر  
ہیں کہ ان تمام گونا گوں حالات کو محیط ہو جاتے ہیں جو امتداد زمانہ سے  
برابر بدلتے رہتے ہیں۔ پس ہمارے زمانہ کے علماء کا بھی فرض یہی کہ امت  
کی باگیں اپنے ہاتھ میں لیں۔ شریعت کے کلی اصول کے ماتحت حسب ضرورت  
نئے نئے قوانین بنائیں یہ نہ ہو کہ ہر نئی بات کے سامنے پتھر کی طرح سخت ہو جائیں  
قوم پر ترقی کا راستہ بند کرنے لگیں۔ تکفیر و تفسیق کے فتوے حبسوں میں لئے  
پھریں اور ہر مخالفت کو محمد و زید ق کے نام سے پکارنے لگیں نیز ایسے بھی ہو جائیں  
کہ ہر مغربی چیز کے دلدادہ بن جائیں اور تقلید یورپ میں شریعت اور خصوصیات  
امت کو پس پشت ڈال کر مسلمانوں کی بربادی کے باعث بنیں بلکہ ان کا راستہ  
درمیانی اور مقدر راستہ ہو۔ نہ افراط ہو نہ تفریط۔ ایک طرف امت کا راستہ  
شریعت سے جوڑے رہیں۔ دوسری طرف زندگی کے تمام شعبوں میں اسکی رہنمائی  
و قیادت کریں۔ اس صورت میں کتب فقہ علماء کے لئے مفید ہو سکتی ہیں۔ وہ  
ابھیں دیکھیں اور معلوم کریں کہ دوسرے زمانوں میں علماء نے کس طرح قانون  
بنائے۔ نئے حالات میں کیا حکم دئے اگر ان کے قوانین و قوائد میں اس زمانہ  
کے علماء کو کوئی چیز پسند آجائے اور سمجھیں کہ آج بھی امت کے لئے مفید ہوگی تو  
فوراً لے لیں یا کچھ قطع و برید کر کے مناسب حال بنالیں ورنہ چھوڑ دیں۔ یہ تو  
کسی حال میں بھی درست نہیں کہ ہم ان کتابوں کو مقدم مان کر ان کی عبادت  
شرع کر دیں۔ ان کی سطر سطر کو وحی سمجھیں اور اختلاف کر نیکو ناقابل معافی گناہ



سمجھیں لیکن افسوس ہمارے زمانہ کے علماء نے امت کی رہنمائی کا فرض بالکل پس پشت ڈال دیا ہے اپنے اوپر عجز و نااہلی کی ہر لگالی ہے تقلید کو شیوہ بنالیا ہے تن آسانی کے دلدراہ ہو رہے ہیں اسی لئے محنت کرنے کی بجائے ان کتابوں ہی کو قلیل حاجات قرار دے لیا ہے اور ان کی غلامی و اسیری کچھ اس طرح بھاگتی ہے کہ آزادی کا نام تک نہیں لیتے۔ افسوس ہمارے علماء خود پست ہو گئے ہیں۔ امت کی لپٹی کا باعث ہوئے ہیں اور اپنی تنگدلی و تنگ نظری سے خود مذہب کو پست کر رہے ہیں۔ پھر تم یہ ہے کہ تمام مسلمانوں پر ان کتابوں کی اتباع اور ان کے مصنفین کی تقلید ضروری ٹھہراتے ہیں۔ اگر کوئی روگردانی کرے اور کہے کہ میرے لئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کفایت کرتی ہو تو اس پر زندقیت اور خروج عن الملت کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ ائمہ کرام نے اسے نہ کبھی پسند کیا۔ نہ اس پر عمل کیا اور نہ کیسا کر نیک حکم دیا۔“

پھر اپنی اسی کتاب کے خاتمہ میں مذکورہ مصری عالم فرماتے ہیں کہ ”و آج مسلمان زندگی کے ہر شعبہ میں پست ہیں حتیٰ کہ مذہب اور مذہبی تعلیم پر بھی ان کی حالت ناگفتہ بہ ہو رہی ہے۔ وہ ایسی کتابوں کے درس و تدریس میں مشغول ہیں جنہوں نے انھیں قرآن سے دور لجا ڈالا ہے اب کتاب اللہ کی تلاوت ہدایت و عمل کے لئے نہیں صرف تبرک کے لئے رکھی ہے۔ حالانکہ اگر ہماری شغولیت قرآن میں ویسی ہی ہوتی جیسی سلف صالح کی تھی تو آج یہ حالت نہ ہوتی کہ ہم پست ہیں اور اغیار بلند۔ کاش ہم جانتے کہ اغیار کی یہ تمام ترقی و سر بلندی انھیں اصولوں کی پابندی کی بدولت ہے جو قرآن ہمارے لئے لایا تھا مگر ہم نے ان سے روگردانی کی اور اغیار نے باوجود کافر ہونے کے انکا خیر مقدم کیا اور تمام دنیا پر چھا گئے۔“

مصری عالم شیخ محمد ابو زید نے اوپر علمائے مصر کا حال لکھا ہے جو حرف بحرف علمائے ہندوستان پر بھی منطبق ہوتا ہے۔

## صبر و استقامت اور علماء

انبیاء علیہم السلام کی متفقہ سنت ہے کہ ہر نبی کی مخالفت ضرور ہوئی اور مصیبتوں کے باوجود ہر ایک نبی پر ضرور امنڈ امنڈ کر پڑے اور انبیاء علیہم السلام نے صبر اور استقامت سے کام لیا اور اپنے فرض کی انجام دہی سے باز نہیں رہے۔ خدائے تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ

وَلَقَدْ كَذَّبْتَ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِكَ  
خَصِمَتْ وَاَعْلٰی مَا كَذَّبُواْ وَاَوْذَوْاْ  
حَتّٰی اَنَّا هَمَمْنَا نَاھ (الانعام-۴۷)

اور اے رسول تجھ سے پہلے بھی رسول بھیلاؤ جا چکے ہیں پس انھوں نے لوگوں کو جھٹلایا اور انکی ایذا دہی پر صبر کیا یہاں تک کہ ہماری مدد انکے پاس آ پہنچی۔

اسی طرح علمائے ربانی اور داعیان حق پر بھی جو انبیاء علیہم السلام کے جانشین ہوتے اور اعلاء کلمۃ الحق کا کام انجام دیتے ہیں۔ مصائب ضرور آتے ہیں اور ان کی مخالفت پھر شیطانی لشکر ضرور صف آرا ہوتا ہے جس طرح انبیاء علیہم السلام کو باطل کے فرزندوں نے گالیاں سننی پڑتی اور انواع و اقسام کے بہتانوں اور طرح طرح کی اذیتوں سے واسطہ پڑتا ہے اسی طرح علمائے ربانی کو بھی یہ تمام مرحلے لازماً طے کرنے پڑتے ہیں۔ علمائے ربانی انبیاء علیہم السلام کی طرح تقویٰ شکاری و پیر سیزگاری اختیار کر کے اپنی علم کے ساتھ عمل کو بھی لازم قرار دے لیتے ہیں یہی لوگ اس بات کے مستحق ہوتے ہیں کہ لوگوں کے پیشوا اور امام بنیں اور انھیں کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اٰمَةً يَّهْدُوْنَ وَاٰمَرْنَا  
لَمَّا صَبَرُوْا وَكَاوَا بَايَا تَنَا يُؤْمِرُوْنَ ه  
(السجۃ - ۲۳)

اور میں نے ان میں سے نبیوں کو جو ہمارے حکم کی موافق ہو لوگوں کو ہدایت کیا کرتے تھے اور یہ منصب ایسا نکو اس حالت میں طے کیا کہ انھوں نے صبر کیا اور ہماری آیات کا ان کو یقین تھا۔

علمائے سواد گمراہ کر نیوالے علماء کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں آیا ہے جیسا کہ فرمایا۔

وَاٰمُرُ عَلٰیھُمْ نَبَا الَّذِیْ اٰتٰنَا کَ اٰیٰتِنَا  
فَاَسْلَمْنَا مِنْھَا فَاَتَّبَعْنَا الشَّیْطٰنَ فَكَانَ

اور اے رسول ان لوگوں کو اس شخص کی حالت پر مکرر سننا و حکم دینا اور احکام دینے پر پھر وہ پابندی احکام الہی کو جد ہو گیا پھر شیطان

مِنَ الْغَاوِينَ ۵ (الاعراف - ۲۲۶) | اسکے چھوٹے اور وہ شیطان کا رسول بن کر گیا ہو گیا۔  
ان لوگوں پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے اور یہ حوادث و مصائب کے نزول و وقوع پر ثابت و قدم نہیں رہا کرتے کبھی حرص و ہوا میں کبھی خوف و لالچ میں اور کبھی ضد و عداوت میں مبتلا ہو کر صراطِ مستقیم سے جدا ہو جاتے اور تبلیغِ حق کے کام میں سخت رکاوٹ اور داعیانِ حق کے لئے مصیبت بن جاتے ہیں خدا تعالیٰ مسلمانوں کو اس کا گھونٹا کرے

مسلمانو! تمہاری انوکھی نقصان اور تمہاری غلو کو زیاں میں ضرر  
تمہاری اپنا کی آزمائش کی جائیگی اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابِ بجا کی  
ہوئے اور شکرین کہ تم بہت سی ایذا کی باتیں ضرور سنا گئے  
اگر صبر کئی ہو اور پرہیزگاری کا ہاتھ سے نہ جانے دو تو بیشک  
یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

لَتَبْلُوَنَ فِيْ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ  
لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اَوْثَرُوْا الْكِتٰبَ  
مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَنْشَرُوْا  
اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا  
فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عِنْدِ الْاَمُوْرِهِ

(آل عمران - ۱۹)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ داعیِ حق کو مال اور جان دونوں میں مصیبت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ اہل کتاب اور مشرکین کی بدگوئیوں کی ایذاؤں پہنچنی پڑیں گی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بدگوئیوں کا سنا بھی لازمی ہے اور اس کا علاج صبر و تقویٰ ہے اور صبر و تقویٰ کے اختیار کرینے کی مدد فرمائی اور اس کو اولوالعزمی قرار دیا پھر انھیں علمائے ربانی اور قرآن مجید کو کتابِ برحق یقین کرینوا لہ کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا

اور یہ وہ لوگ ہیں کہ خدا نے جن باہمی تعلقات کے جوڑے رکھے  
کا حکم دیا ہے ان کو جوڑے رکھتے اور اپنے رب کے ڈرتے اور تبت  
کیدن بڑی طرح حساب لگجائے گا اندیشہ رکھتے ہیں اور یہ وہ لوگ  
ہیں جنہوں نے اپنے رب کی رضا کو ملحوظ رکھ کر دنیا کی تکلیفوں پر  
صبر کیا اور نمازیں پڑھیں اور پیسے جو ان کو روزی  
دی تھے اس میں چھپا کر بھی اور غلامی بھی خدا کی راہ میں خرچ کیا اور ان کی  
سے مقابلہ میں نہیں کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ  
يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخْلِفُوْنَ سُوْ  
الْحِسَابِ ۵ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوْا اَبْتِغَاءَ وَجْهِ  
رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَلْفَقُوْا  
مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَّاَعْلٰنِيَةً  
وَيَذَرُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةِ

یہی لوگ ہیں جسکا انجام بخیر ہے۔

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ

(الرعد - رکوع ۳۶)

پھر انہیں لوگوں کے ذکر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ جب یہ لوگ جنت میں داخل ہونگے تو فرشتے جنت کے ہر ایک دروازہ سے داخل ہو ہو کر ان سے کہیں گے کہ

سلامتی ہو تم پر جو تم صبر کرتے رہی ہو یہ اسی کا صلہ ہے پس

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ مِمَّا صَبَرْتُمْ ثُمَّ فَدْنِعُمْ عُقْبَى

تمہاری دنیا کا کیسا اچھا انجام ہوا۔

الدَّارِ (الرعد - ۳)

پھر فرمایا کہ

بے اذن خدا کوئی آفت بھی نہیں آیا کرتی اور جو شخص خدا پر

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

یقین رکھتا مصیبت میں خدا اس کے دل کو ٹھکانے سے

وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ

لگائے رکھتا۔

(التغابن - رکوع ۲۶)

معلوم ہوا کہ جب خدا نے تعالیٰ پر ایمان کامل میسر ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دل کو ہدایت کرتا ہے اور وہ مصیبت کا حکم الہی سے آنا یقین کر کے خدا ہی سے اس کے دور ہونے کے لئے دعا کرتا ہے شیطانى لشکر سے مرعوب نہیں ہوتا پھر فرمایا کہ

اور اے رسول صبر کر یہ لوگوں کو خوشنودی خدا اور کثرت کلمات خبری

وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمْ

سنا یہ لوگ جب ان پر مصیبت پڑتی ہو تو بولتے ہیں کہ تم تو اللہ

مُصِيبَتُهُ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَأَنَا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ہی کے ہیں ہر حال میں صبر رکھتے اور ہم کسی طرف لوٹ کر جانے

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ

دلے ہیں تو وہ ہر کام کا صبر کا اجر لیں گے لوگ ہیں جن پر لکے پور دگار

وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْتَادُونَ

کی عنایت اور رحمت ہر اویسی لوگ راہِ راست پر ہیں۔

(البقرہ - رکوع ۱۹۶)

جسکو اللہ تعالیٰ شاباش کہے اور جب اللہ رحمت فرمائے اور اسکو راہِ یاب کرے اس کے اجر

اور ترسہ کا کیا کہنا پھر فرمایا

سلمان اے ان تکالیف کو جو خدا کی راہ میں تکویش آئیں سدا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَصْبِرُوا وَصَابِرُوا

کو اور ایک دوسر کو صبر کی تعلیم دو اور آپس میں ملکر دعاؤں اللہ

وَرَاٰطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

سے ڈرنا کہ آخر کار تم اپنی مراد کو پہنچو۔

(ال عمران - رکوع ۲۰)

قرآن مجید میں شتر سے زیادہ مقامات پر اسی طرح صبر کا ذکر آیا ہے تمام آیات کو اس جگہ نقل نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ شدید آزمائش انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے اُن کے بعد سب سے زیادہ آزمائش میں علماء ڈالے جاتے ہیں اس لئے کہ وہ ورثہ انبیاء ہیں پھر ان کے بعد صلحاء، "غرض یہ قدیمی سنت ہے کہ داعیان حق اور علمائے ربانی کو مصائب و مشکلات کا مقابلہ ضرور کرنا پڑتا ہے۔ اور وہ ہمیشہ اپنی ثابت قدمی اور بہادری کا اظہار فرماتے رہے ہیں اور کوئی چیز بھی ان کو اعلاء کلمۃ الحق سے باز نہیں رکھ سکی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بسطامی رحمہ کو بسطام کے مولویوں نے سات مرتبہ شہر سے جلاوطن کیا اور ہر مرتبہ لوگ ان کے خلوص اور پاک باطنی سے متاثر ہو ہو کر ان کو شہر میں واپس لاتے رہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمہ کو مصر سے طوق و زنجیر ڈال کر نکالا گیا۔ حضرت جنید بغدادیؒ پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ محمد بن فضیل بلخی کو محض بقیع حدیث ہونیکی وجہ سے گلے میں رتی ڈال کر بلخ سے نکالا گیا۔ حکیم ترمذی کو لوگوں نے ان کی کتابوں علی الشریعہ اور ختم الاولیاء کا انکار کر کے شہر بدر کیا اور ان پر یہ الزام لگایا کہ انھوں نے اولیاء کو انبیاء پر فضیلت دی ہے حالانکہ کلام انکا ماول تھا۔ ابو عثمان مغربی کو علویہ نے ایک اونٹ پر سوار کر کے مکہ کے بازاروں میں گشت کرا کر مکہ سے نکال دیا حالانکہ وہ بڑے عالم و عابد تھے۔ سبکی رحمہ پر جو بڑے عالم اور بقیع سنت تھے کفر کا فتوے لگایا یہ منکر ابو الحسن خوارزمی نے کہا کہ اگر خدا جہنم پیدا نہ کرتا تو اب وہ سبکیؒ کو ایذا دینے اور ان کے خلاف فتویٰ دینے والوں کی سزا دہی کے لئے ضرور جہنم پیدا کر دیتا اور اگر سبکیؒ جنت میں داخل نہ ہوگا تو اور کون ہے جو جنت میں داخل ہو سکیگا۔ امام ابو بکر نابلسی بڑے صاحب فضل و علم و زہد و استقامت علی الطریقیت تھے امرا المعروف اور نہی عن المنکر کرتے اہل مغرب و ان کو گرفتار کر کے مصر کی جانب روانہ کیا اور بادشاہ کے سامنے ان کے خلاف گواہی دی۔ وہ اپنے قول سے نہ پھرے ان کی کھال اُدھیری اور وہ زندہ تھے اور

قرآن مجید پڑھتے تھے قریب تھا کہ اس حال کو دیکھ کر لوگ فتنہ میں پڑ جائیں۔ یہ خبر پادشاہ کو پہونچی تو حکم دیا کہ قتل کر کے کھال نکالو۔ ابو القاسم نصر آبادی کو جو صلاح و زہد و ورع و اتباع سنت میں ممتاز تھے لوگوں نے ان کے کلام و احوال کا انکار کر کے بصرہ سے نکال دیا۔ امام غزالی رحمہ پر ان کی کتاب احیاء العلوم کیوجہ سے کفر کا فتویٰ لگایا گیا پھر خدا تعالیٰ نے ان کی ایسی مدد کی کہ احیاء العلوم اب زور سے لکھی گئی۔ شیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحمہ صاحب فتوحات مکیہ و فصوص الحکم پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ امام ابو حنیفہؒ کو منصب قضا قبول نہ کر نہیہ کوڑے لگائے گئے اور قید کیا گیا۔ امام مالک رحمہ اللہ علیہ کا ہاتھ خلیفہ ابو جعفر منصور نے اس لئے توڑ دیا تھا کہ انھوں نے ایک فتویٰ خلیفہ کے نشا کے خلاف دیا تھا۔ حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو مسئلہ خلق قرآن کے سبب سخت اذیتیں پہونچائی گئیں اور قید کئے گئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد رشید حافظ ابن قیمؒ پر جلاوطنی تشہیر قید اور تفریق کی سخت ترین مصیبتیں ابتائے زمانہ کے ہاتھوں وارد ہوئیں۔ امام نسائی رحمہ کو جبکی کتاب صحیح نسائی صحاح ستہ میں شامل ہو اس قدر مارا کہ وہ مر گئے۔ امام بخاریؒ کو بخارا سے نکال دیا گیا اور وہ موضع خرتنگ میں جا کر فوت ہوئے حضرت شیخ احمد سرہندیؒ مجدد الف ثانی کو جہانگیر بادشاہ نے سجدہ بتعظیم نہ کرنے پر تین سال تک قلعہ گوالیار میں قید رکھا حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمہ مرزا نجف خاں شیعہ کی جماعت کے ہاتھ سے بضر قرابیں شہید ہوئے۔ علمائے ربانی کی اس فہرست کو بہت طول دیا جاسکتا ہے محض مثال کے طور پر چند بزرگوں کے حالات کتاب تھلیتہ المصاب سے انتخاب کر کے اس جگہ درج کر دیئے گئے ہیں۔

یہ بات زیادہ پیچیدہ نہیں اور بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ جو شخص اعلا کلمۃ الحق کریگا اسکا کام نفس پرست فاسقوں۔ زائل دنیا کے عاشقوں۔ قیامت کے منکروں۔ جاہ و زر کے غلاموں۔ نامرد شکم پروروں اور ارباب حکومت کو خدا سمجھنے والوں کو یقیناً ناگوار گزرے گا اور وہ ضرور اسکی کاسیابی کو اپنی نامرادی یقین

کر کے اسکی مخالفت پر کمر بستہ و متفق ہو جائینگے اور اسکو اسکے پاک اور نیک کام سے باز رکھنے کے لئے انواع و اقسام کی تدابیر اور ابلیسی سازشوں کو کام میں لائینگے اقوام و ممالک اور انبیاء کی تاریخیں اس حقیقت سے بسر نہیں کہ ہر زمانہ میں داعیان حق کو ضرور باطل کے فرزندوں سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ اور انھوں نے ہمیشہ صبر یعنی پوری وثابت قدمی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اس حقیقت کو کتاب الہی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی واضح و آشکارا کر دیا ہے لہذا طالب حق کو حقانی و شیطانی علماء کے امتیاز میں اور دونوں کو الگ الگ پہچاننے میں اس طرح بھی آسانی ہو سکتی ہو کہ وہ دیکھو اور غور کرے کہ کونسا عالم و واعظ عوام کا لالعام کے مذاق کی پیروی کرتا اور انکو رشتہ اور خوش رکھنے کے لئے ایک باز یگر یا تھی ایٹر کے ایک ایکٹریطرح اپنی تمام کوشش و ہمت صرف کرتا اور مال و زر کے وصول اور اپنی خواہش کے پورا کرنے کے لئے سب کچھ کر گزرتا ہے اور کون سا عالم و واعظ لوگوں کو قرآن مجید و سنت نبوی کی اتباع و پیروی پر آمادہ کر کے مسلمانوں میں صحیح جذبہ عمل پیدا کرتا اور ان کو ذلیل و مست خواہشات اور بھیجی جذبات سے جدا کرنے میں ایک ہمدرد اتالیق اور شفیق استاد یا خاذق طبیب کی طرح اعلیٰ مقاصد اور حقیقی کامرانی تک پہنچانے میں کوشاں اور ہر قسم کے خوف و دلچ سے پاک و صاف اور روحانی بیماروں اور باطل کے فرزندوں کی مخالفتوں اور ایذا رسانیوں کو خاطر میں نہ لا کر اپنے کام میں مصروف رہتا اور خدا کے سوا نہ کسی سے ڈرتا اور نہ کسی سے کوئی التجا کرتا ہے۔

## علمائے اسلام اور علمائے نبی السلول

حدیث شریف ہے کہ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَتَتَّبِعَن سُنَنُ الدِّینِ مِنْ قَبْلِكُمْ شَبَابُ الشَّيْرِ وَ ذُرَا عَابِدِ رِءِیِّ حَتَّى لَوْ دَخَلُوا فِیْ حِجْرِ ضَبَا لَا تَبْعُوهُمْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِلَهُمُودُ وَالنَّصَارَى قَالَ

فمن - رواہ المسلم (ابوسعید خدریؓ) فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ مہجوران لوگوں کی پیروی کرو گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں وہ جد ہر بالشت بھر گئے تم بھی بالشت بھر جاؤ گے وہ جد ہر گز بھر گئے تم بھی گز بھر جاؤ گے یہاں تک کہ اگر وہ سوسمار کے سوراخ میں گھسے تو تم بھی ضرور سوسمار کے سوراخ میں گھسو گے صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ کیا پہلے گزرے ہوئے لوگوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں آپؐ نے فرمایا یہود و نصاریٰ نہیں تو اور کون؟ (۹)

اس حدیث میں بالشت اور گرز سے مراد اہل کتاب کے ساتھ ہر امر قلیل و کثیر اور ادنیٰ و اعلیٰ میں موافقت کرتا ہے ساتویں صدی ہجری میں امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا جو پورا ہو گیا وہ اگر اس زمانہ کے مسلمانوں کو دیکھتے تو یقیناً کہتے کہ یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر ہو گئے ہیں۔

حدیث ابن عمرؓ میں فرمایا ”لیاتین علی امتی کما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتیٰ ان کان منہم من اتی امة علانیہ لکان فی امتی من یصنع ذلک وان بنی اسرائیل تفرقت علی شنتین وسبعین ملۃ وتفرقت امتی علی ثلاث وسبعین ملۃ کلہم فی النار الا ملۃ واحدا قالوا من ہی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی۔ رواہ الترمذی (جو کچھ بنی اسرائیل پر گزرا وہی ماجرا میری امت پر بھی گزرنیوالا ہے جیسے ایک پاپوش برابر دوسری پاپوش کے ہوتی ہے یعنی بلا تفاوت یہاں تک کہ اگر ان میں کسی نے اپنی مان سے علانیہ زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہونگے جو یہ کام کریں گے اور بنی اسرائیل بہتر فرقے ہو گئے تھے اور میری امت بہتر فرقے ہو جائیگی یہ سب فرقے دوزخ میں جائیں گے مگر ایک گروہ جنتی ہوگا لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ ایک گروہ کونسا ہوگا فرمایا کہ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقے پر ہوگا )

آج ہر ایک شخص جس کا جی چاہے اپنے عقیدہ و عمل کو الفاظ ”ما انا علیہ و اصحابی“ پر عرض کر کے معلوم کر سکتا ہو کہ وہ فرقہ ناری میں ہی فرقہ ناجی میں اسلئے



کہ آنحضرت صلعم کے تمام احوالِ ظاہر و باطن کا روزنامہ کتب حدیث و سیر میں موجود اور سیرت صحابہ و دواوین اسلام میں مرقوم و محفوظ ہے۔ حدیث ابی واقد لیشی میں قصہ ذات النواط کے ذیل میں فرمایا والذی نفسی پیدا لتکین سنن من کان قبیکم۔ رواہ الترمذی (واللہ تم لوگ انگوں کی چال پر چلو گے)

جبکہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی بد اعمالیوں کی مثالیں مسلمانوں میں پیدا ہونی ضروری و لازمی ہیں تو اہل اسلام کے علمائے سور کی شناخت کے لئے ایک یعنی سیار یا تھہ آجاتا ہے۔ قرآن مجید نے اہل کتاب کے اجار و رہبان کی بد اعمالیوں کا ذکر جا بجا کیا ہے مسلمانوں کے جو عالم یا مولوی اسی روش پر سہوں وہ یقیناً علما سور اور مسلمانوں کو گمراہ کر دیوے سمجھے جائینگے مثلاً خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ

اَنَّا مُرَّرْنَا النَّاسَ بِالْبُرِّ وَتَسْوَنَ لِنَفْسِكُمْ  
وَاَنْتُمْ تَسْلُوْنَ الْكِتَابَ طَا فَلَ تَعْقِلُوْنَ

(البقرہ - رکوع ۵)

معلوم ہوا کہ جو لوگ مولوی بنے ہوئے لوگوں کو وعظ سناتے پھرتے۔ انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دیتے اور دنیا کو سجن المؤمن اور حنت الکافر بتا کر آخرت کی تیاری کا حکم دیتے ہیں اور خود دنیا طلبی اور روپیہ وصول کرنیکی منکر میں ہمہ اوقات غرق اور ٹکوں کے لالچ ہی میں و اعظ بنکر گھر سے نکلتے ہیں اور روپیہ وصول کر نیسے کبھی انکا پیٹ نہیں بھرتا وہ یقیناً علمائے ربانی نہیں ہیں بلکہ شیطان کے ایجنٹ ہیں جو اپنا ید نمونہ دکھا کر دوسروں کے لئے بھی اس بد عملی کی زبردست ترغیب بہم پہونچاتے ہیں۔ ایسے مولویوں اور ایسے واعظوں کی ہمت افزائی یقیناً گناہ اور انکی گرم بازاری امت مرحومہ کے لئے سراسر نقصان اور موجب زیاں ہے پھر فرمایا

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ اِلَّا  
اَمَانِي وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّونَ ۝

(البقرہ - رکوع ۹۶)

جلا یا کرتا ہے۔

مسلمانوں کے اکثر مولویوں اور واعظوں کی یہ حالت ہے کہ کتاب اللہ سے خود تو جاہل ہوتے ہی ہیں دوسروں کو بھی قرآن مجید کی تعلیم و تعلم سے روکتے اور کہتے ہیں کہ کتاب الہی کا سمجھنا غیر ممکن ہو لہذا اسے سمجھیں نہیں بلکہ صرف طوطے کی طرح پڑھا کر دو۔ خود اُن کے مدارس میں بھی قرآن مجید کی باضابطہ تعلیم کا کوئی اہتمام نہیں۔ ہاں تفسیر کی بعض کتابیں پڑھائی جاتی ہیں مگر یہ اُن کتابوں کی تعلیم ہوتی ہے۔ قرآن مجید کی نہیں۔ مفسر کی قبل و قال پر بحث و گفتگو ہوتی ہے۔ قرآن مجید کے معانی و مطالب کے فہم اور اس پر عمل کا خیال نہ معلوم کون ہوتا ہے نہ معلوم کون اس لئے کہ ان کے زعم یا اطل میں قرآن مجید کا فہم ناممکن ہے۔ لہذا جو مولوی قرآن مجید سے استدلال نہیں کرتا اور قرآن کے سمجھنے اور سمجھانے کو منع کرتا ہے اور قرآن مجید کا سمجھنا ناممکن بتاتا ہے وہ یقیناً علمائے سوء میں شامل ہے۔ پھر فرمایا

أَفْتَوْهُمُنَّ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ  
بِبَعْضِهِ (البقرہ - ۱۰)

پھر انھیں اہل کتاب کی نسبت فرمایا کہ  
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اسْتَشَفَّ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا  
بِالْآخِرَةِ (البقرہ - ۱۰)

پس جو مولوی یا مفتی بعض مسائل میں قرآن مجید کے صریح احکام کے خلاف اپنے اماموں، استادوں اور بزرگوں کی رائے اور مسلک کو مقدم رکھے اور آیات قرآنیہ کو کھینچ کر ان کے ماتحت لانا چاہے یا اس آیت کو منسوخ و ناقابل عمل قرار دے وہ بھی مذکورہ علمائے اہل کتاب میں شامل اور دنیا پرست علمائے سوء میں داخل ہے۔ پھر فرمایا۔

نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ  
كِتَابَ اللَّهِ وَرَأَوْا ظُهُورَهُمْ لَكَاظِمًا  
يَكْفُرُونَ ه (البقرہ - ۱۲۶)

ان اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو پشت کے پیچھے پھینکا اس طرح کہ گویا ان کو بچہ خبری نہیں۔

پس جو مولوی یا واعظ یا مفتی قرآن مجید کو ناقابل فہم سمجھ کر مطلق اسکی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور ادھر ادھر کی سیکڑوں حکایتیں اور کہانیاں اور اقوال سناتے مگر آیات قرآنیہ کی طرف نہ خود متوجہ ہوتے نہ دوسروں کو توجہ دلاتے ہیں اور اپنے فتوؤں کو قرآن مجید کی کسی آیت سے مدلل کرنا عیب جانتے ہیں وہ بھی اسی مذکورہ گروہ یعنی علمائے سوء میں شامل ہیں۔ پھر فرمایا کہ

وَقَالَتِ الْيَهُودُ كَيْسَتْ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتْ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ۚ

اور یہود کہتے ہیں نصاریٰ کا مذہب کچھ نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کا مذہب کچھ نہیں حالانکہ وہ دونوں فرقہ کتاب الہی کو پڑھنے والے ہیں۔

(البقرہ - ۱۲)

پس جو مولوی بلا دلیل قرآنی ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق کے فتوے صادر کرنے میں مصروف رہتے ہیں وہ بھی انھیں علمائے سوء میں شامل ہیں۔ پھر فرمایا

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَتَنَادَوْنَ بِهِ تَمَاقِيلًا ۖ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ ۚ

جو لوگ ان احکام کو جو خدا نے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے چھپاتے اور اسے غصوں تھوڑا سا دنیوی معاوضہ حاصل کرتے ہیں یہ لوگ اور کچھ نہیں بلکہ اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ہیں۔

(البقرہ - ۲۱)

پھر فرمایا

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ

اور جب خدا نے اہل کتاب سے قول و قرار لیا کہ وہ کتاب جو تم کو دی گئی ہے لوگوں کے سامنے صاف نمایان کر دینا اور اسکی کسی بات کو پھر نہ چھپانا مگر انھوں نے اس قول کی کچھ بھی پروا نہ لی اور کتاب الہی کو پس پشت چھپا دیا اور اسے عرصے میں تھوڑے سا دام بخشی دیو مندفع حاصل کئے۔

(ال عمران - ۱۸)

معلوم ہوا کہ جو لوگ دیدہ و دانستہ محض کسی للچ کی بنا پر احکام قرآنیہ کا اعلان نہیں کرتے وہ بھی علمائے سوء کے گروہ میں شامل ہیں۔ پھر فرمایا

أَلَمْ تَسْأَلِ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ  
الْكِتَابِ يَدْعُونَ إِلَى الْكِتَابِ وَاللَّهِ  
لِيُحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ تَتَوَلَّى فِرْيَةً مِنْهُمْ  
وَهُمْ مُعْرِضُونَ ۝ (ال عمران - ۳)

اے رسول کیا تو نے اُن علمائے مہجئے کے حال پر نظر نہیں کیا جنکو  
فہم کتاب الہی کا ایک حصہ ملا تھا اب انکو کتاب الہی کی طرف بلا یا جاتا  
ہوتا کہ کتاب الہی ہی ان کے درمیان فیصلہ کرے پھر انہیں کا ایک  
گروہ اس سے انکار کرتا ہے اور وہ کتاب الہی سے منحرف ہیں

جو مولوی قرآن مجید کو حکم اور فیصلہ کنندہ نہ بنائے اور قرآنی فیصلہ سے انکار کرتے  
اور غیر القرآن کو حکم بنانے اور مقدم رکھنے پر اصرار کرے وہ یقیناً مذکورہ گروہ یعنی علمائے  
سو میں شامل ہے پھر فرمایا

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ  
بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ  
(ال عمران - ۷)

اے اہل کتاب کیوں حق و باطل کو گڈ مڈ کرتے اور حق کو چھپاتے  
ہو حالانکہ تم حقیقت حال سے واقف ہو۔

اس آیت میں جن اہل کتاب کا ذکر ہے اُن کی مثالیں آج مسلمانوں کے علماء میں  
بڑی ہی کثرت سے تلاش کیجا سکتی ہیں۔ پھر فرمایا کہ

وَمِنْهُمْ مَنْ إِنْ نَأْمَنُ بِدِينِكَ لَوْ تَوَكَّلْ  
إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ذَٰلِكَ  
بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ  
سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ  
وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ (ال عمران - ۸)

اور ان اہل کتاب میں سے بعض ایسے ہیں کہ ایک دینا بھی اُن کے  
پاس امانت رکھو تو وہ تمکو بدین کے واپس دیں کہ ہم ادا  
تقاضے کے لئے اُنکے سر پر کڑے رسواں لوگوں میں یہ بد معاملگی  
اس آئی کہ وہ کہتے ہیں کہ عرب کے جانوں کا حق اُمیئے میں سے ہے یا عرب  
نہوگی اور جان بوجہ کہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

امانت میں خیانت کر نیو لے اور غیر مسلموں کا مال مار لینے کو جائز ٹھہرانے والے بد معاملہ  
مولوی بھی اسی ناستودہ گروہ میں شامل ہیں۔ پھر فرمایا

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ  
الْكِتَابِ يَوْمَئِذٍ بِالْحُبِّ وَالطَّاعَةِ  
وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَى  
مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ۝ (النساء - ۸)

اے رسول کیا تو نے ان لوگوں کے حال پر غور نہیں کیا جنکو کتاب سمانی  
سے حصہ دیا گیا وہ بتوں اور شیطاںوں کا کلمہ بھرنے لگے اور شر و فحش  
نسبت کہنے لگے کہ مسلمانوں سے تو یہی لوگ زیادہ رو  
براہ ہیں۔

تمام سرکار پرست عالم اور خادمان اسلام کے پاک اور نیک کاموں میں رکاوٹیں  
ڈالنے والے حدیث مولوی اس گروہ میں شامل ہیں۔ پھر فرمایا  
يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا  
تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ط

(النساء - رکوع ۲۳۶)

اور فرمایا کہ

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ  
غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ  
صَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَاصْلُوا الْبَيْتَ وَاصْلُوا  
عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝

(المائدہ - رکوع ۱۰۶)

لے رسول کہہ دے کہ اہل کتاب اپنے دین میں افراط و تفریط  
نکرو اور نہ اپنے ان بڑی نکی نفسانی خواہشات پر چلو جو تم سے پہلے گمراہ  
ہو چکے ہیں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کر چکے ہیں اور سیدھے  
راستے سے بھٹک گئے ہیں۔

غلو فی الدین کے جس قدر طوفان مسلمانوں میں اُٹھے ہوئے ہیں کسی سے پوشیدہ  
نہیں۔ غالی مولویوں کو دین کے اصولی عقائد و اعمال کے برباد اور ضائع ہو چکی  
مطلق پروا نہیں لیکن فروغی اور وضعی سنتوں کے قیام میں حد سے زیادہ غلو کام  
میں لاتے ہیں۔ ڈاڑھی کی وضع و قطع۔ پانچاموں کے اونچے اور نیچے ہونے۔ کوتاہ اور  
تیلون اور ٹوپی یا ہیٹ کے معاملہ میں کفر تک کے فتوے صادر ہو جاتے ہیں اور  
اکل بالباطل۔ طاغوت پرستی۔ دنیا کو دین پر مقدم کرنے۔ خدا کی راہ میں مصائب  
برداشت کی نیسے جی چور لے اور منافقوں کے قدم پر قدم چلنے کو یہ کبھی روکنا نہیں  
چاہتے۔ پھر فرمایا کہ

سَمَاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَلُونَ لِلسُّحْتِ ۝  
(المائدہ - ۲۶)

یہ لوگ جھوٹی باتوں کو کھاتے ہیں کھاتے ہیں پھرتے اور حرام طع کھاتے  
رہتے ہیں۔

اور فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَخْيَارِ  
سَلُّوا أَيْدِيَكُمْ عَنِ الْمَوَالِمِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ

وَالَّذِينَ هَبَّاتٍ لِّمَا كُنُونَ أَمْوَالِ النَّاسِ  
بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

(التوبہ - ۵۶)

ڈکارتے اور راہِ خدا سے لوگوں کو روکتے ہیں

مولویوں اور پیشہ ور و غفلوں اور مسجد کے اماموں اور یگانہ بھگت پیروں کی حالت پر غور کرو کہ انھوں نے اپنا پیٹ پالنے کے لئے کیسی کیسی بدعتیں رائج کی ہیں تیجے دسویں چالیسویں اور برسی کی رسموں کے ذریعہ نیز ختم قرآن کی اجرت اور فتوؤں اور غفلوں کے معاوضہ اور نذرانوں کے وسیلے سے ایصالِ زر کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ مسجدوں میں طاق بھرنے۔ مُردوں کے لئے سات جمعراتوں تک کھانا کھلانے۔ چالیسویں دن مردہ کی روح کو گھر سے رخصت کرنے کے لئے مولود خوانی کرنے کی ترکیبوں سے آمدنی کے وسائل کو بھی ناکافی تصور کر کے اور بھی بہت سی نئی نئی چیزیں مقامی طور پر یہ لوگ ایجاد کرتے رہتے ہیں۔ بعض مولویوں کی اس حرکتِ ناشایستہ کا حال مجھ کو بعض دوستوں نے سنایا کہ وہ خود کسی آریہ پنڈت کے پاس پہنچے اور کہا کہ اب بہت دنوں سے کچھ آمدنی کی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ یا تو تم اپنے کسی لیکچر اور واکھیاں میں اسلام پر حملہ کرو اور ہم اسپر مسلمانوں کو جوش دلا کر ایک مباحثہ کا اٹھاؤ۔ اجمود پر یا پھر ہم اپنے وعظ میں آریہ مذہب کے خلاف سخت سخت کہیں اور تم ہمارے ان الفاظ پر نوٹس لیکر ہندوؤں میں جوش و خروش پیدا کرو اور ہمارے پاس مباحثہ کا چیلنج بھجوادو اس طرح ہمارا اور تمہارا دونوں کا کام بن جائیگا اور ہماری اور تمہاری دونوں کی ترقی و منزلت اپنی اپنی قوم میں بڑھ جائیگی چنانچہ آریہ پنڈت رضامند ہو گئے اور مباحثہ کا اٹھاؤ منعقد ہو گیا اور مولوی صاحب نے مقامی مسلمانوں سے کئی سو روپیہ چندہ کا جمع کیا اور اپنے خاص الخاص ہم خیال و ہماراز مولویوں کے پاس شرکتِ مباحثہ کے دعوت نامے بھجوائے کئی روز تک خوب چہل پہل رہی۔ بلاؤ، قورمے۔ زر دے سے مولویوں کے تنور شکم خوب گرم ہوتے رہے۔ رخصت کیوت کسی کو دیش کسی کو بینا اور کسی کو چھین روپیہ دانت گھسائی اور تکلیف فرمائی کے

دے گئے اور سب سے زیادہ موٹی رقم ان محرک مولوی نے پوری چالاکی و بد معاشی کو کام میں لاکر خود بتیائی اور عام مسلمانوں کو اُلٹو بنا کر چھوڑ دیا کہ پہلے سے زیادہ مولوی کا حب کو حامی اسلام و شیر اسلام اور خادم دین متین سمجھ کر دست بوسی میں مستعدی دکھاتے ہیں وَلَبِئْسَ مَا شَرَّ فَايِدِهِ الْفُسْهُمُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۵ (البقرہ ۱۲)

اور یقیناً بہت ہی بُرا معاوضہ جو جسکے بدلے انھوں نے اپنی جانوں کو بیچا کاش ان کو اتنی سمجھ ہوتی۔

اور فرمایا

وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً ۝ (المائدہ ۳) | اور بننے ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔

آجکل کے مولویوں کی ورثت مزاجی و سنگدلی جسکا اظہار کمزوروں کے مقابلے میں ہوتا ہے کسی سے پوشیدہ نہیں لیکن یہی مولوی امیروں اور سرکاری اہلکاروں کے آستانوں میں عموماً سرسجود نظر آتے ہیں۔ دوسروں کو دوزخ کا ذکر کر کے ڈراتے لیکن دوزخیوں کے سے کام کرتے اور دوزخ سے ذرا نہیں ڈرتے۔ لوگوں کو تشوہ و خضوع کی خوبیاں بتاتے لیکن خود خدا کے خوف کو پاس نہیں بٹھکتے دیتے۔ خدا تعالیٰ اہل کتاب کی نسبت فرماتا ہے۔

قَاعَرِيبًا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۝ (المائدہ ۸۳) | پس ہم نے ان میں عداوت اور کینے کی آگ کو روز قیامت تک بھڑکا دیا۔

دو ہمسر مولویوں کو آپس میں بے خلوص بہت ہی کم دیکھا گیا ہے۔ ہم خیال اور ہم مشرب ہونیکے باوجود ایک دوسرے کو گرانے اور نیچا دکھانے کی کسی تدبیر اور موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور ہمیشہ دوسرے کو کہنیاں مار کر پیچھے ہٹانے اور آپ بگے بڑھنے اور اپنی ہی ہوا بانڈھنے کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔ عوام بھی اگر ذرا باریک بینی سے کام لیں تو ان مولویوں کو تنگ دیکھ سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَلَتَجِدَنَّهُمْ حَرَصًا عَلٰی حَيٰوَتِهِمْ ۝ (البقرہ ۱۱) | اور تو ضرور ان لوگوں کو سب لوگوں سے زیادہ زندگی کا چرچیں پائینگا۔

آج مسلمانوں میں ایسے مولویوں اور واعظوں کی کمی نہیں ہے جو اپنی جان کو ہرگز ہرگز خطرہ میں نہیں ڈال سکتے چاہے کیسی ہی فی سبیل اللہ ضرورت پیش آجائے ان لوگوں کو ترلے۔ اچھے لباس اور سب سے زیادہ راحت و آسائش حاصل کرنیکی خواہش رہتی ہے۔ لوگوں سے پاؤں بھی دبواتے ہیں۔ اپنے در سے آرام کے لئے دوسروں کو بڑی سے بڑی اذیت پہنچانیں مطلق تامل نہیں کرتے۔ دین حق کے لئے چکی پیسنے اور جلیخانے جانے کا تو تصور بھی نہیں کر سکتے۔ سامانِ راحت کے سب سے زیادہ حریص اور اذیت و تکلیف سے کوسوں دور بھاگنے والے۔ اگر کچھ نفع کی امید ہو تو سیاسی کاموں میں حصہ لینے اور مسلمانوں کی ہمدردی کرنیوالوں میں سب سے آگے اگر حکومت کی ناراضی کا خوف اور مصیبت کا اندیشہ ہو تو انھیں کامن کو دینیوی کام اور لغویات قرار دیکر فوراً الگ اور خاموش ہو جاتے اور اپنی تندرستی کی خیر مناتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِخْتَنُذُوا حُبَّارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا  
مِّنْ دُونِ اللَّهِ (التوبہ - ۵۶) | اہل کتاب نے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور  
اپنے مشائخ کو خدا بنالیا تھا۔

حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنے اہبار و رہبان کو کبھی بھی رب نہیں بنایا۔ آپ نے فرمایا کیا یہ نہیں ہوا کہ جس چیز کو وہ حرام کہہ دیتے تم بھی اُسے حرام سمجھنے لگتے اور جسے وہ حلال بتا دیتے تم حلال سمجھنے لگتے؟ میں نے عرض کیا کہ واقعی ایسا تو ضرور ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ بس یہی ان کو رب بنالینا ہے اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اگر اہبار و رہبان اپنی قوم سے کہتے کہ خدا کو چھوڑ دو اور ہماری عبادت کرنے لگو تو کوئی اُن کا کہنا نہ مانتا لیکن انھوں نے یہ کیا کہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور اس کے حلال کردہ کو حرام ٹھہرا دیا اور لوگوں نے اُسے منظور کر لیا۔ یہی ان کا رب بنالینا ہے۔ مسلمانوں کے مولوی بھی اسی طرح اہبار و رہبان بن چکے ہیں اور مسلمانوں نے بنی اسرائیل کا مقام حاصل کر لیا ہے۔ انھوں نے اپنے ائمہ



علماء کو ارباب کا مرتبہ دے رکھا ہو۔ عام طور پر کوئی شخص یہ سوال نہیں کرتا کہ فلاں مسئلہ کے متعلق قرآن و حدیث کا کیا حکم ہو بلکہ صرف عالموں اور مولویوں کے افعال و اقوال و آراء کو کافی حجت شرعی سمجھ لیا گیا ہے۔ اور آنکھیں بند کئے ہوئے انھیں کہہ دیجئے چلے جا رہے ہیں۔ یہ غدر بہر گز صحیح نہیں کہ علماء کی اطاعت ہم صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ اور رسول کے حکم کی خلاف ورزی کر نیوالے نہیں اور ہم کو خدا و رسول کے حکم کی موافق ہی حکم کرتے ہیں۔ یہ غدر تو اجبار و رہبان کے متعلق یہود و نصاریٰ بھی کرتے تھے لیکن خدا تعالیٰ نے ان کو مجرم اور گمراہ قرار دیا اس لئے کہ خدائے تعالیٰ کو ہرگز یہ بات پسند نہیں کہ کتاب و سنت کو ترک کر کے کسی دوسرے کے اقوال و افعال کو مدارِ شریعت قرار دیا جائے۔ علماء سے یہ سوال ہونا چاہئے کہ فلاں مسئلہ میں خدا و رسول کا کیا حکم ہے یہ نہیں کہ اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں یا آپ کے استاد صاحب اور آپ کے امام صاحب کیا فرماتے ہیں۔ چنانچہ عام طور پر علماء کی یہی خواہش رہتی ہے کہ ہم کو ارباب تسلیم کر لیا جائے وہ اپنے ہر ایک فتوے میں یا تو اپنا حکم لکھ دیتے ہیں یا اپنے ارباب کا فیصلہ نقل کر دیتے ہیں۔ اگر اس بات پر اصرار کیا جائے کہ قرآن اور حدیث میں اس فیصلہ کی کیا دلیل ہو وہ بھی بتا دیجئے تو مفتی صاحب اور مولوی صاحب اس طرح غضب ناک اور آپ سے باہر ہو جاتے ہیں کہ گویا کلمہ کفران کو سنایا گیا۔ قرآن کی آیت یا حدیث نبوی کا مطالبہ ان کی سولیت اور منصب اقتا کے لئے گویا موت اور ستم قاتل کا حکم رکھتا ہے۔ وہ محض کنزِ قدوری عالمگیری قاضی خاں اور ہدایہ کے حوالہ سے ہر شخص کے خاموش و مطمئن ہو جانے کے خواہاں ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

فَاَسْمِعْ بِالَّذِيْ اَوْحٰى اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ ۝ وَاِنَّكَ لَنَكِبْتٌ وَ لَقَوْمٌ ۝ وَسَوْفَ تَسْكُنُوْنَ ۝

(النزہد - ۳)

اور فرمایا کہ

اے رسول جویرِ لطف وحی کیا گیا ہے اُنکو خوب مضبوطی سے پکڑے رہ۔ اس میں شک نہیں کہ توحید ہے اسی پر ہی اور اس میں بھی شک نہیں کہ یہ قرآن ضرور تیرے اور تیری قوم کو حق نصیحت ہی اور تم سب کو اسکی بابتہ باز پرس ہونی ہے۔

فَإِنْ تَنَادَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ  
وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ  
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ  
تَأْوِيلًا (النساء - ۵۸)

اور فرمایا کہ

وَإِنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ  
وَلَا تَتَّبِعُوا السَّبِيلَ فَتَفْشَرُوا بِكُمْ عَنْ  
سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَضَعَكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ  
تَتَّقُونَ (العالم - ۱۹۰)

پھر اگر کسی امر میں تم آپس میں جھگڑا پڑو تو اللہ اور رسول  
آخرت پر ایمان لانیکی شرط یہ ہو کہ اس امر میں اللہ اور رسول  
کے حکم کی طرف رجوع کرو کہ یہ تمہارے حق میں بہتری اور انجام  
کے اعتبار سے بھی یہی طریقہ اچھا ہو۔

یہ میرا سیدھا راستہ ہو کسی کی پیروی کرو اور دوسرے  
راستوں پر نہ چلو ورنہ اللہ کے راستے سے گمراہ ہو جاؤ گے  
یہی نصیحت تم کو کی جاتی ہے تاکہ تم پر سیرگاری اختیار کرو،

ایسی آیات بہت ہیں اور احادیث بھی بکثرت ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہر ایک رسول  
کو اسی لئے بعوث کیا کہ لوگ اسکی اطاعت کریں کیونکہ رسولوں پر سی آسمانی ہدایت  
نازل ہوتی ہے۔ ہم پر آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت فرض ہے کیونکہ  
آنحضرت صلعم قرآنی ہدایت کی طرف بلا تے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت  
اور قرآن مجید کی ہدایت دو مختلف ہدایتیں اور دو مختلف چیزیں نہیں ہیں۔ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ دِينِكُمْ  
فَخُذُوْا مِنْهُ وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ دُنَايَ فَاِمَّا اَنَا بَشَرٌ (یس) ایک شرسوں جب میں تم کو  
تمہارے دین کی کوئی بات بتاؤں تو اسکو مان لو اور جب اپنی رائے سے کوئی بات کہوں تو سمجھ لو کہ میں صرف  
ایک آدمی ہوں)

دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا اِنَّمَا ظَنَنْتُ ظَنًّا وَلَا تُؤْخِذُوْنِي بِالْظَنِّ  
وَلَا كُنْ اِذَا احْتَدْتُكُمْ عَنِ اللَّهِ شَيْئًا فَخُذُوْا مِنْهُ وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ دُنَايَ فَاِمَّا اَنَا بَشَرٌ (یس) نے  
ایک قیاس کیا تھا تم مجھے اُس قیاس کے متعلق مواخذہ نہ کرو لیکن اُس جب میں کوئی بات خدا تعالیٰ کی طرف سے  
کہوں تو اُسے مان لو کیونکہ میں خدا تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھتا (ایک اور روایت میں حضرت انس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے اس موقع پر یہ الفاظ بھی فرمائے تھے کہ اِنَّمَا

أَعْلَمَ بِأُمُورِ دُنْيَاكُمْ (تم اپنے دنیاوی امور کو خود ہی زیادہ جانتے ہو) یہ سب کچھ آپ نے اس واقع کے متعلق فرمایا کہ مدینہ منورہ میں تابیر نخل یعنی نر گھجور کے پھول کو مادہ گھجور کے پھولوں پر چھاڑتے ہوئے لوگوں کو دیکھا تو فرمایا کہ اگر تم یہ نہ کرو تو بہتر ہے چنانچہ لوگوں نے یہ کام چھوڑ دیا۔ اُس سال پھل بہت کم آیا تب آپ نے مذکورہ الفاظ فرمائے اسکا مفصل تذکرہ صحیح مسلم اور دوسری کتب احادیث میں موجود ہے۔ غور کرنے اور سوچنے کو قابل بات یہ ہے کہ ہمارے زمانہ کے مولویوں کو اپنے اور اپنے اساتذہ اولہ بزرگوں کے قیاس اور رائے پر کس قدر اصرار ہے اور اس رائے و قیاس کے مقابلے میں قرآن و حدیث کو عملاً کس قدر بیکار و معطل بنا رکھا ہے پھر علمائے اہل کتاب کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا آدِينُهُمْ وَأَكْفُوا شَيْعًا لَّكُنْتُمْ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ (الانعام-۲۰) | اے رسول جن لوگوں نے اپنے دین میں توفیق دلا اور گروہ گروہ بگٹے بگٹے ان سے کچھ سروکار نہیں۔

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار فرقہ بندی کی مذمت کی ہے۔ مسلمان مشروع میں ایک ہی جماعت اور ایک ہی گروہ تھے۔

وَمَا جَعَلْ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ | اور دین کے متعلق تم پر کسی قسم کی سختی نہیں کی تمہارے لئے وہی دین ہے جو تمہارے باپ ابراہیم کا تھا اس خدائی ہی پہلے سے تمہارا نام مسلمان رکھا اور اس قرآن میں بھی

(الحج - د کو ۶-۱۰) | تمہارا یہی نام یعنی مسلمین رکھا گیا ہے۔

تیسری صدی ہجری کے بعد سے جب لوگوں نے رائے و قیاس کو دین میں دخل دیکر اس پر زور دینا شروع کیا اور اپنے اپنے مولویوں اور بزرگوں کے مسلک کو اصل دین قرار دیکر کتاب الہی کی طرف سے غفلت اختیار کرنی شروع کی اور کسی شخص کے لئے اس کا صرف مسلمان ہونا کافی نہ رہا جب تک کہ وہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اہل بدعت شیعہ، سنی، قادری، حشمتی، نقشبندی وغیرہ کسی گروہ بندی میں شامل نہ ہوا اس وقت سے اسلام اور امت مسلمہ میں صفت و انحراف نمودار ہوا۔ آج جس مولوی کو دیکھئے

اسی فرقہ بندی پر زور دیتا اور اس فرقہ بندی کے قائم رکھنے پر سخت اصرار کرتا ہے جسکے لئے اس کے پاس کوئی شرعی دلیل نہیں پھر علمائے بنی اسرائیل کی نسبت فرمایا کہ  
 وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ط (البقرہ - ۱۱) | اور کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں یعنی انہیں کوئی چیز انہیں نہیں پہنچتی  
 قرآن مجید کی تعلیم کا اثر قبول نہ کرنے کی وجہ جو علمائے بنی اسرائیل نے بیان کی خدا تعالیٰ نے اُسکو رد کر کے فرمایا کہ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ یعنی یہ خدا تعالیٰ کی لعنت کا نتیجہ ہے کہ وہ تعلیم قرآنیہ کو نہیں سمجھ سکے۔ آج بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ علمائے سوا کیطرف سے یہی اعلان ہو رہا ہے کہ قرآن مجید کو ہم کہاں سمجھ سکتے ہیں اور اس کے ذریعہ مسائل و احکام کہاں مستنبط ہو سکتے ہیں۔ تقلید شخصی کے سوا براہ راست کتاب و سنت سے دین سیکھنا غیر ممکن ہے۔

علمائے یہود و نصاریٰ کی صفات قرآن مجید میں بہت کثرت سے بیان کی گئی ہیں اور وہ ساری کی ساری مسلمانوں کے مولویوں پر چسپاں ہو رہی ہیں الا ماشاء اللہ اور پرمحض مثال کے طور پر بعض کا تذکرہ کیا گیا ہے بخوفِ حوالہ اس جگہ سب بیان نہیں ہو سکتیں یہ سچی نے شعب الایمان میں حضرت علیؑ سے حدیث مرفوعہ درج کی ہے کہ ”نزدیک ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ اسلام کا فقط نام اور قرآن مجید کا فقط نقش باقی رہ جائیگا۔ مسجدیں آباد ہونگی یعنی ظاہر کے نمازی بہت ہونگے۔ لیکن ہدایت کے اعتبار سے ویران ہونگی یعنی لوگ اصل دین کی راہ پر نہ ہونگے۔ علماء و انکو زیر آسمان سب لوگوں سے بدتر ہونگے ان عالموں ہی سے قتنہ نکلیگا اور انہیں کے اندر پھر کرجائیگا۔ یہ نظارہ آج پیش نظر ہے نماز، روزہ حج زکوٰۃ سب بطور عادات ادا ہوتے ہیں انکی حقیقت کے حاصل کرنے کی کسی کو مطلق پروا نہیں قرآن مجید کی قرأت و تلاوت بھی بطور عادت و بطور نشین یا برے حصول مال و زر پے تحصیل علم اور س کی غرض سے کوئی نہیں پڑھتا نہ اسمیں تدبر کرتا ہے۔ اکثر لوگ مسجدوں میں باتیں کرنے یا سوال کرنے یا جاسوسی کرنے یا لوگوں کو دکھانے کے لئے جاتے ہیں طاعت و عبادت کی اصل غرض پیش نظر نہیں ہوتی۔ علماء نے بدعات و منکرات کو اسلام اور قتنہ پر دازی و فرقہ بندی کو عین مذہب

قرار دیکر فتوؤں کے ذریعہ کافر سازی کا بازار گرم کر رکھا ہے اور مشکل سے کوئی ایسا قابل تذکرہ شخص مل سکتا ہے جو ان فتاویٰ کفر کا نشانہ نہ بنا ہو۔ غرض یہ حدیث بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے جسکو لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں پھر بھی پند پذیر نہیں ہوتے۔

## مسلمانوں کو جاہل رکھنے کی کوشش علماء

اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد الہی بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ کی تعمیل میں تبلیغ اسلام اور تبلیغ حق کو ہرگز ہرگز مخصوص حلقوں تک محدود نہیں رکھا اور ادنیٰ سے ادنیٰ قابلیت کے لوگوں پر بھی تعلیم اسلام کا دروازہ اسی طرح کھلا رہا جیسا کہ اعلیٰ سے اعلیٰ قابلیت کے لوگوں پر کھلا ہوا تھا اسلام نے حقیقی مساوات قائم کر کے سب کے لئے یکساں تقرب الہی کے راستے کھول دیے بنی اسرائیل نے اپنے آپ کو دوسری اقوام سے انسانی طور پر بھی برتر و بہتر قرار دیا ہندوؤں میں برہمنوں نے مذہب کو اپنی ملکیت بنا کر دوسری اقوام کو عبادات اور اعمال مذہبی میں اپنا دست نگر اور محکوم رکھنے کا نہایت زبردست انتظام کیا جس کا مفصل حال اور مدلل روئے اور مقدمہ تاریخ اور نظام سلطنت میں موجود و مندرج ہے اور میری یہ دونوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ہندوستان کے مسلمان جو اپنی بہت سی ناؤں پر ہندوستان اور ہندوؤں کا اثر قبول کر چکے ہیں وہ اکثر مجلسوں، میلوں، شادی عجمی کی تقریبات میں بہت نمایاں طور پر نظر آتا ہے نفس پرست ائمہ مساجد اور زر طلب معلمین مکاتب بھی ہندوستان کے برہمنوں کی بہت سی باتوں کے چور اپنے میں کامیاب ہو گئے کھانے پر فاتحہ دینا اور امام مسجد کے سوا فاتحہ خوانی دوسرے کا حق نہ ہونا۔ پیران پیر صاحب کی کیا رہویں کے کھانے یا شیرینی کی نیاز اور امام مسجد کا اس نیاز کے مراسم ادا کرنا۔ بیوی کا کوٹڑا اور اس کو نڈے کے شرائط۔ تیار رک کا ختم۔ گرج مانی کا روٹ۔ مردہ

کی بخشش کے لئے امام صاحب کی بیش قرار اجرت کیساتھ قرآن خوانی۔ قبر پر بیٹھ کر مردہ کو جھک سپرد کرنا اور اسکا معاوضہ۔ بچے کے کان میں اذان دینے کا مقررہ معاوضہ۔ چرٹائی کے پیسے۔ مسجد میں گھی کا چرغ اور اس کے ساتھ پیسے۔ مسجد کا طاق بھرنا وغیرہ سیکڑوں بلکہ ہزاروں مراسم ہیں جو برہمنوں کی آمدنیوں کو دیکھ دیکھ کر انھیں کی طرح اسلامی لباس میں ہندوستانی مسلمانوں کے نام۔ نہاد ائمہ مساجد اور معلمین مکاتب نے مسلمانوں میں رون دیکر برہمنوں کی طرح اپنی پروہتائی قائم کر لی اور ان عافطوں میانہ صاحبوں اور پیر جیوں کے بغیر یہ بدعہ مراسم ادا ہی نہیں ہو سکتیں چنانچہ ضرب المثل ہے کہ دد ملا ہی کی ماری حلال ہوتی ہے۔

یہ رنگ دیکھ کر بلند مرتبہ علماء و فقہا بھی دانتہ یا نادانتہ طور پر برہمنوں کی ڈگر پر چل نکلے اور علم دین کو اپنی ملکیت بنانے پر آمادہ نظر آنے لگے۔ سب سے زیادہ وجہ تقلید شخصی سے امداد لی گئی۔ پھر اکابر پرستی کو لازم قرار دیا گیا۔ پھر فتوؤں میں یہ التزم کیا گیا کہ کنز و قدوری و شامی و ہدایہ وغیرہ کتب کے حوالے عربی الفاظ میں درج کر کے ان کے ترجمے ساتھ ہی درج کرنیے قطعی اعراض کیا گیا کہ عام مسلمان ان فقہی کتابوں کے الفاظ کا مطلب نہ سمجھ سکیں اور انکو چون دھڑا کا موقع نہ مل سکے۔ اگر کوئی شخص کسی مسئلہ میں افہام تفہیم کے درپے ہو تو سب سے پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ تم نے علم کس سے پڑھا ہے اور تمہارے پاس سند ہے یا نہیں اگر مولویت کی سند نہیں رکھنا تو وہ قابل خطاب نہیں حالانکہ ان سند یافتہ جاہلوں کی جہالت سے برعکس نقصان رساں جہالت کا نمونہ تلاش کرنا آسان نہیں۔ ان لوگوں کی سب سے زیادہ اذیت رساں اور ملعون کوشش یہ ہے کہ یہ فہم قرآن سے لوگوں کو دور و چور رکھنا چاہتے اور علوم قرآن کی اشاعت کو اپنی موت سمجھتے ہیں۔ اب سے قریباً دو سو سال پیشتر اسی ہندوستان میں مولویوں نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کے خلاف کفر کا فتویٰ صرف اس لئے صادر کیا تھا کہ انھوں نے قرآن مجید کا فارسی زبان میں کیوں ترجمہ کیا اور عام لوگوں کو مطالب قرآنہ کے سمجھنے کا موقع کیوں بہم پہنچایا

اب وہ حالت تو سمجھنا باقی نہیں رہی لیکن اب اسی کی مانند دوسری چیز یہ موجود ہے کہ ترجمہ میں تقلید کیوں نہیں کی گئی۔ اس سے زیادہ تمسخر انگیز اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعض مولوی کہتے ہیں کہ اردو زبان میں حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ یا حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ کے ترجموں کے سوا باقی تمام ترجمے مردود ہیں۔ بھلا کوئی پوچھے کہ اب سے دو سو سال پہلے کی اردو زبان اور اس کے محاورات چونکہ بہت کچھ تبدیل ہو گئے ہیں اور آجکل کے اردو بولنے اور سمجھنے والوں کے لئے وہ دو سو برس پہلے کی زبان بہت کچھ ناقابل فہم بن گئی ہے تو کیوں اس زمانہ کی اردو زبان میں ترجمے نہیں ہوں۔ تدبر فی القرآن اور تفسیر بالترتیل میں فرق نہ کر کے نام نہاد مولویوں نے تدبر فی القرآن کو گناہ عظیم قرار دے رکھا ہے۔

## موجودہ زمانہ کے علماء اور وعظمین

نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم مغفور اپنے رسالہ ”فتنۃ الانسان من تلقاء ابناء الزمان“ میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ  
 ”علمائے عمل ہیں زیادہ یا ریاضی صلاح کا فقط نام ہے فساد کا انبار ہے سلمانی در کتاب مسلمانان و رگورسہ

چون شیر درندہ در شکایم ہمہ      بالنفس و سہولے خوش یایم ہمہ  
 گر پرودہ زر وے کار با برواند      معلوم شود کہ درجہ کاریم ہمہ  
 ایک فاضل نے کہا ہے پہلے علماء کا عمل تھا نہ قول پھر عمل بھی کرتے اور قول بھی ہوتا۔ اب نہ قول ہے عمل نہیں قریب ہو کہ یہ شکل بھی بدل جائے۔ انتہی۔ یہ پیشینگوئی ان کی صادق آئی کہ اب نہ قول ہے نہ عمل اور اگر قول ہے تو کاسد اور عمل ہے تو فاسد ہے دل مائل ممنوعات میں ہیں مستدم راہ نامشروعیات

میں ہیں۔ زبانیں گویا ہیں مگر غیبت کے ساتھ کان شنوا ہیں مگر مذمت کو آنکھیں مینا ہیں مگر عیوب کو ہاتھوں سے دلوں کو آزار پہنچتا ہے دلوں کو صدق و امانت سے انکار رہتا ہے جو خط ہزلیات کے سننے سے حاصل ہوتا ہے وہ قرآن و حدیث کی استماع سے میسر نہیں آتا و غلط و نصیحت پر تکلف کرنے میں نقصان دوران ہیں اور رشتہ گردان میں بے تکلف شیطان زماں سے

ہمہ کذب در سرشت و نہاد ہمہ در شیوہ ستم استاد

ہمہ سر کردہ سپاہ بلا ہمہ برہم زمان بزم وفا

عیب جو یاں و پائے تا مرعیب کردہ آئینہ را نہاں در حیب

نیک شان از بدان بر باشد لعل شان سنگ بد گہر باشد

خود و بزرگ کے ساتھ جوش میں ہے ہمایہ ہمایہ کے ساتھ خروش میں ہے وضع و شریف سب حق پوش ہیں اور اظہار کلمہ حق میں خاموش۔ سب کے سب گلیں شقاوت بردوش ہیں اور حلقہ بندگی شیطان درگوش اور سب کو رد و جزا فراموش اور تمام بادۂ مکر و تزویر سے بیہوش غرضیکہ سب ہمہ گندم نما و جو فروش ہیں اور شہوت شکم و فرج میں مدہوش جبکہ دیکھو شہوت پرست و زیاں کار ہے جس کے ساتھ آمیزش کو وہ غدار و دم آزار ہے۔ اس قوم کے ایمان کا چراغ بے نور ہو اور اعتقاد کا گھر خانہ زبور ان کی رو باہ بازی بیان سے باہر ہے اور ان واقعہ طلبوں کی چالاکی و بے باکی ظاہر ہے

ہمہ درندہ پوستین چون سنگ ہمہ مردم گزئے جوں کز دم

حضرت فضیل عیاض رحمہ فرماتے تھے میں آرزو مند ہوں کہ بیمار ہو جاؤں تاکہ مجھکو جماعت میں ان ظاہر پرستوں کی جانانہ پڑے اور جس شخص کا گز مجھ پر ہو اور وہ مجھکو سلام کرے تو میں اسکا بڑا احسان اپنے اوپر مانتا ہوں بالجملہ جو بے خرد تنہائی سے گھر کر صحبت میں ان دورنگوں کی مانوس ہوتا ہے وہ ہمیشہ رنجور



رہتا ہے اور جان اس کی عافیت سے دور ہوتی ہے ۷

تنہا نشیں و صحبت و یواختیار کن کا تار انس در گہر آدمی نماند  
عاقل کا قوت خون جگر ہے اور احمق کی غذا شیر و شکر۔ سیئہ حسنہ پر عیب پکڑنا  
ہے حرام حلال پر ہنسنا ہے حق عقل پر برتری چاہنا ہے جہل علم پر فوقیت ہونا  
ہے فضلاً بہدوش بوالفضولی ہیں اور علماء ہم آغوش بیداشی محقق و مقصد  
ناقص و کامل اور عارف و عامی میں کچھ تفاد و امتیاز باقی نہ رہا ۷

امروز بہائے ہیزم و عودیکے ست ہم تربہ خلیل و نمودیکے ست  
ورگوش کسانیکہ بغفلت مستند آواز خرد و نعمہ و اودیکے ست

اس زمانے میں ایک ایسی قوم بیداش بھی موجود ہے کہ جو ہر ذاتی سے توبے بہرہ  
محض ہے اور علم و فضل سے بے نصیب لیکن مجالس و محافل میں ذکر اپنے آباء  
و اجداد کے علم و فضل کا کرتی ہے اور اہل فضل و بلاغت کو ہدفِ ناوکِ ظعن  
و طنز ٹھہراتی ہے یہ نہیں جانتے کہ ریزہ استخوان کا صرافوں کے بازار میں کیا  
مصرف ہے اور سنگ سیاہ کی سانے نعل ندائے کے کیا قدر و قیمت ۷

(ختم ہوا کلام نواب صاحب مرحوم کا)

میں نے ۱۹۱۹ء یا ۱۹۲۰ء میں ایک رسالہ اکابر قوم کے نام سے لکھا تھا جس کے  
ابتک کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں مسلمانوں کے عالموں۔ امیروں اور فقیروں  
کے پوست کندہ مختصر حالات لکھے گئے تھے اس جگہ رسالہ اکابر قوم ہی سے مسلمانوں کے  
پیشہ و روافطوں کی روئداد نقل کرتا ہوں۔ وہو ہذا

” سب سے زیادہ خطرناک سب سے زیادہ نقصان رساں پیشہ و روافطوں کا گروہ  
ہے ان کا حلقہ اثر بہت وسیع اور ان کی پھیلائی ہوئی مصیبتیں بڑی ہی ہلاکت آفریں  
ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کے پیدا کئے ہوئے و بانی کیڑے غیر تعلیم یافتہ  
مسلمانوں کے دلوں کو رات دن ماؤف کرتے رہتے ہیں۔ ان کے پاس عجیب عجیب  
قسم کے چوغے۔ عملے سیچیں۔ عصا و غیرہ سامان بطور آلات بازیگری ہوتا ہے بعض

مثنوی روحی نہایت خوش الحانی سے گاتے ہیں۔ بعض کو فارسی وارد و شعراء کے دلچسپ اشعار یاد ہوتے ہیں۔ بعض خود بھی شاعر ہوتے ہیں اور اپنے اشعار نہایت دلربا انداز میں گاتے ہیں بہت سی کہانیوں اور جھوٹی سچی روایات ترتیب دیکر اپنے وعظ کو زبانی یاد کر لیتے ہیں جو فو نو گراف کے ریکارڈ کی مانند نہایت عمدگی اور طلاقت کے ساتھ ادا کر دیا جاتا ہے۔ بعض کے ہمراہ ایک یا دو خوش آواز لڑکے بھی ہوتے ہیں۔ جن کی خوش الحانی سے خوب امداد لی جاتی اور مجلس کو گرایا جاتا ہے۔ واعظ صاحب کی تمام تر گفتار اس بات میں صرف ہوتی ہے کہ سامعین خوش ہوں اور ان کے مذاق کی پوری پوری پیروی کی جائے۔ چنانچہ ایک سستی میں پہنچ کر معلوم کرتے ہیں کہ یہاں اہل حدیث لوگوں کا زور ہے اور ان سے زیادہ روپیہ وصول ہو سکیگا اور ضیافتوں کا لطف رہیگا تو وہاں واعظ صاحب اہل حدیث بنجاتے۔ تقویۃ الایمان و تنویر العینین والا وعظ شروع کرتے اور آئین و رفیع دین کے عامل ہو جاتے ہیں۔ وہاں سے رخصت ہو کر کسی دوسری سستی میں پہنچتے ہیں اور وہاں دوسری قسم کے لوگ دیکھتے ہیں تو فوراً مولود و عوس وغیرہ کے حواریں سلسلہ وعظ شروع ہو جاتا ہے۔

ہر ایک وعظ کا مقطع یہ ہوتا ہے کہ کہہ دلو اور کبھی کسی مسجد کبھی کسی مدرسہ کبھی کسی یتیم خانہ کبھی کسی انجمن کو بطور آلہ ایصال زرا استعمال کیا جاتا ہے۔ غرض کہ سارے وعظ کا زور و ربطی پر ختم ہوتا اور سارے گانے بجانے کی تان شینا اللہ پر ہی ٹوٹی ہے بقول شخصہ۔ ہم ایں ہمہ از پیہ آست کہ زرمیخواہد۔

عموماً وعظ میں عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوش و خروش ظاہر کیا جاتا ہے اسی ذیل میں عاشقانہ غزلیں پڑھ کر واعظ صاحب اپنی خوش الحانی سے سامعین کے دلوں کو مسرور کرتے ہیں لیکن سیرۃ نبوی صلعم کا کوئی ایک صحیح واقعہ اور اس سے کوئی مفید نتیجہ جو مسلمانوں کے لئے نیک تحریک کا موجب ہو مطلق بیان نہیں کرتے اور نہ بیان کر سکتے ہیں بعض اوقات تصوف کی باتیں اور صوفیائے کرام کی جھوٹی سچی حکایتیں سناتے ہیں مگر خود اپنا نمونہ اس کے برعکس پیش کر دیتے ہیں ان پریشہ و رواقطوں

میں سے بعض کی نسبت تو یہاں تک سنا گیا ہے کہ وعظ سے فارغ ہو کر اور لوگوں سے روپیہ جمع کر کے شراب خانوں میں اور بازی عورتوں کے یہاں چھپ چھپ کر اور جھپس بدل بدل کر جاتے ہیں بعض ایسے بھی سنے گئے ہیں کہ عورتوں کو بھگا کر لجاتے ہیں۔ اکثر پیشہ ور واعظ سفر میں اپنا انداز رہا نہ رکھتے ہیں بعض اپنے میزبانوں سے نفیس کھانوں کی فرمائش کرتے ہوئے بھی نہیں شرماتے بعض روٹی کھانا چھوڑ دیتے ہیں۔ بادام مقشر مصری۔ ربڑی۔ بکھنوی طرز پر تیار کی ہوئی چاء۔ کیک اور کشمش وغیرہ ہی سے اپنا تور شکم پُر کرتے ہیں۔ میزبان سے اگر ذرا قصور ہو جائے اور ان کے لئے گرم دودھ اور مٹھن کھانوں میں دیر ہو جائے تو واعظ صاحب فوراً روٹھ جاتے اور ایک قیامت برپا کر دیتے ہیں۔ بادشاہوں کی طرح اپنی تعظیم کرتے ہیں۔ چلتے وقت اس شہر یا قصبہ کی سوغاتیں بھی ساتھ لیتے ہیں۔ بعض اوقات اپنی بیوی کے لئے باجامہ کا کپڑا بنا کر دوپٹہ اور بچوں کے لئے جوتیاں تک بھی عجیب در عجیب طرز عمل اختیار فرما کر اور چالاکى و فریب بازی میں شگلوں اور نمبر دس کے بد معاشوں کو مات دیکر اپنے معتقدین سے مفت سنگوایتے ہیں۔

اسٹیشن ریلوے تک بڑی شان و شکوہ کے ساتھ پہنچتے ہیں شہر والے جو واعظ صاحب کو وداع کرنے ہمراہ آئے تھے۔ انہیں سے جب کوئی عقیدہ مند واعظ صاحب کے لئے بکنگ آفس کی طرف ٹکٹ خریدنے جاتا ہے تو واعظ صاحب بجائے اس کے کہ اسکو ٹکٹ کی قیمت اپنے پاس سے نکال کر دیں جاتے ہوئے کو روک کر کہتے ہیں کہ آپ کو شاید معلوم نہ ہوئیں ہمیشہ سکند کلاس میں سفر کیا کرتا ہوں جبجوراً بیچارے کو سکند کلاس کا ٹکٹ لا کر دینا پڑتا ہے۔ عام طور پر پیشہ ور واعظوں کے ایجنٹ بھی ہوتے ہیں جو ان کی گرم بازی میں کوشاں رہتے ہیں۔ بعض پیشہ ور واعظ صاحب تصنیف بھی ہوتے ہیں وہ اپنی فروختی کتابوں کا ذخیرہ بھی ساتھ رکھتے ہیں۔ اور انکے تمام وعظ کا خلاصہ اور نتیجہ بھی ہوتا ہے کہ ہماری کتابیں خرید لو اور دو دو یا چار چار لئے میں جنت کی کلید کو ہاتھ سے نہ چلے دو۔ بعض سرمہ فروش اور لچو لگا بیولے بھی واعظ

بنکر اپنا کام نکالتے اور خوب ٹکے سیدھے کر لیتے ہیں -

زیادہ چالاک اور شین قاف سے درست واعظوں کا تو شہروں اور قصبوں

ہی میں پیٹ بھر جاتا ہے جو ان سے ذرا کم درجے کے ہوتے ہیں وہ دیہات میں بھی دورہ کرتے اور بیچارے گاؤں والوں کو اچھی طرح اپنا معمول بنا کر اٹوٹاتے ہیں -

ان پیشہ ور واعظوں کی روزی مسلمانوں کی جہالت کی بدولت چل رہی ہے اور ان

کی تعداد خطرناک طور پر ترقی کر رہی ہے اور یہ سب مسلمانوں کو جاہل اور احمق ہی

لکھنے میں اپنی مقصدوری یقین کرتے ہیں ان پیشہ ور واعظوں کی ایک خاص علامت

یہ بھی ہے کہ یہ نئی روشنی کے تعلیم یافتہ لوگوں سے بہت گھبراتے ہیں اور نہ انکو نصیحتیں

کرنا چاہتے ہیں نہ ان کو راہ راست پر لانے کی قابلیت رکھتے ہیں - درحقیقت ان میں

ذریعہ تاریکی کو تقویت اور جاہلوں کے بگڑے ہوئے مذاق کی اعانت ہوتی ہے اس لئے

کہا جاسکتا ہے کہ بھڑیلوں نے واعظوں کا لباس پہن رکھا ہے اور جیب کتروں کے تحائف

میں بسترے جمائے ہیں کسی کو یہ شبہ نہ گزرے کہ میں نے سب کو ایک ہی لاکھڑی سے

ہانکا ہے - میں یقین رکھتا ہوں کہ بعض ایسے قیمتی وجود موجود ہیں جو ہر ایک اعتبار

سے قابل تعریف اور مہونہ ٹھہرائے جانے کے قابل ہیں لیکن وہ اس قدر کم ہیں کہ ان کا

عدم وجود براہِ راست

میں نے مجموعی طور پر ایک عام نظر ڈالی ہے کسی خاص شخص یا اشخاص کا نام

نہیں لیا نہ میرا یہ مدعا کہ بلا وجہ کسی کا دل دکھایا جائے میں نے چند وہ عیوب بیان

کئے ہیں جنکا مجھ کو علم ہوا - کچھ بعید نہیں کہ ان حلقوں میں جو مذکورہ بالا صفات کے

موصوف ہیں میری اس تحریر سے کھلبلی مچے اور مجھ کو ہدف ملامت بنانیکی کوشش ہو

لیکن الحمد للہ میں نے جو کچھ لکھا ہے نیک نیتی سے اور رضائے الہی کے لئے لکھا ہے

لہذا مجھ کو نہ کسی کی مخالفت کا خوف ہے نہ کسی کی موافقت کی احتیاج ہے

جہانیاں ز تو برگشتہ اندر غالب تراچہ پاک خداے کہ داشتی داری

موجود زمانہ کے علماء و سوا کی ایک خاص شناخت یہ ہے کہ انہیں اُس قربانی اور ذکاوت کا شائبہ بھی نظر نہیں

آتا جو اسلام خصوصیت سے ہر مسلمان میں پیدا کرنا چاہتا ہے یہ لوگ ضلّے الہی کیلئے نہ کوئی مصلحتی اذیت برداشت کر سکتے ہیں نہ ملی

وہ آج کو اسلام خصوصیت سے ہر مسلمان میں پیدا کرنا چاہتا ہے یہ لوگ ضلّے الہی کیلئے نہ کوئی مصلحتی اذیت برداشت کر سکتے ہیں نہ ملی

خدا تعالیٰ نے مسلمانوں سے اُن کی جانیں اور ان کے مال اس وعدے پر خرید لئے ہیں کہ ان کے بدلے ان کو جنت دیگا۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ  
وَأَمْوَالَهُمْ بِآثَارِهِمْ لَهُمْ الْجَنَّةُ ط

(التوبة - ۱۲)

لیکن اس زمانہ کے علمائے سوء سب سے زیادہ بزدل اور سب سے زیادہ اپنی جان و مال و جاہ کے عاشق زار اور ہر خطرہ کے مقام سے کوسوں دور رہنے والے ہوتے ہیں اور خطرہ کے پاس تک نہیں بچھکنے چاہتے۔ اگر کوئی خطرہ نہ ہو تو سب سے زیادہ لاف کر نیوالا اور قید و بند کا اندیشہ یا کسی حکومت و اقتدار کی طرف سے جہنم نمانی کا احتمال ہو تو دُوم و بار خاموش اور کلمہ حق کے اظہار و اعلان میں گونگے ہو جاتے ہیں گویا انکو سانپ سونگھ گیا ہے۔ مسلمانوں کو کافر بنانے اور علمائے حق پر غرآنے کے لئے شیر مردم در لیکن طاقتور دشمن اسلام کے مقابلے میں دُوم کئے ہوئے گیدڑ۔

اس کتاب کا مسودہ ہمیں تک لکھا گیا تھا کہ آج ماہانہ رسالہ فاران بخور کا ماہ دسمبر ۱۳۵۷ء کا نمبر میرے پاس پہنچا۔ اس رسالہ کے ایڈیٹر مولانا محمد عثمان صاحب فاروقی ہیں جو اس سے پہلے مشہور اخبار الجمیعۃ کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں اور میرے مخلص دوست ہیں۔ مولانا فاروقی صاحب نے فاران کے اس نمبر میں ”ایک خطرناک گروہ“ کے عنوان سے ایک نہایت قیمتی مضمون لکھا ہے۔ اس مضمون کو پڑھ کر مجھے بیدار مسرت حاصل ہوئی کہ جس ضرورت کا مجھے احساس ہوا اسکو مولانا صاحب نے بھی میری ہی طرح محسوس کیا۔ میں مذکورہ مضمون کے ایک بڑے حصہ کا اقتباس ذیل میں درج کرتا ہوں جسکو اس کتاب کا خلاصہ سمجھنا چاہئے۔ وہو هذا۔

”دین ظاہر ہے کہ علماء اپنی قوم و ملت کا دماغ ہوتے ہیں اور انھیں کا قول و عمل ملت کی عمارت کا سنگ بنیاد بنتا ہے افراد مذہبی معاملات کو علماء کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ علماء کے کانوں سے سنتے ہیں اور علماء ہی کے دماغ سے سوچتے ہیں اور ان کے ہر قول و فعل کو شریعت کا نمونہ سمجھتے ہیں۔ علماء قوم کے سامنے اپنا نقشہ جس حیثیت سے پیش کرینگے قومی ضمیر کی تشکیل بھی اسی پیمانہ پر

ہونگی اور جس رنگ کو وہ اپنے لئے پسند کریں گے اسی میں پوری قوم رنگین نظر آئیگی۔ اگر علماء اتحاد و محبت کا نمونہ پیش کرنے سے قاصر ہو جائیں تو ناممکن ہو کہ قوم دست و گریبانى اور اختلاف و شقاق سے محفوظ رہے اگر علماء اپنے دلوں سے خدا کا خوف نکال دیں اور مادی طاقتوں سے خوف کرنے لگیں تو اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ پوری قوم بزدل بہت ہمت - خوفزدہ اور غلامی کی ذلت آمیز راحتوں پر قانع ہو جائیگی۔ اگر علماء اپنے علم کا جائز استعمال کریں گے تو افراد میں بھی علم کا شوق اور عمل کا ذوق پیدا ہوگا۔ اگر وہ قول سے نہیں عمل سے اصلاح و تربیت کا فرض انجام دینگے تو ان کے پیروؤں کی زندگی بھی فقار سے زیادہ کردار کا مظہر ہوگی۔ لیکن اگر علمائے دین اپنے علم کا غلط استعمال شروع کر دیں اور بہرہ رنکر رہتے ہی پر انرا تیں تو پھر است کی تباہی یقینی ہو جاتی ہے۔

جو علماء اپنے فرائض کو ادا کرتے ہیں قوم اور مسلمانوں کی بھلائی میں اپنے آپ کو برباد کر دیتے ہیں اور ان کا ہر کام اخلاص و صداقت پر مبنی ہوتا ہے وہ قوم کے ماستاب اور امت کے مطلع ہیں اور انبیاء کرام کو جانشین ایسے علماء کے بارے میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔

اصل میں علماء کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کے علماء وہ ہیں جو علم و عمل اور قول و فعل میں کامل۔ اسرار شریعت کے ماہر اور اجتہاد و بصیرت کے روشن چراغ ہوتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اسلام کیا ہے قرآن حکیم کس روح کا حامل ہے اور اس کے ذریعہ کس طرح غلاموں کو سلطان - کمزور و کمزوری ظالموں کو عادل و منصف اور ذلیلوں کے سرو پر وقار و عزت کا تاج رکھا جاتا ہے۔ یہ علماء جب امت کو ضلالت و گمراہی میں دیکھتے ہیں تو تڑپ جاتے ہیں وہ جب محسوس کرتے ہیں کہ خدا کی زمین امن و سلامتی کی بجائے

ظلم و عدوان اور شقاوت و فساد سے بھری ہے تو ان پر رات کا سونا حرام ہو جاتا ہے۔ وہ وعظ کی محفلوں میں اس لئے آتے ہیں کہ مسلمان شریعت کا کر سکیں اور بندگیِ گردنیں خدائے واحد کے آستانے پر جھک جائیں وہ دعوتوں میں اس لئے شریک ہوتے ہیں کہ مسلمانوں کو اسراف اور نمائش سے باز رکھیں وہ مسلمانوں سے اس لئے ملتے ہیں کہ صحیح مشوروں سے ان کی رہنمائی کریں۔ غرض ان کا ہر کام اللہ کے لئے ہوتا ہے ان کا ہر قدم مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے اٹھتا ہے اور ان کا دایہ اسلام کی سر بلندی اور اعلا کلمۃ الحق کے لئے وقف ہو جاتا ہے یہی وہ علماء ہیں جو امت کے امام قوم کے ہربر اور ملت کے پیشوا ہیں۔

دوسری قسم کے وہ علماء ہیں جو علم میں تو کامل مگر عمل میں ناقص ہوتے ہیں وہ کتاب و سنت پر تو عبور رکھتے ہیں۔ مگر ان کی عملی حالت قابلِ اقتداء نہیں ہوتی۔ وہ اپنے سینہ میں دل دروند اور منہ میں زبان ماتم سرا رکھتے ہیں مگر نفس پرستی اور راحت طلبی کے باعث اپنی قوت کو فعل میں نہیں لاتے یہی وہ علماء ہیں جو قوم پر مگر اسیوں اور شقاوتوں کے دروازے کیوں دیتے ہیں اور دنیا ان کے عمل کو دیکھ کر اپنے طریق کار کو بدل دیتی ہے ایسے علماء خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور اپنے کردار سے دوسروں کی گمراہی کا باعث بنتے ہیں تاہم ان سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ شاید وہ اپنی کجروی سے باز آجائیں اور ضمیر کی روشنی پھر انکو آمادہ عمل بنا دے لیکن مسلمانوں کی بد قسمتی سے موجودہ دور میں علماء کی ایک تیسری قسم بھی پیدا ہو گئی ہے یہ ایسی خوفناک اور تباہ کن قسم ہے جس نے نظام شرعی کا تختہ الٹ کر مسلمانوں کی معاشرتی حالت اور ان کی ذہنیت کو بھی بہت بگاڑ دیا ہے۔ یہ علماء دینی علوم سے تو کیا کسی علم سے بھی مس نہیں رکھتے اور اسلام سے اسی طرح نااہل ہوتے ہیں جس طرح ایک اجنبی کسی شہر کے گلی کوچوں اور راستوں سے نااہل

ہوتا ہے۔ آج اسی طبقہ نے افراد امت پر قبضہ جما رکھا ہے اور ہر جگہ اسی کا طوطی بول رہا ہے۔ عوام جو انکی علمیت سے کوئی سروکار نہیں رکھتے اور قصوں کہانیوں اور تھیٹروں کے نظر فریب کھیلو پر جان دیتے ہیں وہ انکو جنگل میں بھینس کر اپنے رہے سہے ایمان کو بھی تباہ کر ڈالتے ہیں۔ یہ علماء تھپڑوں کی ایکٹری سے رٹا رہے ہو کر اور محنت و جفاکشی سے منہ پھیر کر مسلمانوں کی جلیبوں پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے ہر جگہ مایے مارے پھرتے ہیں اور غلط و تلقین کے نام سے مسلمانوں کے قوائے عمل کو مفلوج اور ان کی دینی۔ اخلاقی اور اقتصادی مملکت کو تاراج کر نیکاً فرض انجام دیتے ہیں۔

یہ علماء نہیں جانتے کہ کتاب و سنت کیا چیز ہے۔ اسلام کا پیغام کیا ہے دین الہی کی خصوصیات کیا ہیں وہ یہ بھی نہیں جانتے۔

... کہ مسلمانوں کا اصلی مرض کیا ہے۔ اور اس کے ازالہ کے لئے کن تدابیر کو اختیار کرنیکی ضرورت ہے۔ ان کا حقیقی مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلمان جیسی مفلس قوم کو لوٹ کر اور زیادہ مفلس بنائیں اور جہلا کے لئے اور جہالت کے اسباب پیدا کریں یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے علماء ہمیشہ عوام کی سو فیاض نہایت سے فائدہ اٹھا کر ان کو جھوٹی داستانوں بے سرو پا کہانیوں اور غیر ضروری مباحث میں الجھا دیتے ہیں اور اپنا گمراہ اور تاریک دماغ سامعین کے سر میں اتار کر ہی دم لیتے ہیں۔ ایک طرف تو علماء جھٹاتی کی کمی اور دوسری طرف عام مسلمانوں کی زندگی شربی اور جہالت سے یہ لوگ خوب فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس خیال سے کہ کہیں علمائے قایم بالحق میدان میں نکل کر مسلمانوں کی صحیح قیادت نہ کرنے لگیں وہ حفظ و اتقدم کے طور پر ان کو بدنام کر نیکاً کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتے۔ مسلمانوں کو بتا دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص دنیا میں قابل دار ہو سکتا ہے تو وہ وہابی ہو



کیونکہ وہ بزرگوں۔ پیروں اور ولیوں کا منکر ہے اور مسلمانوں کو رسم و رواج کی پابندیوں سے آزاد کرانا اس کے فرائض میں داخل ہے۔

یہ حرمہ اس قدر کارگر ثابت ہوا ہے کہ یہ علماء شریعت کے سچے علمبرداروں کو اس کے ذریعہ بہت جلد شکست دیدیتے ہیں اور وہابی کہہ کر ان کو عوام کی نظروں سے گرا دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میدان ان ہی کے ہاتھ میں رہتا ہے اور وہ غریب مسلمانوں کو آزادی کے ساتھ لوٹ کر اور زیادہ جاہل بے شرم بے غیرت اور ضمیر فروش بنا دیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ کی پاک کتاب ابتدا ہی سے یہ اعلان کر چکی ہو یا اِلٰھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَادِ الرَّهْبَانِ لَیَاکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَلَیْصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ ایسے ہی علمائے سوء کے متعلق داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ دام نہاد علماء آسمان کے نیچے اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ شریعت شکن، علمائے ربانی کی سیرت کیسی ہونی چاہئے؟ اور ان کے فرائض کیا ہیں؟ قرآن کریم بتاتا ہے کہ ہادی اور رہنما کو سب سے زیادہ صابر ہونا چاہئے کہ وہ ناگزیر مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کر سکے اور مصائب میں گھر کر مایوس نہ ہو جائے اس کو سب سے زیادہ خدا کی آیتوں پر یقین ہونا چاہئے کہ یقین ہی انسان میں عمل کی قوت اور کامیابی کی لگن پیدا کرتا ہے اور اسی گئے سہارے اصلاح امت کی کٹھن منزلیں طے ہوتی ہیں۔ جب یہ اوصاف کسی عالم میں پیدا ہو جائیں تو پھر اس کا یہ فرض ہو کہ وہ لوگوں کو حق کی طرف بلائے اور احکام الہی کی تعمیل کے لئے خدا کی مخلوق کو آمادہ کرے وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اُمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنا لِنُصْبِرَ اَدَاکَانَ وَاٰیَاتِنَا یُوقِنُوْنَ ہ علمائے حق کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ اصلاح امت کے لئے اپنے آپ کو اللہ کے راستے میں وقف کر دیں اور دعوت الی الخیر کو اپنی زندگی کا

تصب العین بنالیں ولکن منکم امة یدعون الی الخیر۔ مسلمان خیر الائم  
 ہیں اور اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ لوگوں کی نفع رسانی اور بہبودی کے  
 کام انجام دیتے رہیں اور داعی حق بنکر لوگوں کو حسن عمل کی دعوت دیں  
 کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر  
 مذکورہ آیات سے واضح ہو گیا کہ علمائے کرام کا نصب العین اور اولین  
 فرض حق کی دعوت کو پھیلانا اور محاسن کی تبلیغ کرنا ہے۔ اب دیکھو کہ سبکل  
 تیسری قسم کے علماء (کہ یہی عوام پر قابض ہیں) خدا کی مخلوق کے لئے کیا کر رہے  
 ہیں اور وہ مسلموں اور غیر مسلموں کے لئے کہاں تک مفید ثابت ہوئے  
 ہیں یہ لوگ نہ تو شرعی علوم سے آگاہ ہوتے ہیں نہ اسلامی اصول کو سمجھنے  
 کی اہلیت رکھتے ہیں اور نہ ان کی اخلاقی سیرت محمود ہوتی ہے۔ اور چونکہ  
 وہ محنت اور جفاکشی کے عادی نہیں ہوتے اس لئے وہ مسلمانوں کی  
 قیادت کا پُر امن راستہ اختیار کر لیتے ہیں اور سیٹ پالنے کے لئے ایسے  
 طریقے اختیار کرتے ہیں کہ ایک طرف وہ شیوہ بیان و اعطاء اور قاور الکلام  
 مقرر مشہور ہو جاتے ہیں اور دوسری طرف جہلا خوش ہو کر اپنی کھیتی اُنکے  
 حوالے کر دیتے ہیں۔ مسلمان جس شوق سے وعظ سنتے ہیں اور جس کثرت سے  
 مذہبی مجالس کا اہتمام انہیں کیا جاتا ہے اسکی نظیر کسی دوسری قوم  
 میں نہیں پائی جاتی قرآن کریم بھی ہر جگہ بہت زیادہ پڑھا جاتا ہے بیکالو  
 مسجدوں۔ وعظ کی محفلوں۔ جلسوں۔ عام تقریروں اور اجتماعی و انفرادی  
 طور پر جس سلسل اور کثرت کیساتھ اللہ کی یہ کتاب تلاوت کی جاتی ہے۔  
 اسکا مقابلہ دنیا کی کوئی کتاب نہیں کر سکتی۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ مسلمان  
 اس کتاب کے مضامین اور اسلام کے اہمات المسائل سے اسی قدر  
 زیادہ واقف ہوتے اور ان کو اسلام پر وہ بصیرت حاصل ہوتی کہ اعتقاد  
 اور عمل کا کوئی فساد ان میں باقی نہ رہتا مگر واقعہ کیا ہے؟ اسلام سے عام

نادانگفتہ جہالت فسق اعتقادی اور فسق عملی کتنے مسلمان ہیں جو توحید الہی کی حقیقت سے آگاہ ہیں۔ کتنے کلمہ گو ہیں جو کتاب اللہ کی صداقت کی کوئی دلیل اپنے دماغ میں رکھتے ہیں۔ کتنے مومن ہیں جو نبوت کے مرتبہ سے واقف ہیں۔ کتنے مسلم ہیں جو اپنے کامل اور مزی کی نبی کی زندگی کے صحیح حالات سے آگاہ ہیں؟ ان غریبوں کو کیا معلوم کہ اسلام کا انقلاب انگیز پیغام کیا ہے اور اسکی وہ کونسی روح ہے جس نے ایک مردہ قوم کو حنیض غلامی سے نکال کر ذرہ آزادی پر پہنچایا تھا اور اسے کلام الہی کی روشنی میں دنیا کے نئے نقشے بنائے تھے۔ نماز پڑھنے والوں سے دریافت کرو کہ نماز پڑھنے کا حقیقی مقصد کیا ہے روزہ داروں سے پوچھو کہ فادہ کشی میں کیا حکمت ہے۔ اگر آپ ان امور کا کہوج لگائینگے تو آپ کو اعتراف کرنا پڑیگا کہ اس عام جہالت کی حقیقی علت ان ہی علمائے سوء کی جہالت اور رہنمائی ہے کیونکہ وہ خود بھی ان حقایق سے محروم ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی اور طریقے سے یہی انکا اظہار نہ ہو۔ اس لئے وہ مسلمانوں کی قیادت کا دوسرا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں تاکہ ان کی واغطانہ حیثیت بھی قائم رہے اور ان کی مٹھیاں بھی گرم ہوتی رہیں۔

یہ علماء کبھی مسلمانوں کو اس امر کی تلقین نہیں کریں گے کہ اسلام کے بنیادی اصول کیا ہیں بلکہ وہ کربلا کے جھوٹے افسانے سنا کر ان کو ماتم سرائی اور سینہ کوئی کا سبق دینگے۔ وہ کبھی احکام الہیہ کے اسرار و حکم پر زبان نہیں کہولینگے بلکہ اولیاء اللہ کی سچی اور چھوٹی گراہتیں سنا کر ان میں پیر پستی قبر پستی اور آثار پستی کے جراثیم پیدا کریں گے۔ وہ نہیں بتائیں گے کہ داعی اسلام کی زندگی کا نقشہ کیا تھا اور آپ کس مقصد کو لیکر دنیا میں آئے تھے۔ بلکہ وہ مسلمانوں کو قصے کہانیاں سنا کر نہانے اور خوش کرنی کو ترغیب کریں گے۔ وہ کبھی مسلمانوں کو ان کے فرائض سے آگاہ نہیں کریں گے بلکہ ولایت

کا شاخسانہ کھڑا کر کے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی گردن کاٹنے پر آمادہ کر بیٹھے اور اس قابل بھی نہ چھوڑ بیٹھے کہ وہ وحدت کے کلمہ کی اہمیت اور عالمگیر اخوت کی ضرورت کا احساس بھی کر سکیں۔ ان علمائے سوء کے مفاسد یہیں ختم نہیں ہو جاتے بلکہ غور سے دیکھا جائے تو الحاد و دہریت کا سبب بھی یہی لوگ قرار پاتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اس قسم کے علماء نہ تو علوم شرعیہ پر عبور ہی رکھتے ہیں اور نہ ان کی سیرت اسلامی سیرت ہوتی ہے بلکہ انہیں اکثر اخلاقی حیثیت سے بھی نہایت ذلیل اور پست ہوتے ہیں۔ جب ان کے خیالات و مسلک پر تعلیم یافتہ یار و دشمن خیال طبقہ کی نظر پڑتی ہو اور ان کی بد اخلاقیوں اس کے سامنے آتی ہیں تو وہ علماء قائم بالحق کو بھی انھیں علماء سوء پر قیاس کر لیتا ہے اور ان سبب پر بلا اشتناء و ملازم کا اطلاق درست سمجھتا ہے۔ کیونکہ اس کو معلوم ہی نہیں کہ شریعت نے خود علمائے ربانی اور علمائے سوء میں تفریق کر رکھی ہے۔ اس کے علاوہ جب ان شیوہ بیان و غطین کے جاہلانہ خیالات اور غیر محقول عقائد کا پرتوئی روشنی کے نوجوانوں پر پڑتا ہے تو وہ ان مجسمہ ہائے جہالت سے بیزاری میں بچائے اسلام ہی کو مشکوک اور ناقابل فہم سمجھنے لگتے ہیں اور یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ اسلام ہی عقل اور ترقی کے راستے میں روک ہو اور وہ ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ دنیا کے سامنے اس کو پیش کیا جائے۔ اس طرح نوجوانوں اور تعلیم یافتہ حضرات میں الحاد کے جراثیم نشوونما پانے لگتے ہیں اور وہ غطین کی جہالت کے صدقے میں ایک گروہ دشمنان اسلام کا آلہ کار بن جاتا ہے ہمیں متعدد بار تعلیم یافتہ حضرات سے گفتگو کا موقع ملا اور ہم نے ٹھنڈے دل سے ان کے خیالات کو سنا اور حیرت میں پڑ گئے کہ اسلام کی بابت انکی معلومات کا ذریعہ جاہل و اعظوں کی بے سرو پا دانستائیں ہیں ایک طرف تو ان علمائے سوء کی بدولت الحاد و دہریت کو قوت حاصل ہوتی

ہی اور دوسرے طرف غیر مسلم بھی اس قسم کے جاہلانہ خیالات کو سنکر اسلام سے دور بھاگتے ہیں اور اس طرح اشاعت اسلام اور دعوت حق کا مقصد ان واعظین کی بدولت فوت ہو جاتا ہے۔ اسلام جو بذات خود دلیل و برهان فکر و بصیرت اور عقل و ضمیر کی آواز ہے اور جس نے دنیا کو سب سے پہلے فہم اور غور و فکر کی دعوت دی وہ آج اس قسم کے واعظین کی بدولت اہم پرستیوں اور سرلیح الاعتقادیوں کا مجموعہ بنا ہوا ہے۔ جب تک ان رسمی واعظوں اور جاہل مقرروں اور مولودخوانوں کی رسمی دراز ریبگی اور عوام کے دماغ کی تربیت نہ کی جائیگی اس وقت تک مسلمانوں کی عام جہالت۔ اسلام کی بیگانگی عملی اور اعتقادی گمراہی اور معاشرتی فساد کا ازالہ نہیں ہو سکتا اور نہ مجموعی حیثیت سے مسلمانوں کی عقلی سطح بلند ہو سکتی ہے۔ اگر مسلمان اپنی ذہنیت میں اتنی تبدیلی پیدا کر لیں کہ وعظ و تلقین کو سننے نہ سنانے اور رونے رو لائیکا ذریعہ قرار نہ دیں اور روشن خیال اور مخلص علماء کے ارشادات سے مستفید ہونیکا غم کر لیں اور انفرادی سخاوت کے بجائے اجتماعی ایثار کے لئے آمادہ ہو جائیں تو آج دین کے گلشن میں پھر بہار آ سکتی ہو اور ہمیشہ ورواعظین کا دماغ بہت جلد درست ہو سکتا ہو۔ فصل انتم منتھو۔

ہمیں اس حقیقت کے اظہار پر بھی مجبور ہونا پڑتا ہے کہ جاہل واعظوں کے فروغ کا باعث علمائے حقانی کا سکوت اور باخبر اہل علم کی مدافعت بھی ہو۔ وہ چونکہ ان اکھاڑوں کے پہلوان نہیں ہوتے اور حریفانہ جذبہ سے وہ اپنے آپکے پاک رکھنا چاہتے ہیں اس لئے واعظوں کی نئی مخلوق میدان پر قابض ہو جاتی ہے۔ گو علماء کا تقدس اسی امر کا مقتضی ہو کہ لکھو دینکم دینی دین پر عمل کیا جائے لیکن جب اس طبقہ کی تباہ کاریاں اپنے حدود سے تجاوز کر چکی ہیں انکا دامن بچانا اور اس تماشے کو خاموشی سے دیکھنا امر بالمعروف کا کچھ اچھا مظاہرہ نہیں ہو۔“ (ختم ہوا اقتباس رسالہ فاران کا)

جناب محترمی مولانا عبدالرزاق صاحب طبع آبادی اڈیٹر روزنامہ ہند جدید کلکتہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

وہ مسلمان اسے مسلمان ہونی پر ناز کرتے اور اسلام کے نام پر ہر چیز قربان کر ڈالنے پر آمادگی ظاہر کرتے ہیں۔ مگر یہ کیسی عجیب بات ہو کہ اس تمام جوش و خروش کے باوجود وہ حقیقی اسلام سے دور ہیں۔ صرف دور ہی نہیں بلکہ حقیقی اسلام کو بے دینی قرار دیتے ہیں حقیقی اسلام پیش کر نیوالوں کو لاندہب اور گمراہ سمجھتے ہیں۔

اس صورت حال کی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں بیشمار خرافات شامل کر دی گئی ہیں۔ عام مسلمان صدیوں سے ان خرافات پر چل رہے ہیں اور عادی ہو جانے کی وجہ سے ان ہی کو اصلی دین سمجھنے لگے ہیں۔ بد قسمتی سے علمائے حق کا فقدان رہا ہے۔

امام ابن تیمیہ کے بعد علمائے حق پیدا نہیں ہوئے اور ہوئے بھی تو غریت و کہمت نہ رکھنے کی وجہ سے جہل کے مقابلے کی جرأت نہ کر سکے۔ بلاشبہ انھوں نے اپنی کتابوں میں اصلی دین کو پیش کیا مگر یہ کتابیں قبول نہ ہوئیں یا ہوئیں مگر پُر زور نہ ہونیکے سبب عوام کے جہل و جمود پر مؤثر نہ ہو سکیں۔

اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب مسلمان دین حق سے اس قدر اجنبی ہو چکے ہیں کہ لمبے پیمانے پر ہی نہیں اور اگر کوئی بندہ خدا سے اُن کے سامنے پیش کرتا ہے تو تعجب کرتے۔ خفا ہوتے اور کہتے ہیں کہ یہ تو بالکل نئی بات ہے جسے کبھی نہیں سنی۔ ہمارے علمائے کبھی نہیں بتائی۔ اگر دین یہی ہے تو کیا ہمارے گزشتہ اور موجودہ مولوی جاہل تھے۔ آخر انھوں نے کیوں اسے نہیں بتایا۔

اسلام اللہ کا سچا اور آخری دین ہے۔ مفسدوں نے تو اسے بگاڑ دیا

بہت کوشش کی مگر چونکہ خود رب العالمین اس کا محافظ ہے اس لئے حقیقی دین آج بھی کتاب اللہ میں محفوظ ہے جسکی شرح و تفسیر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ملتی ہے۔

میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ اگر واقعی تم مسلمان بننا چاہتے ہو سچے دین پر عامل ہونا چاہتے ہو۔ دنیا و آخرت کی شاد کامیاں حاصل کرنا چاہتے ہو تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کرو۔ یہ سوچنا اور کہنا چھوڑ دو کہ فلاں عالم اور فلاں ولی نے یہ کہا اور یہ کیا تھا قیامت کے دن تم سے یہ نہیں پوچھا جائیگا کہ کس عالم اور کس صوفی کے قول پر تم چلے بلکہ سوال یہ ہوگا کہ تم نے اللہ اور اس کی رسول کی کہاں تک اطاعت کی۔

یقین کرو حقیقی اسلام بہت ہی پیارا۔ سادہ اور آسان دین ہے وہ سراسر عقل کے مطابق ہے۔ اس میں کوئی ایک بات بھی خلاف عقل نہیں ہے۔ خرافات کی اسمیں گنجائش نہیں ہے۔ انسان پرستی۔ قبر پرستی تو ہم پرستی۔ قدامت پرستی۔ جمود۔ تقلید اور جہل سے اسے قطعی بیزاری ہو اسلام کا مطالبہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے دین سے واقف ہو۔ ہر مسلمان کتاب اللہ کی تلاوت کرے۔ اسے سمجھے اس پر عمل کرے۔ قرآن اس لئے نہیں نازل ہوا ہے کہ غلافوں میں لپیٹ کر طاقوں میں رکھ دیا جائے۔ اسکی قسمیں کھائی جائیں یا اسے طوطے کی طرح پڑھا جائے۔

رومن کیسٹو لک چرچ کے پوپ نے عیسائیوں کو بائبل (توراة و انجیل) پڑھنے اور سمجھنے سے منع کر دیا تھا۔ آج بھی یہ ممانعت باقی ہے کسی کیسٹو لک عیسائی کے لئے جائز نہیں کہ توراة و انجیل سمجھے۔ اور یہ کیوں؟ پوپ اور پادری اسکی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اللہ کی وحی کو خود ان کے سوا کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔

ٹھیک یہی عقیدہ ہمارے مولویوں نے مسلمانوں میں پیدا کر دیا ہے اس زمانہ میں مسلمان تسلیم ہی نہیں کرتے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو کوئی سمجھ سکتا ہے۔ اس طرح دین فہمی کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے اور مسلمان اس لئے رہ گئے ہیں کہ مولویوں کے ہر قول کو انہیں بند کر کے مان لین اور اسے خدا و رسول کا حکم سمجھیں۔

ایک طرف یہ ظلم ڈھایا گیا ہے دوسری طرف نام نہاد صوفیوں نے ایک الگ شریعت بنالی ہے۔ اسکا نام حقیقت و طریقت رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ اسرار و رموز ہیں جو سینہ بسینہ چلے آتے ہیں جیہیں کوئی سمجھ نہیں سکتا جنہر اعتراض کرنا بے دینی ہے۔

اس طرح مسلمانوں کو دین سے دور کر کے انہیں قسم قسم کی بدعتیں اور خرافات پھیلا دی گئیں۔ دین ایسا نسخ کیا گیا ہے کہ آج راسخون فی العلم ہی اسکی اصلیت تک پہنچ سکتے ہیں۔ باقی لوگوں کے لئے حق و باطل میں تمیز از حد دشوار ہو گئی ہے۔

ہر زبان میں کہہ رہی ہے کہ مسلمانوں کو اس لئے تنزل ہوا ہے کہ وہ دین سے ہٹ گئے ہیں اور یہ کہ انہیں ترقی ہو ہی نہیں سکتی جب تک وہ دین کی طرف لوٹ نہ آئیں۔

مگر سوال یہ ہے کہ وہ دین کیا ہے؟ کیا وہ وہی دین ہے جو سبکی صدی سے مسلمان استوار ہیں؟ اگر یہی بات ہے تو پھر یہ دعویٰ غلط ہے کہ مسلمان دین سے ہٹ گئے ہیں۔ لیکن اگر حقیقی دین کوئی دوسرا ہے تو بتایا جائے کہ وہ ہے کہاں؟ اگر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ہے تو اسے سمجھا کیسے جائے جبکہ ہمارے مولویوں کے مقبول قرآن و حدیث کو کوئی موجودہ انسان سمجھ ہی نہیں سکتا۔

یہ جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں معمولی لکھے پڑھے مسلمان بھی اسے



بغیر کسی وقت کے سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن بد نصیبی یہ ہے کہ سمجھنے پر بھی بہت سے لوگ ماننا نہیں چاہتے اور پورانی لکیر کے فقیر ہی بنے رہنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ لکیر ایک طرف دنیا برباد کر چکی اور دوسری طرف آخرت کا بھی ناس کر چکی ہے۔

نفس قدر حیرت کا مقام ہے کہ ایسی سچی باتوں کو بھی بعض لوگ بیدینی قرار دیتے ہیں۔ میں اس کے سوا اور کیا کہتا ہوں کہ کتاب البدل اور سنت رسول اللہ پر چلو کیونکہ اسلام صرف یہی ہے اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے مگر اس دعوت کو بھی بیدینی کہا جاتا اور شکایت کی جاتی ہے کہ میری پالیسی مسلمانوں کی دل آزاری کرتی ہے۔ آخر مسلمان چاہتے کیا ہیں اگر احمق ہیں اپنی بربادی و مگرابی کا احساس و اعتراف ہو تو اپنی حالت میں تبدیلی پیدا کر نیسے انکار کیوں کرتے ہیں؟ حالت تو سیوئت بدلی گئی جب موجودہ طریقوں میں اصلاح کی جائیگی۔ پھر مجھے یہ ناراضی کیوں ہے؟ میں تو وہی بات کہتا ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کا فرمان ہے۔ اصل یہ ہے کہ کتاب و سنت کی طرف دعوت میں مولوی اور صوفی اپنے لئے تباہی سمجھتے ہیں۔ ان کی گرم بازاری اسی وقت تک ہے جب تک مسلمان کتاب و سنت سے دور ہیں۔ چون ہی عام مسلمان حقیقی اسلام سے واقف ہو جائیں گے ان لوگوں کو مغرور کر دینگے کیونکہ یہ لوگ دین و دنیا دونوں کی بھلائیوں کا دروازہ مسلمانوں پر بند کر چکے ہیں۔ لیکن ایک چنا بھڑا نہیں پھوڑ سکتا تمام علمائے حق سے میری درخواست ہے کہ وہ بھی میدان میں اتریں اور اس مقدس دعوت کو مسلمانوں میں پھیلائیں۔

(ختم ہوا بیان مولینا عبدالرزاق طبع آبادی کا)

# بعض خدشات اور ان کا جواب

(۱)

علماء اور واعظین کے عیوب جب اس طرح عوام کے سامنے واضح اور نمایاں ہوں تو پھر کوئی شخص عالموں کی عزت نہیں کریگا اور ان بُرے بھلے واعظوں کے ذریعہ آخر کچھ اچھی باتیں بھی عوام کے کانوں میں پڑی جاتی ہیں جس سے کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچتا ہو اس سلسلہ کو مسدود کر دینا کسی طرح مناسب نظر نہیں آتا۔

(جواب)

جو عالم دین اور جو واعظ اسلام خود عامل اور نیک اعمال نہ ہو اور اپنی زبان سے اچھی باتیں سنا کر اپنے عمل کا برا نمونہ پیش کرے وہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے اس جاہل بد اعمال سے جو اپنی جہالت اور بد اعمالی کو بُرا سمجھ کر شرمندہ ہے زیادہ خطرناک اور زیادہ مضرت رساں ہے۔ اس کی مضرت رسانی کے سلسلہ کو حسیقدر جلد ممکن ہو مسدود کر دینا اور مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے بچالینا یقیناً خدمت اسلام اور نہایت ثواب کا کام ہے۔ یہ کہنا کہ کچھ کام کی باتیں بھی ان پیشہ ور واعظوں کو ذریعہ کان میں پڑ جاتی ہیں۔ سر اسر نادانی و حماقت اور اسلام سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ سوچنے اور غور کرنیکی قابل بات یہ ہے کہ کس چیز کا نفع اس کے نقصان سے زیادہ اور کس چیز کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہے۔ اگر نقصان نفع سے زیادہ ہو تو وہ چیز یقیناً قابل ترک ہے۔ یہ اصول خود خدا تعالیٰ نے تعلیم فرما دیا ہے جیسا کہ شراب اور جوئے کو حرام اور قابل ترک قرار دیتے ہوئے فرمایا **وَإِنَّهُمَا الْكَبِيرُ مِنْ نَفْعِهِمَا**۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز۔ روزہ کرنیوالوں اور صرف زکوٰۃ سے پہلو تہی اختیار کرنیوالوں کو تلوار کے گھاٹ اتار نہیں تامل نہیں فرمایا۔

پھر یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ آریہ پنڈتوں کے لیکچروں میں سورتی پوجا کی ہدایت اور وحدانیت الہی کے کچھ معمولی دلائل بھی چونکہ ہوتے ہیں تو کیا عام مسلمانوں کو لئے ان لیکچروں میں شریک ہونا اور ان کا اہتمام کرنا ضروری اور مفید قرار دیا جاسکتا ہے۔ قد بروا۔

رہا علمائے سورا اور پیشہ ور و اخطوں کی عزت و ذلت کا معاملہ تو یہ لوگ ہرگز ہرگز عزت و تکریم کے مستحق نہیں ہیں۔ عزت و تکریم کے مستحق وہی لوگ ہیں جو متقی و پرہیزگار اور خدا تعالیٰ سے ڈرنیوالے اور آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام کے اسوہ حسنہ پر چلنے والے ہیں جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انا علیہا صحابہ جب تک کہ عوام علمائے سورا اور علمائے ربانی میں فرق و تمیز کرنا نہ جانیں گے اور علماء سورا کی اعانت و حمایت ترک نہ کریں گے اس وقت تک علمائے حق کو کام کرنے اور عوام کی حالت سدھارنے کا موقع مل ہی نہیں سکتا اور مسلمانوں کے اندرونی قتلوں کا سدباب کماحقہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اسلام کی عزت بہر حال بگلا بھگت نفس پرست اور خود غرض پیشہوروں کی عزت سے زیادہ قیمتی ہے اور مسلمانوں کا اولین فرض اور مقدم کام اس تک پہنچنا ہے کہ ان بھٹیروں کا جو بھیڑوں کے لباس میں گھومتے پھرتے ہیں قلع قمع کر دیں اور اسی کو اسلام کی سب سے بڑی خدمت یقین کریں۔

(۴)

باہر سے ایک مولوی صاحب آتے ہیں ان کی صورت اور لباس سے ان کا متقی اور عالم ہونا ظاہر ہوتا ہے وہ وعظ کے لئے اعلان کی فرمائش کرتے ہیں بعض مسلمان ظن المؤمنین خیرا کو مدنظر رکھتے ہوئے حسن ظن سے کام لیکر اس فرمائش کی تعمیل کرتے اور انکا وعظ سننے کے لئے لوگوں کو دعوت دیدیتے ہیں۔ ان کا وعظ بیدار و چسپ ہوتا ہے اور لوگوں کو خوب مزا آتا ہے اور ان کی قبولیت عامہ ان کے لئے راستہ صاف کر دیتی ہے اور وہ لوگوں کو اپنا گرویدہ و معتقد بنالینے کے بعد جو کچھ انھیں حاصل کرنا ہوتا ہے لوگوں سے حاصل کر لیتے اور ان کے مذاق کو بگاڑ دیتے

ہیں۔ اب بتائیے ایسے چالاک لوگوں کا کیا علاج کیا جائے۔

## جواب

اصل علاج عام مسلمانوں کو تعلیم یافتہ بنانا اور قرآن مجید کے معانی و مطالب سے اُن کو آگاہ کر دینا ہے۔ اس کے لئے سعی و کوشش بقدر امکان بجالانا اور سب سے پہلے اس کوشش میں مصروف ہو جانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ جا بجا مساجد میں اور نشستگاہوں میں درس قرآن کا سلسلہ جاری کیا جائے جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی اس آبادی میں اگر متقی عالم عربی داں مل سکیں تو اُن سے ورنہ اردو داں پابند شرع لوگوں سے کام لیا جائے کہ وہ کوئی باترجمہ قرآن مجید لیں اور ایک وقت مقرر کر کے روزانہ اس طرح کہ پہلے ایک آیت پڑھی پھر اس آیت کا ترجمہ سنایا پھر اگلی آیت پڑھی اُسکا ترجمہ سنایا اور جس آیت کے متعلق حاشیہ پر کوئی تفسیری نوٹ ہو وہ نوٹ بھی پڑھ کر سنا اور سمجھا دیا جائے۔ اس طریقہ پر ایک یا زیادہ سے زیادہ دور کو ع کا ترجمہ سنا کر درس کو ختم کر دیا جائے۔ مدرس اگر عالم ہوں تو وہ خود بھی حسب ضرورت مختصر تشریح و توضیح فرما سکتے ہیں مگر اس بات کا خیال رہے کہ غیر ضروری حکایات و قصص اور ابہنی قابلیت جتانے کے لئے ادق باتیں بیان کرنے سے پرہیز کریں اور اس درس میں آدھ گھنٹہ سے زیادہ وقت صرف نہ ہوتا کہ لوگوں کو اس درس قرآن میں شریک ہونے اور قرآن مجید کا ترجمہ سننے میں گرائی محسوس نہ ہو اور شوق باقی رہے۔

اس درس کے لئے بہترین مقام مساجد ہیں۔ صبح یا عشا کی نماز کے بعد ہی فوراً درس شروع کر دیا جائے یا اور جس نماز کے بعد زیادہ آسانی ہو اور زیادہ آدمی فراہم ہو سکتے ہوں سب کی سہولت کو مد نظر رکھ کر کوئی وقت مقرر کر لیا جائے۔ سال بھر سے کچھ کم یا کچھ زیادہ مدت میں پورا قرآن مجید ایک مرتبہ اس طرح سنا جاسکتا ہے اگر تمام مسلمانوں کو قرآن مجید کے مطالب سے روشناس اور واقف بنا دیا جائے تو پھر کسی دنیا پرست و اعظا کا جادو اُن پر نہیں چل سکتا اور قرآن مجید ہی ان پریشہ ور اور چالاک لوگوں کی فریب باز یونکا بخوبی قلع قمع کر سکتا ہے اور اسی لئے درس قرآن کے یہ لوگ عموماً دشمن

ہوتے ہیں اور دروس قرآن کے سلسلہ کو بند کر دینے کے لئے انواع و اقسام کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔

ایک اور ضروری علاج یہ ہے کہ مندرجہ ذیل باتوں کو ضرور بالضرور ملحوظ خاطر رکھا جائے جب کسی وعظ کی مجلس میں شرکت کا موقع ہو تو اول اس بات کو دیکھو کہ واعظ گویا اور سخرا تو نہیں اگر واعظ گویا ہے اور اپنے گانے کے جوہر اور خوش الحانی کا کمال دکھا کر اور لوگوں کے کانوں میں رس ڈال کر ان کو خوش کرنا چاہتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ کوئی ایسی بات جو تمہارے دین اور تمہاری آخرت کے لئے مفید ہو ہرگز ہرگز نہ بتا سکیگا اس کا وعظ تمہارے لئے خیر و برکت کا موجب نہیں ہو سکتا۔ وہ درحقیقت مسلمانوں کو ذلیل و پست فطرت اور احمق یقین کرتا اور ان کی پست فطرتی اور حماقت سے خود فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ جو مسلمان خوش آواری و نگہ بازی سے سرور ہوتا اور واہ واکرتا ہے وہ درحقیقت بھیڑ اور رقص و سرود کی محفل اور وعظ و پند کے جلسہ میں کوئی فرق نہیں کرتا اور شیطانی جذبات کا غلام اور ننگ اسلام ہے۔

باحیثیت اور غیرت دار مسلمان کو چاہئے کہ جب واعظ شنوی خوانی کے ذریعہ تان سینی شروع کرے تو فوراً اس مجلس سے اٹھ کر چلا آئے اگر سارے مسلمان اس پر عامل ہو جائیں تو یک لحظ وعظ و پند کی مجلسوں سے یہ گانے کی بدعت اور بوجھالی فنا ہو سکتی ہے۔ سب ایسا نہ کریں تو جو شریف لوگ اس گائیکی بیہودگی اور چھوڑ پن کا احساس رکھتے ہیں وہ دوسروں سے مرعوب ہوئے بغیر مومنانہ جدات کو کام میں لاکر فوراً اس مجلس سے اٹھ کر چلے آئیں اور اپنے نیک نمونے سے دوسروں کے لئے موجب ہدایت بنیں اور کوئی رد کے یا پوچھے تو صاف کہہ دیں کہ ہم واعظ کا مراسی اور گویا ہونا ناپسند کرتے ہیں۔

دوم جو واعظ اپنے وعظ و پند کے خاتمہ پر چندہ طلب کرے اسکو ہرگز چندہ نہ دیا جائے اور اس طرز عمل سے اسکو تادیاب جائے کہ وعظ و نصیحت کر نیوالے کو مسلمان ہرگز کوئی چندہ نہ دینگے اور زر طلبی کا یہ طریقہ قطعاً غیر موثر اور ناکام ہے۔ جو شخص مسلمان کا

بہمد و بیکران کو صرف وعظ و نصیحت کے لئے اپنی تقریریں سنانا چاہتا ہے وہ اگر بعد میں کسی قسم کا چندہ بھی طلب کرتا ہے تو اس کا دہوکہ باز اور فریبی ہونا ثابت ہے اس لئے کہ اس نے دہوکہ سے لوگوں کو وعظ سننے کے لئے بلایا اور بٹھایا اور جب ان کو اچھی طرح متاثر اور اپنا معمول بنالیا تو پھر اپنے اصل مقصد زرطلبی کی طرف متوجہ ہوا ایسے دہوکہ باز اور ٹھگ کو ہرگز کچھ نہ دینا چاہئے خواہ وہ مدرسہ کے لئے مانگتا ہو یا مسجد کے لئے یا انجمن کے لئے یا اپنی ذات کے لئے اس لئے کہ مدرسہ و مسجد وغیرہ کا نام عموماً مسلمانوں کو فریب دینے کے لئے یہ لوگ لپا کرتے ہیں ۔

سوم جو واعظ یا مولوی میزبان سے فرمائش کرے کہ میں فلاں فلاں قسم کا کھانا کھاتا ہوں اور فلاں فلاں قسم کے کھانے سے پرہیز کرتا ہوں مثلاً وہ کہے کہ میں گائے کا گوشت نہیں کھا سکتا یا کبری یا پرند کا گوشت کھاتا ہوں۔ فلاں وقت دودھ پیتا ہوں اور فلاں وقت چاء۔ اور اسی قسم کی فرمائشات اور اپنی نازک لڑائی کا اظہار کرے تو ایسے شکم پرست، بے غیرت اور پیٹ کے کتے کی فرمائشات کو ہرگز پورا نہ کیا جائے اور اس سے صاف طور پر کہہ دیا جائے کہ جو کچھ ہمارے یہاں کھانا تیار ہوتا ہے وہی آپ کو کھانا پڑے گا۔ جیکہ آپ بیمار ہیں یا ایسے نازک مزاج ہیں تو کھر سے وعظ سنانے کے لئے کیوں نکل کھڑے ہوئے اور اتنی دور سفر کر کے کیوں تشریف لائے اپنے وطن اور اپنے شہر ہی میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کی ہوتی۔ یہ کام تو مستعد جفا شر اور بہادر مومنوں کا ہے نہ آپ جیسے زنانہ سیرت نفس پرور اور سحیا مختلفون کا جھپٹا لے کہا تھا کہ لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ (التوبہ)

چهارم اس کتاب کو ہر پڑھے لکھے مسلمان تک پہنچا دیا جائے۔  
اور ہر بے پڑھے مسلمان کو اول سے آخر تک پڑھ کر  
ایک مرتبہ ضرور سنا دیا جائے۔

(P)

جب واعظوں اور مولوں کو خیرہ دنیا موقوف کر دیا جائیگا تو پھر دینی مدارس اور

مسلمانوں کی قومی و مذہبی انجمنیں اور مفید کام کرنے والے تبلیغی ادارے کس طرح جاری اور قائم رہ سکتے ہیں۔

### (جواب)

مذہبی اور قومی کام کرنے والے مفید اداروں، انجمنوں اور مدرسوں کو اس طرح زیادہ روپیہ وصول ہو سکتا ہے اور اس طرح وہ زیادہ اچھی حالت میں قائم رہ سکتے ہیں کہ کسی واعظ کو ہرگز ہرگز کوئی چندہ نہ دیا جائے واعظین و مبلغین کا کام صرف وعظ و تبلیغ ہونا چاہئے چندہ جمع کرنے اور روپیہ کی بھولی کا کام ان کے سپرد کرنا ہی انتہا درجہ کی غلطی اور اصول اسلام و احکام الہی کی خلاف ورزی ہے۔ چندہ کے وصول کرنے والے دوسرے لوگ ہونے چاہئیں اور یہ کام زیادہ تر ان لوگوں کو کرنا چاہئے جو امراء و رؤساء کے طبقہ میں شمار ہوتے ہیں۔ واعظ چندہ دینے کی ترغیب دے سکتا اور اتفاق فی سبیل اللہ کی ضرورت اور خوبیاں لوگوں کو بتا سکتا ہے لیکن خود اسکو لوگوں سے روپیہ ہرگز ہرگز وصول نہیں کرنا چاہئے نہ اس کے ہمراہ کوئی محصل ہونا چاہئے۔

چندہ وصول کرنے والے لوگوں کو صاف طور پر پہلے ہی اعلان کر دینا چاہئے کہ ہم چندہ وصول کرنا چاہتے ہیں اور فلاں مدرسہ یا انجمن یا مذہبی کام کے لئے وصول کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس چندہ کی اہمیت و ضرورت کو تو سمجھا سکتے ہیں یہ نہیں ہونا چاہئے کہ واعظ یا عالم کی حیثیت سے وعظ شروع کریں اور آخر میں مقطع کا بند شیٹا لٹا دیں۔

وعظ و نصیحت گری کے پردے میں دھوکا دیکر لوگوں کی جیبیں خالی کرنا اس لئے بھی نامناسب ہے کہ جائز ضرورتوں کے لئے تو کبھی کبھی چندہ ہوتا ہے اور واعظوں کو لباس میں پھیری لگانے والے بہرہ پر اور ڈاکو آئے دن مسلمانوں کو لوٹتے اور ان کے خلوص اور جوش ایمانی کو مخرج و مضحل بناتے رہتے ہیں۔ مدرسہ دیوبند، جامعہ ملیہ دہلی، حمایت اسلام لاہور وغیرہ کو ہندوستان کے ہر ضلع سے چندہ وصول کر لیا کرتے ہیں، اور ان کے محصلین چندہ کو عموماً کسی قابل اعتراض طرز عمل کے اختیار کی نیکی ضرورت بھی پیش نہیں آتی اور ان کی ضرورتیں زندہ دل مسلمان خود ہی پوری کرتے رہتے ہیں۔

پیشہ ور اور دھوکہ باز و اعظمًا کسی غیر معروف مدرسہ یا کسی مسجد یا کسی لائبریری کو نام سے چندہ طلب کیا کرتے ہیں۔ لہذا ان کو نہایت جرات اور صفائی کے ساتھ جواب دے دینا چاہئے کہ جس شہر یا جس قصبہ میں آپکا مدرسہ ہو اور جہاں کے رہنے والے طلباء اس میں تعلیم پاتے ہیں اسی شہر یا اسی قصبہ کے باشندوں کا فرض ہونا چاہئے کہ وہ اس مدرسہ مصارف کو پورا کریں جس طرح کہ ہمارے شہر یا ہمارے قصبہ کے مدرسہ یا لائبریری کا ہم پر حق ہو کہ ہم اس کے مصارف کو پورا کریں۔ ہم آپکے یہاں چندہ مانگنے نہیں جاتے آپ ہمارے یہاں چندہ مانگتے نہ آئیں۔

ہاں اگر ہمارے یہاں مدرسہ یا لائبریری قائم نہیں ہے تو آپ یہاں کی مقامی ضرورت کے موافق یہاں کے لوگوں کو ترغیب دیکر یہاں مدرسہ قائم کرا دیں تاکہ یہاں مسلمان جاہل نہ رہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہو کہ یہاں کے مسلمانوں کو تو جاہل ہی رکھا جائے اور انکی جہالت کے دور کرنے کا کوئی انتظام نہ کیا جائے اور دوسری جگہ کے مسلمانوں کو عالم بنانے کے لئے ان جاہلوں سے روپیہ وصول کیا جائے۔ اور ہر سال آپ اپنے وطن کی ہندوئی کے لئے یہاں سے روپیہ وصول کرتے آئیں اور ہنگو اسی قابل رحم حالت میں چھوڑ جائیں۔ یہ ایک معقول جواب ہے جو نہایت سنجیدگی کیساتھ پیش کیا جاسکتا ہے لیکن پیشہ ور عموماً جھوٹے اور دروغ گو ہوتے ہیں جس جگہ کے مدرسہ کے لئے یہ چندہ طلب کرتے ہیں وہاں عموماً کوئی مدرسہ نہیں ہوا کرتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو یہ ڈاکو اس مدرسہ کو کچھ نہیں دیتے یا کچھ قدر قلیل دیکر باقی سب کچھ آپ ہی ہڑپ کر جاتے ہیں۔

(۳)

بہت سے واعظ حقیقتاً مفلس اور محتاج ہوتے ہیں۔ ان کا وعظ سنگداری کی کچھ مدد کرنا اور ان کے لئے چندہ کر دینا کیوں جائز نہیں ؟ اگر مستحق اعانت اور مسکین شخص کی مالی امداد نہ کی جائیگی تو یہ بہت بڑی سنگداری اور گناہ کی بات ہوگی۔

(جواب)

محتاج اور مسکین شخص کی مالی امداد کرنا نہایت ضروری اور ثواب کا کام ہو اور



قرآن وحدیث میں اس کے لئے بڑی تاکیدیں اور ترغیبات موجود ہیں لیکن جو شخص مسکین اور سوال کر نیک مستحق ہو چکا ہے اسکو سائل بنکر پیش ہونا اور سوال کرنا چاہی اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ اسکی امداد کریں اور اپنے ایسے مسلمان بھائی کو اسکی سوال کرنے سے پہلے ہی مدد پہنچائیں اور اسکی حالت کو درست کر دینے کی اسکانی کوشش میں دریغ نہ کریں جس شخص کو سوال کر نیک مستحق شرعاً حاصل ہو جاتا ہو اسکو اسقدر جمعیت خاطر اور اطمینان قلب کہاں حاصل رہتا ہے کہ لطیفہ گوئی اور اپنی خوش الحانی کے جوہر دکھا کر لوگوں کو گردیدہ و مسرور بناسکے جب تک قیمتی چوغہ - زردیتم کے پہلوں کا رومال قیمتی عامہ موجود ہے شرعاً سوال کرنا جائز نہیں - اگر بالفرض کوئی چیز ایسی نہ رہی ہو - کہ جبکو فروخت کر کے گذران کیجائے یا کوئی ناگہانی افتاد ایسی آپڑی ہو کہ سوال کرنا جائز ہو جائے تو پھر بھی یہ تو کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا کہ وعظ گوئی کو الٹ بنا کر وعظ کی اجرت لوگوں سے طلب کیجائے اور حراخوری پر اس طرح کمر باندھی جائے کہ اسیکو پیشہ قرار دے لیا جائے - ایسے واعظ کے لئے ہرگز جائز نہ تھا کہ وہ شریعت کو ذلیل و رسوا کرے - اور گداگر واعظ بتکر دو سروں کے لئے اس ملعون گداگری کی رسم بد کو رواج دے - اگر مسلمانوں نے کسی تباہ حال واعظ کی حالت زار پر رحم کھا کر اس کے لئے چندہ جمع کر دیا ہے تو اسکو پھر بار بار اسی طرح چندہ وصول کرنے اور اس گداگری کو پیشہ بنالینے کا حق تو کسی طرح بھی حاصل نہیں ہونا چاہئے اور جب مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے وعظ گوئی کو ذریعہ معاش اور دام تنویر بنا لیا ہے تو پھر اسکی بہت شکنی ضروری اور لازمی ہے - جو کوئی افراد و اشخاص پر تو رحم کرتا ہے مگر اسلام پر اسکو رحم نہیں آتا اور لوگوں کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے خدا و رسول کی منشاء کو یا مال کر نہیں باک نہیں کرتا وہ یقیناً سخت حرم اور مستوجب عقوبت ہے - اسلام کی عزت و حفاظت بہر حالت مقدم رہنی چاہئے -

(۵)

جو لوگ ہندوستان کے مرکزی مذہبی اداروں کی طرف سے تنخواہ پاتے اور وعظ

وتبلیغ کیلئے دورے کرتے ہیں اور ساتھ ہی چند سے بھی وصول کرتے ہیں ان کے متعلق کیا طرز عمل اختیار کیا جائے۔

(جواب)

ان لوگوں کو پہلے ہی آگاہ کر دیا جائے کہ آپ براہ مہربانی اپنے وعظ کے درمیان یا وعظ کے خاتمہ میں چندہ وصول کر نیکا غرم نہ فرمائیں انجن یا مدرسہ نیحالت اور اسو مستحق امداد ہونی کا تذکرہ فرمائیں اور چندہ وصول کر نیکیلئے بعد میں خود لوگوں کے گھر و نہر جائیں اور چندہ وصول کریں۔ یا ایسی نوبت ہی نہ آنے دیں بلکہ خود ہی انکی قیام گاہ پر مسلمانوں کو بلائے کہ اپنا چندہ پہنچا دیں ان لوگوں کے پاس عموماً رسید کے مطبوعہ فارم ہوتے ہیں چندہ دیتے وقت ان سے ضرور رسید لیجائی اور بذریعہ ڈاک وہ رسید مرکزی دفتر کو بھیج دیا جائے کہ وہ کوشش کریں کہ اعطوں کو ذریعہ ہرگز چندہ جمع نہ کریں اور علماء کو وعظ کو اس نحو سے سجا کر کہیں رکاوٹ نہ بنیں۔ فراہمی چندہ کیلئے دوسری لوگ ہوں جو وعظ و تبلیغ کا کام نہ کریں تاکہ وعظ اور وصولی زریں قطعاً کوئی تعلق اور لزوم باقی نہ رہے اور ہندوستان میں تبلیغ اسلام کی بے برکتی جو مسلمانوں کی نفسی سے موجود ہو بالکل دور ہو جائے اور بے طمع مخلص کارکنوں کو تو تبلیغ اسلام کا میدان صاف ہو کر اسلام کی حقیقی ترقی شروع ہو۔

(۶)

وعظ کی اجرت لیتے اور چندہ وصول کر نیوالے جب نہ رہیں گے تو پھر اسلام کا یہ چرچا اور خلا اور لوگوں کا نام جو کالونیٹ پر تاربتا ہے اور نماز روزہ کی ترغیب جو پھیری لگا نیوالے اور گشت کر نیوالے پیشہ ور واعظوں اور مولویوں کے ذریعہ ہوتی رہتی ہے یہ سب موقوف ہو کر بے دینی کو فروغ ہوگا اور مجاہدین نمازیوں سے خالی ہو جائیں گے۔

(جواب)

یہ اندیشہ محض شیطان کا قریب اور نفس کا دھوکا ہے اب بھی پیشہ ور اور گد اگر مولویوں اور واعظوں کو علاوہ مخلص اور بے طمع وعظ و پند کر نیوالے علمائے حق کم و بیش اپنی کام میں مصروف ہیں لیکن جب ان پیشہ ور فکا انداد ہو گیا تو مسلمانوں میں پیدا ہونیوالے فتنوں کا دروازہ بھی خود بخود بند ہو جائیگا اور مسلمانوں کی بے عملی اور بدعملی یقیناً عمل اور نیک اعمالی سے تبدیل ہو جائیگی اور مردان با خدا خود بخود

۴۵ اور ممکن ہو تو شہر یا قصبہ کا کل چندہ فراہم کر کے بذریعہ نئی ڈاک حاصل و دفتر روانہ کر دیا جائے اور ان کو مرکزی اداروں کو مشورہ دیا جائے۔

میدانِ عمل میں نکل کر مصروفِ کار ہو جائیگی یہی نفس پرست اور بندگانِ حرص ہوا علمائے سوہن جنہوں نے عام مسلمانوں کی جہالت و فائدہ اٹھا کر ایک طرف عام مسلمانوں کو اصل اسلام اور حقیقتِ مذہب سے دور رکھنے کی کوششوں میں ہمیشہ صرف کی ہیں اور انھیں نفس پرست و جاہ پسند دنیا کے کتوں نے علمائے حق کے لئے میدانِ عمل تنگ کر کے ان کو معطل و بیکار بنا دیا ہے انھیں میں وہ ملعون گروہ بھی شامل ہے جو دشمنانِ اسلام کے اشاروں پر کٹھ پتلی کی طرح کام کرتا اور مسلمانوں کو ہر اس کام سے باز رکھنا چاہتا ہو جس میں اسلام کی کامرانی و سر بلندی مضمر ہو۔ ان لوگوں کی سرگرمیوں کا نفع اگر ایک حصہ ہی تو ان کی مسرت و انداز سانی ہزار حصہ سو بھی زیادہ ہی۔ مندرجہ بالا خدشہ کا جواب ہر شخص کو منطق سے نہیں بلکہ وجدانِ صحیح سے طلب کرنا چاہی اور تجربہ سب سے بہتر اور تسکین بخش جواب دیکھتا ہو

(۷)

اس کتاب میں ایک سے زیادہ مقامات پر ایسے الفاظ لکھے گئے ہیں جن سے علم فقہ اور فقہی کتابوں کی تحقیر تو بین ظاہر ہوتی ہو حالانکہ یہی فقہی کتابیں ہیں جو رات دن علمائے اسلام کو زیرِ نظر رہتی ہیں اور انھیں کتابوں نے اسلام کو اسکی اصلی حالت میں باقی رکھ چھوڑا ہو اور انھیں کے حوالے سے عام طور پر فتوے صادر ہوتے اور مسلمان ان پر عمل کرتے ہیں۔

(جواب)

علم فقہ اور فقہی کتابوں کی نسبت میں نے ہرگز ہرگز کوئی لفظ یا فقرہ ایسا نہیں لکھا جس سے علم فقہ کی توہین و تحقیر نکلے ہو یا علم فقہ کی ضرورت کا انکار ظاہر ہوتا ہو۔ علم فقہ اور فقہی کتابوں کی نسبت اس کتاب میں میں نے اپنی طرف سے تو کچھ بھی نہیں لکھا بلکہ جو کچھ لکھا گیا ہو وہ حضرت امام عزالیؒ اور حضرت مولانا ولایت علی صاحبؒ اور شیخ محمد ابو زید مصریؒ عالم اور دوسرے علمائے حق کے الفاظ ہیں اور میں ان الفاظ کو صحیح جانتا اور برحق مانتا ہوں۔ اسی لئے میں نے انکو اس کتاب میں نقل کیا ہو۔ علم فقہ کا صحیح مقام صحیح میں عام طور پر لوگوں نے غلطی ہوتی ہے اور اسکا سبب بھی مسلمانوں کو قرآن مجید سے دوری و مجروری اختیار کر لینا ہے۔ لوگوں نے علم فقہ کو مکمل علم دین اور مقصودِ اصلی اور کامل ذریعہ نجات سمجھ لکھا ہو حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہو۔ اس زمانہ میں تو اس غلط فہمی کے دور کر نیکیئے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت محسوس ہو رہی ہو۔ میں اسجگہ نہایت ہی مختصر طور پر عرض

کرتا ہوں کہ فقہ کو مسلمانوں کی سلطنت، مسلمانوں کے معاملات اور مسلمانوں کی عبادات جسمانی و مالی کا قانون کہنا چاہئے قانون کی پابندی کرنیوالا شخص اس دنیا کی دار و گیر اور حاکم کی سزا سے محفوظ رہتا ہے اور قانون کا کام دنیا میں امن و امان کا قیام رکھنا اور لوگوں کے دنیوی حقوق کی حفاظت کرنا ہے۔ قرآن مجید نے اس کے لئے بھی مکمل اصول اور ضروری باتیں بیان فرمادی ہیں چور کو چوری کی، زانی کو زانی کی سزا دینا وغیرہ یعنی جرائم کا انداد، بیع و شرا، تقسیم وراثت، فصل خصوصیات، تجبیر و تکفین، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے ارکان کو شریعت کے مقرر فرمودہ قواعد کی موافق ادا کرنا۔ یہ سب کچھ علم فقہ سے تعلق رکھتا ہو لیکن ان سب باتوں کی ظاہری تکمیل اور اعضاء و جوارح کے افعال کو دینی سزا و عذاب سے لینی ہی کا نام دین نہیں ہو بلکہ اس سے بہت زیادہ ضروری اور باتیں بھی ہیں اور وہ دل کی حالت اور عقیدے سے تعلق رکھتی ہیں اور وہ علم فقہ سے بالاتر ہیں۔ ایک منافق جو توحید یا بتعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا ہو قیامت کا قاتل نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا معتقد نہ ہو وہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سب کا ادا کرنیوالا اور تمام اعمال ظاہری باقاعدہ بجا لانیوالا اور علم فقہ کا خوب جاننے والا بھی ہو سکتا ہو منافق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی موجود اور تمام اسلامی حقوق سے مستحق تھے، قرآن مجید میں ان منافقوں کا بار بار ذکر آیا ہے۔ فقہ کا تعلق ظاہری حالت اور ظاہری اعمال سے ہے عقیدہ اور دلی کیفیتوں سے علم فقہ کو براہ راست کوئی تعلق نہیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کے زمانے میں کئی کالیستھ، کئی برہمن، کئی بنے یعنی متعدد دیندار ایسے گزر چکے ہیں جو نکاح و طلاق اور وراثت وغیرہ کے متعلق مسلمان عالموں سے بہتر واقفیت رکھنے والے ثابت ہوئے تھے۔ اور انہیں سے بعض مسلمان عالموں کے فتوے نہیں غلطیاں نکالیں اور فقہ کی کتابوں سے ثبوت پیش کیا اور ان مسلمان علماء کو اپنی غلطیاں تسلیم کرنی پڑیں نجیب آباد میں ایک ہندو طبیب بمصر انوپ سنگھ نواب بھینو خان صاحب مرحوم کے زمانے میں اور انوپیل کئی ہندو ایسے موجود تھے کہ انہوں نے فقہ کی بعض اہم کتابوں پر حاشے چڑھائے تھے ریاست رامپور میں ہنگامہ سید کے بعد بھی نواب کلب علی خان صاحب مرحوم کے عہد حکومت تک ایسے ہندو موجود تھے جو فرائض و حقوق میں اپنی معاصروں کو یوں سے زیادہ دقیق نظر رکھتے تھے اور فقہ کی منداوول کتابیں انکو ازبر یاد تھیں اور ہر سچیدہ سے سچیدہ مسئلہ پیش ہو تو یہ بلا تامل اور بلا توقف اس طلاقت و برکت کی سیاتھ جواب دیتے

اور ان فقہی کتابوں کے متعلقہ فقرات اور بعض اوقات صفحات کے صفحات سناتے چلے جاتے تھے کہ مسلمان طالب علم تصویر حیرت نہی ہوئے انکا نہ دیکھتے بجاتے تھے۔ تو کیا ان ہندوؤں کو حقیقتاً عالم دین اور مقرب یار گاہ الہی کہا جاسکتا ہے؟ ذرا سوچ کر جواب دو۔

شرکیہ عقائد جسد۔ ریا۔ جاہ طلبی۔ دنیا پرستی۔ تن آسانی۔ بردی وغیرہ دل کی بیماریوں اور عقیدہ کی خرابیوں کو علم فقہ اور فقہ کی کتابیں کس طرح دور کر سکتی ہیں؟ توحید باری تعالیٰ اور صفات حسہ باری تعالیٰ پر کامل ایمان توکل علی اللہ۔ ایثار شفیقت علی خلق اللہ کا جذبہ حقیقی شجاعت خدا تعالیٰ کی جناب میں خشوع و خضوع۔ ایمان بالیوم الآخر۔ فوقی و تواضع وغیرہ صفات محمودہ علم فقہ اور فقہی کتابوں کے ذریعہ کس طرح انسان میں پیدا ہو سکتی ہیں؟ اس کے لئے خود خدا تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہی ایک کیسا اثر اور اکیسا تاثیر نسخہ ہو اور اسی کے ذریعہ عقیدہ اور دل کی حالت کی اصلاح ہو سکتی ہو عقیدہ اور دل کی حالت کے درست ہونے ہی سے انسان فو و فلاح کو پہنچ سکتا ہو دیکھ حالت کی اس تبدیلی کیسا تمہری ظاہری اعمال کی بجا آوری اور فقہی احکام کی پابندی نفع پہنچا سکتی ہو اور انسان دین و دنیا میں کامیاب و فائز المرام ہو سکتا ہے۔

شاید اس مثال سے بھی اصل مطلب ذہن نشین ہو سکے کہ حکومت نے اپنی فوج اور پولیس کیلئے خاص خاص قسم کا لباس مقرر کر دیا ہے جو فوج اور پولیس کی وردی کہتے ہیں۔ فوج اور پولیس کے سپاہیوں کو خاص قسم کی قواعد اور پریڈ میں مقررہ اوقات میں کرنی پڑتی ہے۔ یہ وردی اور پریڈ کی حاضری کے اوقات اور چھاؤنی اور پولیس لائن کی مخصوص طرز زندگی حکومت نے فوج اور پولیس کی ذمہ داریوں۔ ضرورتوں اور اپنی مصلحتوں کو مد نظر رکھ کر لازمی اور ضروری قرار دی ہیں۔ اگر کوئی سپاہی مقررہ وردی نہ پہنے اور وقت پر میدان پر پریڈ میں حاضر نہ ہو تو سزا یا ب اور معنوب ہوتا ہو لیکن فوج کی اصل غرض ملک کو دوسرے پادشاہ کی حملہ آوری سے اور پولیس کی اصل غرض بد معاشرتوں کی دست برد سے کمزور ریایا کو بچانا ہوا ہے اگر فوج اور پولیس کے سپاہی اپنی وردیوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ باقاعدہ رکھیں اور قواعد پریڈ میں بھی وقت پر حاضر ہو کر کام کرتے رہیں اور فوجی چھاؤنی اور پولیس لائن کی قائم نہ رہے تو کو بھی پورا کر نہیں لے ہوں مگر جب کوئی دشمن ملک پر حملہ آور ہو تو فوج دے دے اس دشمن کی فوج کے مقابلے میں جانیسے انکار کر دیں اور پولیس دے دے بد معاشرتوں اور چوروں کی گرفتاری سے پہلے ہی اختیار کریں

تو کیا ایسی فوج اور ایسی پولیس بادشاہ کی مہربانی اور انعام کی مستحق ہوگی یا بادشاہ کے غضب اور عقوبت میں گرفتار ہوگی؟ ظاہر ہے کہ بادشاہ اس فوج اور اس پولیس کو اپنا سب سے بڑا دشمن خیال کر کے سخت ترین سزا دیگا۔ بالکل یہی مثال شریعت کے اعمال ظاہری و افعال جوارح کی ہے۔ شہنشاہ حقیقی نے اعمال و افعال جوارح اور عبادات کی ظاہری شکل و صورت کو بھی ضروری قرار دیا ہے لیکن اصل غرض عقیدہ و دل کی اصلاح اور بندہ کا تقرب الہی حاصل کرنا ہے جسب طرح فوج اور پولیس کا باوردی ہونا اور ایک نظام کے ماتحت رہنا ضروری ہو اور کوئی فوج یا پولیس بلا وڈی اور بلا جنگی تربیت اور بغیر مقررہ نظام کے ماتحت رہو شاہی فوج اور شاہی پولیس قرار نہیں دی جاسکتی اور اپنے حقیقی فرائض بھی انجام نہیں دے سکتی بالکل اسی طرح شریعت کے ظاہری قوانین یعنی فقہی احکام کی پابندی کے بغیر اسلام کامل نہیں ہو سکتا لیکن اسلام کی صرف اس ظاہری صورت ہی کو اصل اسلام اور حقیقت اسلام سمجھنا سراسر غلطی اور نادانی ہو اور یہی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگوں کے الفاظ کا منشاء ہے نہ اور کچھ۔

جو شخص کتاب و سنت کو چھوڑ کر صرف فقہ و فتاویٰ کی کتابوں کو کافی سمجھتا اور انھیں کو دین اسلام کے کامل ہونیکا ذریعہ یقین کرتا اور قرآن مجید کے مطالبے واقف ہونے اور اس میں تدبیر کیونکی ضرورت تسلیم نہیں کرتا تو ایسے جاہل کو عالم علم دین سمجھنا پرلے سرے کی حماقت اور خطرناک قسم کی جہالت ہے یا انتہا درجہ کی شرارت جو مذہب قرآن مجید سے بے نیاز ہے اسکا نام اسلام تو نہیں ہو سکتا کچھ اور یہی ہو سکتا ہے۔ اسلام قرآن مجید و سنت نبوی ہی کے ذریعہ اپنی اصلی حالت پر قائم رہ سکتا ہے نہ کسی دوسری چیز کے ذریعہ۔ فتنہ بڑا۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

۱۹ دسمبر } اکبر شاہ خان  
نجیب آباد

# حاشیہ

## نئی روشنی کے یورپ مجتہدین

جب اس کتاب کی آخری کاپی صفحہ ۳۶ تک لکھی جا چکی اور عزیزم مولوی محمد ایوب خاں کاپی کا مسودہ مقابلہ کر کے غلطی کتابت کی تصحیح سے فارغ ہو چکے تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ ”آپ نے اس کتاب میں مولویوں اور پیشیہ و رواجظوں کی نسبت تو حسب ضرورت سب کچھ لکھ دیا لیکن انگریزی تعلیم یافتہ اور نئی روشنی کے نام نہاد مجتہدین اور مذہبی پیشوائی کے دعویداروں کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ حالانکہ ان لوگوں نے بھی ایک خطرناک اور ترقی پذیر فتنہ کا دروازہ کھول دیا ہے“ میں نے عزیز مدح کے ان الفاظ کے جواب میں کہا کہ میں اس کے متعلق ایک الگ رسالہ لکھوں گا لیکن انہوں نے کہا کہ اس رسالہ میں بھی کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے تھا اور یہی ایک کمی ہے جو محسوس ہو رہی ہے۔ چنانچہ میں نے غور و تامل کے بعد جبکہ صفحہ ۳۶ تک کی کابیاں چھپ چکی ہیں مناسب سمجھا کہ اس رسالہ میں ایک خاتمہ یا ضمیمہ کا اضافہ کر دوں۔

وہ انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان جو انگریزی کالجوں میں دہرہ یہ عقائد رکھنے والے پروفیسروں کے زیر تربیت بنے اور ایم اے کی ڈگریاں حاصل کر لینے کے بعد مستشرقین یورپ کی بعض کتابوں کو پڑھ کر اپنے آپ کو اسلامیات کا ماہر کامل یقین کرنے لگتے ہیں اور جو عربی زبان بھی انگریزی یا جرمن پروفیسروں ہی سے سیکھ ہوئے ہوتے ہیں اور جو ہر چیز کو یورپی آنکھوں سے دیکھتے اور ہر بات کو یورپی کانوں سے سننے اور ہر مسئلہ پر یورپی دماغ سے غور کرتے ہیں اور جن کے دل میں جذبات بھی یورپی سانچے میں ڈھل کر پیدا ہوتے ہیں وہ اپنی حماقت سے قرآن مجید اور نظام اسلام کو یورپی اور مغربی فلسفہ کے ہمزنگ و ہم رنگ بنا دینے کو اسلام کی خدمت و حمایت تصور کرتے ہیں۔

یہ لوگ عموماً رواجانیت سے خالی، فلسفہ مغربی سے مرعوب اور حقیقت اسلام سے عموماً نا آشنا ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی ایمانی کمزوری کے سبب فلسفہ مغربی کے آگے نامردانہ و زردانہ انداز میں اسلام کی طرف سرب گرد و خواست صلح پیش کرنے پر آمادہ رہتے اور بجائے اس کے کہ قرآن مجید کے صحیح مفہوم کو اس کے الفاظ اور سیاق عبارت سے معلوم کرنے کی کوشش کریں اور سنت نبوی صلیعم سے واقف و آگاہ ہوں قرآن مجید کو موم

کی ناک بنا کر آیات قرآنیہ کو اپنے حسبِ منشاء معانی پہنا چاہتے اور اپنی خواہش کے خلاف صحیح سے صحیح حدیث ہو تو اس کو وضعی قرار دے کر اپنے مطلب کے موافق کسی وضعی حدیث کو بلا تامل سند گردان لیتے ہیں۔

ان ضعیف الایمان بزدلوں کا مذہبی نصب العین اور منتہائے نظر عموماً مذہبی سرلمبندی اور مذہبی حکومت و سلطنت سے آگے نہیں بڑھتا اور ایمان بالیوم الآخر سے بے بہرہ اور فکر عقبتی سے عموماً بے فکر ہوتے ہیں۔ ان کی ہر بات میں نمائش اور ان کے ہر کام میں ریاکاری کا رفرمانظر آتی ہے۔ صدیق و فاروقؓ ان کے لیے ناقص اور شہر و مسولینی وغیرہ کامل نمونے ہوتے ہیں۔ ضرورت پڑے تو یہ لوگ مصطفیٰؐ کمال کے کسی عمل کو محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل و ارشاد پر ترجیح دینے کے لیے آمادہ ہو جاتے اور مطلق نہیں شرماتے۔ اپنی خواہش پوری ہوتی ہو تو ان صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی کرنے اور ان کے اقوال و اعمال کا تمسخر اڑانے سے نہیں چوکتے جن میں سے ہر ایک خجّم ہدایت ہے اور جن کو رضی اللہ عنہم و رضوانہ کا خدائی سارٹیفکٹ مل چکا ہے اور اپنا مقصد حاصل ہوتا ہو تو غازی امیر امان اللہ خاں یا کسی ایرانی یا کسی عراقی کے قول و فعل کو دلیل شرعی کے طور پر پیش کر دیتے ہیں۔ قرآن مجید اور نظام اسلام کسی انسان کو قانون سازی کا آزادانہ حق نہیں دیتا جیسا کہ میری کتاب نظام سلطنت میں مضمون مفصل و مدلل طور پر بیان ہو چکا ہے لیکن یہ مغربی فلسفہ کے معمول اخروی دائمی زندگی کے تصور سے قطعاً غافل و بے تعلق ہو کر اور قرآن مجید کی سب سے بڑی پکار سب سے زیادہ بلند آہنگ آواز اور سب سے زبردست و نمایاں تعلیم یعنی ایمان بالیوم الآخر کو نظر انداز و وقفِ تعافل کر کے اور ناقابلِ التفات قرار دے کر مشرکوں کی طرح انسانوں کو انسانوں کے لیے قانون سازی کا حق عطا فرما کر اصول قرآنی کو درہم برہم کر دیتے ہیں۔ تامل نہیں کرتے۔ ان انگریزی داں اور یورپی دل و دماغ رکھنے والوں کا یہ اتحاد اور بے دینی حقیقت ہمارے جامعہ مقلدین اور دنیا پرست علماء کی نالائقیوں کا ردِ عمل ہے۔ نئی روشنی کے انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں میں ایک محدود و مختصر جماعت نے ناعاقبت اندیش فتوے باز مولویوں سے تنگ اگر دینی اجتہاد کا کام اپنے ہاتھ میں لے لینا چاہا ہے اور دوسرے انگریزی تعلیم یافتوں کی بڑی جماعت نے جو مذہب سے نا آشنائے محض ہے انکی اس جرأت و جسارت کو اپنے لیے غنیمت سمجھا ہے۔

ان ضعیف الایمان منکرین قیامت مجتہدین میں بعض بڑے ہی چالاک اور فریب باز ہوتے ہیں قرآن مجید کی ان آیات کو جو مذہبی حکومت و برتری حاصل کرنے پر مستعد بناتی ہیں بار بار پیش کرتے اور آمادہ عمل بناتے ہیں لیکن افسوس کہ راستے کی اسی منزل میں قیام کر دیتے اور حقیقی منزل مقصود یعنی دارِ آخرت کو جس کے متعلق



قرآن مجید نے سب سے زیادہ زور دیا ہے مسلمانوں کے دلوں سے فراموش کر دینا چاہتے ہیں حالانکہ یہ مسلم ہے کہ یورپی اقوام نے تعلیمات اسلامیہ کے اس حصہ پر جو دنیوی ترقیات سے متعلق ہے ناقص طور پر عامل ہو کر یہ فوجیت و برتری پائی اور نام کے مسلمانوں نے سب کچھ چھوڑ کر اور قرآن مجید کی طرف سے بجلی منہ موڑ کر ذلت و نکتہ حاصل کی لیکن یورپ کی یہ دنیوی حیرہ دتی نہ یورپ کے لیے حقیقی سامان راحت بن سکی ہے نہ قابل رشک کسی جاسکتی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمام یورپ کرب و بے چینی و بے اطمینانی کا گہوارہ بنا ہوا ہے۔ یورپ والوں کی اس قابل نفیر حالت کو حقیقی مقصد وری اور یورپ والوں کی اس گندی زندگی کو قطعی زندگی قرار دینے والے اور مسلمانوں کو مذہب کے نام پر فریب دے دے کر انہی کی ڈگر پر چلانے کی کوشش کرنے والے یا تو سخت احمق و فریب خورہ ہیں یا اسلام کے دشمن و بدخواہ ہیں۔

حقیقی کامرانی اور روحانی راحت حاصل ہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ قیامت اور آخروی زندگی پر کامل یقین نہ ہو اور قرآن مجید کی کامل و مکمل ہدایات، اسوۂ نبوی اور اسوۂ صحابہ کو پیش نظر نہ رکھا جائے اسلام جس دنیوی سلطنت و حکومت کا مجوز ہے اُس کا صحیح نمونہ وہ سلطنت و حکومت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کی اور جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں قائم رہی اسی کو خدائی پادشاہت کہا جاسکتا ہے اور ایسی ہی حکومت میں نوع انسان کو راحت نصیب ہو سکتی اور دنیا ظلم و عدوان سے پاک ہو سکتی ہے اور اس کو وہی لوگ قائم کر سکتے ہیں جن کا نصب العین دارِ آخرت اور رضاِ الہی ہو اور جو راتوں کی تنہائی میں خدائے تعالیٰ کے سامنے گرا گڑاتے، رورور کر دعائیں مانگتے و پانچوں وقت کی نمازوں کو پابندی کے ساتھ باجماعت ادا کرتے اور میدان جنگ میں شیر و لنگ کو خاطر میں نہ لاتے اور صرف ساٹھ ساٹھ آدمیوں کی قلیل جماعت سے ساٹھ ساٹھ ہزار با ساز و سامان دشمنوں کے لشکر کا کامیاب مقابلہ کر سکتے تھے۔ وہ ہمیشہ خدا کو یاد کرتے۔ خدا ہی سے سب کچھ مانگتے اور خدائے تعالیٰ ہی کی امداد پر بھروسہ رکھتے تھے۔ وہ نہ تن آسان و آرام طلب تھے اور نہ صرف اسباب ظاہری کو دیکھ کر مطمئن ہو جاتے تھے نہ ان کا نصب العین حکمرانی و فرمانروائی اور حکومت و سلطنت ہرگز نہ تھا بلکہ وہ رضائے الہی اور نجاتِ آخری کے خواہاں تھے جو اس دنیوی حکومت و سلطنت سے بہت دور آگے کی چیز ہے اور یہ دنیوی سلطنت و حکومت بھی جس کے لیے ایک ذلیل باندی اور خدمت گزار لونڈی بن سکتی ہے۔ اسی لیے شہنشاہ بننے کے بعد بھی وہ اپنے کرتے میں اٹھارہ اٹھارہ پیوند لگانے کے لیے مجبور تھے۔ اُن کی قوت و شوکت و عجب و عظمت کا راز اُن کے ایمانِ بانشہ

اور تقویٰ میں مضمر تھا نہ ہر اقلہ روم اور اکاسرہ ایران کی سی ظاہری و نامی ٹیپ ٹاپ میں۔ اسی لیے ان کو ضرورت نہ تھی کہ آج کل کے یورپ پسند۔ دنیا پرست اور چالاک ساحروں کی طرح منکر خدا، منکر قیامت، اعمال بدین اور بد معاش لوگوں کی بھیڑ کو جمع کر کے اُس پر بھروسہ کریں اور اپنی حکومت و سلطنت کی پٹری جائیں بلکہ وہ دنیا میں ایسی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے جس کا قانون قرآن مجید اور جس کا دستور اعلیٰ ہدایت نامہ الہیہ ہو۔ ان کو جو دنیوی قوت و شوکت و حکومت و برتری اس دنیا میں حاصل ہوئی وہ تقویٰ شکاری خشیت الہی اور ایمان کامل کے ذریعہ حاصل ہوئی۔ وہ ساز و سامان اور اشخاص و افراد کی قلت و کثرت کو مطلق خاطر میں نہ لاتے بلکہ کثرت پرستی کو شرک سمجھ کر ایمان باللہ اور تقویٰ شکاری کو تائید الہی کے حصول و حصول کا ذریعہ یقین کرتے تھے۔

آئندہ چل کر ان یورپ زدہ مسلم نادہریوں کی یہ مذہبی انارکی و دینی بغاوت کس درجہ خطرناک ہو سکتی ہے اور روس کی اشتراکیت و اشتمالیت یا جرمنی و اٹلی کی شخصیت پرستی مسلمانوں کو منکر قیامت اور یک جہانیت بنا کر اسلام کو کس قدر نقصان پہنچا سکتی ہے؟ اس کے متعلق میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک الگ مستقل رسالہ میں مفصل طور پر اظہار خیال کا قصد رکھتا ہوں۔ اس وقت اس سے زیادہ کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ ہندوستان میں حاجیبا شہروں اور قصبوں میں دروس قرآن کا جو سلسلہ جاری ہو گیا ہے اور مختلف مقامات میں تحریک قرآنی کے متعلق جو کچھ پورا مسلمانوں کو قرآن مجید کی طرف جس طرح متوجہ کیا جا رہا ہے یہ بہت کچھ قابلِ اطمینان اور مسلمانوں کی بیماری کا صحیح علاج ہے اور مجھ کو اس بات پر کامل یقین ہے کہ قرآن مجید ہی ہر خطرہ سے محفوظ رکھنے کا سامان ثابت ہو سکتا ہے۔ نہ کسی انسانی دماغ کی تجاویز۔ ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مذکر۔

اکبر شاہ خاں

۱۳ اکتوبر ۱۹۳۷ء

۲۰۷۵۲

ک ب

ن - ۷

# بیش بہا علمی جواہر

موسخ اسلام علامہ اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی کی مصنفہ مندرجہ ذیل کتابیں اس وقت مکتبہ عبرت میں فروخت کے لیے تھوڑی تھوڑی تعداد میں موجود ہیں فوراً طلب فرمائیے۔ موجودہ اشاک کے ختم ہوجانے کے بعد فراشتات کی تفصیل نہ ہوگی اور طبع ثانی کا برسوں انتظار کرنا پڑیگا۔

(۱) **مقدمہ تاریخ ہند قدیم** (جلد اول) یہ ایک مستقل علمی تصنیف ہو اور زبان میں آج تک فن تاریخ کے متعلق اس پایہ کی کتاب شائع نہیں ہوئی بعض مشاہیر علمائے نے اس کتاب کی نسبت لکھا کہ یہ مقدمہ ابن خلدون کے بعد فلسفہ تاریخ میں یہ دوسری کتاب لکھی گئی ہے اور موجودہ زمانہ کے لیے تو یہ سب سے زیادہ مفید اور قابل مطالعہ کتاب ہے ہندوستان کی قومیت متحدہ کے لیے کامیابی کی منزل تک پہنچانے میں یہ کتاب خضر صفت راہبر کا کام دیتی ہے قیمت فی جلد ڈیڑھ روپیہ (دہر) محصول ڈاک سات آنے (۷۰)

۲۔ **نظام سلطنت** یہ مقدمہ تاریخ ہند کی دوسری جلد ہے۔ مگر بجائے خود ایک مستقل اور مکمل تصنیف ہے۔ یہ دور حاضرہ کی ایک الاجواب تاریخی تصنیف ہے نہ صرف تاریخی بلکہ تاریخی سے بڑھ کر تبلیغی کتاب ہے۔ تمام ممالک اقوام و مذاہب کے قوانین سلطنت و آئین تمدن کی مکمل تاریخ اور قوموں کے بننے اور گرہنے کے تمام صحیح اور قطعی اسباب کا عجیب و غریب گنجینہ ہے۔ اس میں موسخ اسلام نے جس محنت و کاوش کے ساتھ نسل انسانی کے مدارج ارتقاء اور مدارک منزل پر بحث و نظر کی ہے اس کا صحیح اندازہ کتاب کو مطالعہ کیے بغیر کو کسی طرح ممکن نہیں۔ اس کتاب کو تاریخی سے بڑھ کر اخلاقی بھی کہا جاسکتا ہے۔ ملک کے تمام مشاہیر علماء اور بلند پایہ اخبارات نے متفقہ طور پر اس کتاب کا مطالعہ موجودہ زمانہ میں ہر شخص کے لیے بجا ضروری بتایا ہے۔ قیمت فی جلد (دہر) محصول ڈاک ۱۱۔

۳۔ **ایکینہ حقیقت نما** (جلد اول) یہ کتاب ۱۹۲۶ء میں جب پہلی مرتبہ چھپ کر شائع ہوئی تو تمام علمی سیاسی حلقوں میں دھوم مچ گئی۔ اس کتاب نے ہندو مسلم تعلقات اور مسلمان سلاطین کے اصول و طریقہ کو مدلل طور پر ذہن نشین کر کر ان شرعیہ لوگوں کو جنہوں نے تاریخ ہند کو مسخ کر کے حقیقت پر تاریک پردے ڈال دیے ہیں اسے لاکھ لاکھ کھڑکڑا کر اور ہندوستان کی قومیت متحدہ کو سموم اور پارہ پارہ کرنے والوں کی ذہنی پکیاں بحال کر چھینکیں۔ ہندوستان میں کوئی علمی کتاب اس کتاب کی برابر مقبول نہیں ہوئی۔ سیکڑوں کمیاں و مستند تاریخوں کے حوالے اور گرن کے اصل الفاظ جابجا نقل کیے گئے ہیں۔ پہلا ادیشن چند ہی روز میں ختم ہو کر کتاب نایاب ہو گئی تھی اب دوسرا ادیشن مصنف مدوح کی نظر ثانی کے بعد شائع ہوا ہے۔ قیمت رعایتی فی جلد سوا دو روپیہ (دہر) محصول ڈاک ۱۷۔

**نواب میر خاں** یہ نواب امیر خاں بانی ریاست ٹونک (راجپوتانہ) کی نہایت دلچسپ اوسین آموز سوانح عمری ہے۔ اس کے مطالعہ سے ہندوستان کی حکومت کے انقلاب اور ہندو مسلم تعلقات کا نظارہ سامنے آجاتا اور ہندوستانی اس کو پڑھ کر تھوڑی دیر کے لیے مسکتے کے عالم میں رہ جاتا ہے۔ سپاہیانہ زندگی کا نمونہ اس میں منظر ہے۔ قیمت فی جلد ۵ علاوہ محصول ڈاک

**۵۔ احقاقِ حق** گاندھی جی کی خود نوشت سوانح عمری پر نہایت دلچسپ تنقید و نظر کی گئی ہے اور بڑی دلچسپ اور گاندھی جی کی زندگی کے کمزور پہلوؤں کو نمایاں کرنے والی کتاب ہے قیمت ۵ علاوہ محصول ڈاک

**۶۔ لا الہ الا اللہ** تعلیم توحید، اعمال و عقائد کی اصلاح اور ترغیب الی القرآن کے لیے بہترین چیز ہے۔ قیمت فی جلد پانچ آنے۔ علاوہ محصول ڈاک

**۷۔ جنگ انگورہ** تیمور اور سلطان بایزید یلدرم کی معرکہ آرائی کا پورا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھچ جاتا اور لڑنے والوں کی آوازیں کانوں میں آنے لگتی ہیں۔ قیمت ۳۰ علاوہ محصول ڈاک۔

**۸۔ گلے اور اسکی تاریخی عظمت** یہ ایک بلند پایہ علمی تصنیف ہے۔ اس کا اندازہ اس کے نام سے نہیں بلکہ مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ قیمت چار آنے علاوہ محصول ڈاک۔

**۹۔ وید اور اسکی قدامت** قدامت وید کے متعلق اس سے بہتر علمی تحقیق کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتی۔ قیمت فی جلد چار آنے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

**۱۰۔ باطل شکن** ایک عیسائی پادری نے قرآن مجید کے متعلق اعتراضات کیے تھے ان کا دندان شکن جواب موصیخ اسلام نے دلچسپ انداز میں دیا ہے قیمت فی جلد ۴ علاوہ محصول ڈاک

**۱۱۔ مسلمانانِ اندلس** ہسپانیہ میں مسلمانوں نے آٹھ سو سال حکمرانی کی جن لوگوں کو پیغمبر تاریخوں کے پڑھنے کی فرصت نہیں وہ اس رسالہ کو جو تاریخ اندلس کا عطر ہے ملاحظہ کریں قیمت ۳ علاوہ محصول

**۱۲۔ اسلام اور اچھوت اقوام** اس رسالہ کے مطالعہ سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اسلام نے ہر انسان کے لیے حقوق انسانیت مساوی تجویز کیے ہیں۔ قیمت فی جلد ۴ علاوہ محصول ڈاک۔

## ضروری نوٹ

ایک روپیہ سے کم قیمت کی کتابوں کا وہی بیروانی نہیں ہوگا۔ ایک پارسل میں زیادہ کتابیں منگوانے میں محصول ڈاک کی کسی قدر کمی ہو جاتی ہے۔ فرالیش کا خط یا مٹی آرڈر ذیل کے پتہ سے بھیجیے۔

منیجر مکتبہ عبرت نجیب آباد (یو پی)



# مختصر فہرست تصانیف مورخ اسلام علامہ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱	آئینہ حقیقت نما	۱۰
۲	مقدمہ تاریخ ہند قدیم	۱۰
۳	نظام سلطنت	۱۰
۴	تاریخ اسلام جلد اول	۱۰
۵	تاریخ اسلام جلد دوم	۱۰
۶	تاریخ اسلام جلد سوم	۱۰
۷	سپاہیانہ زندگی	۱۰
۸	اکابر قوم	۱۰
۹	نواب امیر خاں	۱۰
۱۰	جنگ انگورہ	۱۰
۱۱	مسلمانان اندلس	۱۰
۱۲	باطل شکن	۱۰
۱۳	گائے اور اس کی تاریخی عظمت	۱۰
۱۴	وید اور اس کی قدامت	۱۰
۱۵	اسلام اور اچھوت اقوام	۱۰
۱۶	خانجناں لودی	۱۰
۱۷	معیار العلماء	۱۰
۱۸	احقاق حق (مسنف مولوی محمد ادریس خاں صاحب نجیب آبادی)	۱۰
۱۹	لا الہ الا اللہ	۱۰

یہ پانچوں کتابیں مکتبہ عبرت کی چھپائی ہوئی  
نہیں ہیں بلکہ کمیشن پرنٹنگو کر رکھی گئی ہیں۔

ملنے کا پتہ:- منیر مکتبہ عبرت - نجیب آباد (یوپی)